ع۱۱۹۰
حصه دوم
کشف الظلمات عن

اللّٰہ ولی الذین امنوا

یخرجہم من الظلمات الی النور



حصہ دوم

# کشف الظلمات عن آیات البینات

مولفہ جناب مولوی سید محمد حیدر صاحب خلف الصدق جناب فخر الحکما ظہیر العلما دام ظلہ بجواب آیات بینات حصہ فدک اور رسالہ فدک جو مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت کی طرف سے شایع ہوا اور رادسپر اس فرقہ باطلہ کو بڑا ناز تھا

مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن میں سید حسین پرنٹر پبلشر نے شایع کیا

حصہ ثانیہ

# کشف الظلمات

عن

# الآیات البینات

اس رسالہ مین آیات بینات کے اس حصہ **فدک** کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے جو مولوی مہدی علی خان صاحب ملقب بہ محسن الملک سکرٹری کالج علیگڈہ نے اپنے آخری حصہ عمر مین تصنیف کیا تھا اور اہل سنت کو اوسپر بڑا ناز تھا۔ اور ضمناً **مولوی شبلی** صاحب کے **الفاروق** کا جواب بھی شامل کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ رسالہ باعث ہدایت خلق ہو اور مسلمانوں پر حق واضح ہو کیونکہ مین نے حتی الامکان اختصار کا بہت کچھ خیال رکھا ہے تاکہ طول نہ ہو جائے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقیر مولف احمد حیدر

عفی عنہ

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن طبع شد

سید ظہیر حسین پرنٹر پبلشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد یہ دوسرا حصہ ہے **کشف الظلمات** کا جس مین آیات بینات بحث فدک کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ حصہ اول کشف الظلمات آپکے سامنے ہے جسنے بتا دیا حضرت عمر کو نوع نسوان سے مطابق رسم جاہلیت قاطبۃً عداوت تھی کہ اونکی ہر قسم کی حق تلفی کو وہ ضروری جانتے تھے۔ یہانتک کہ جتنے احکام رسول اللہ صؐ نے انکے حق رسی کیلئے جاری کئے تھے سب کو انھون نے اپنے عہد حکومت مین مٹا دیا۔

جناب سیدہ کا مطالبہ فدک زیادہ تر اسی غرض سے تھا کہ جو شریعت خدا نے اپنے خاتم النبیین کے ذریعہ سے جاری کی ہے وہ مٹنے نہ پائے اسی لئے حضرت نے قوت النسانی مین جسقدر طاقت ہے اوسکو اسمین صرف کیا کہ شریعت رسول قائم رہے چنانچہ ایک حدتک اسمین کامیابی ہوئی اور عام طور پر حکم خدا یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین قانون اسلام بنکر جاری ہوا۔ اگرچہ جناب سیدہؑ متروکہ پدری سے محروم ہی رہین ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ اول۔

اب ہم اصل **آیات بینات** کی عبارت کو **قولہ** سے لکھکر **اقول** سے جواب دیتے ہین تاکہ حق واضح ہو واللہ یحق الحق ویبطل الباطل۔

**قال بحث فدک** اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتونکو

بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت اور اسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کے معنی اور اوسکے مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین

(۵) حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

## فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور زہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور بعضے کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳۷ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اوسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا اسلئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا۔ اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا۔ اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے۔ قاضی نور اللہ شستری احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن

یمن سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن انس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتین بیان کین اون مین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کرکے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

**اقول** بیشک قاموس مین ہے فدک ہ بخیبر یعنی فدک ایک قریہ ہے خیبر مین۔ مگر افسوس آپنے قریہ کی تفسیر نہین کی کہ قریہ کسکو کہتے ہین اوسی قاموس مین ہے القریہ ویکسر المصر الجامع ص ۹۰۱

یعنی قریہ بفتح وکسرہ دونو آیا ہے۔ مصر (شہر) جامع کو کہتے ہین۔ جس سے معلوم ہوا کہ قریہ کو بمعنی گاؤن لینا بالکل مغالطہ دینا ہے کیونکہ ہمارے محاورہ مین گاؤن ایک چھوٹے سے دہات کو کہتے ہین مگر زبان عرب مین قریہ کا استعمال بمعنی مصر جامع ہے یعنی بڑا شہر۔ مصر کی لغت مین لکھا ہے والمصر بالکسر الحاجز بین شیئین کالماصر والحد بین الارضین ج و مصروا المکان تمصیرا جعلوہ مصرا فتمصر ومصر المدینۃ المعروفۃ سمیت بہ لتمصرھا ص ۳۰۶

یعنی مصر لغت مین اوسکو کہتے ہین جو حائل ہو دو شیئون مین مثل ماصر اور حد بین الارضین اور مصروا المکان وہان کہتے ہین جہان کوئی مقام شہر بنایا جائے اور مصر شہر معروف ہے جسکو اوسکی آبادی کیوجہ سے مصر کہتے ہین۔

آپنے مصباح اللغۃ سے لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر اور خیبر سے ایک منزل" جس سے معلوم ہوا کہ آپکا ترجمہ "گاؤن" بہر طور غلط ہے کیونکہ قاموس مین ہے البلد والبلدۃ مکۃ شرفہا اللہ تع وکل قطعۃ من الارض مستحیزۃ عامرۃ او غامرۃ والتراب ص ۱۲۱

یعنی بلد۔ اور بلدہ مکہ معظمہ ہے۔ اور اوس قطعہ زمین کو کہتے ہین جو آباد ہو۔

غرضکہ قریہ بتصریح قاموس مصر جامع کو کہتے ہین جو ایک عظیم الشان شہر ہو جسکی تحدید مین

بہت کچھ اختلاف ہے کشاف اصطلاحات الفنون مین ہے صفحہ ۱۳۲۲

ما فیہ جماعات الناس من اہل الحرف وجامع واسواق ومفت وسلطان او قاضی یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقریب منہ ما فی المضمرات وفی المضمرات ایضا انہ الاصح وقیل انہ ما یجتمع فیہ مرافق الدین والدنیا وقیل ما یتعیش فیہ کل صانع سنۃ بلا تحول عنہ الی اخری وقیل ما یکون سکانہ عشرۃ الاف وقیل ما یسمی مصرا عند التعداد کبخاری۔

یعنی مصر اوسکو کہتے ہین جسمین ہر قسم کے اہل حرفہ۔ اور مسجد جامع۔ اور بازار۔ مفتی۔ قاضی بادشاہ رہتے ہون جو اقامت حدود کرین۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس شہر مین کل مرافق دین و دنیا جمع ہون وہ مصر ہے۔ بعضے کہتے ہین جسکے باشندون کی تعداد دس ہزار ہو بعضے کہتے ہین کہ وہ ایسا شہر ہو کہ اوسکا علحدہ شمار ہو سکے۔

پس حیف ہے کہ نواب صاحب نے پہلے ہی دہوکھا دیا کہ صاحب قاموس نے فدک کو قریہ کہا تو انھون نے اوسکا ترجمہ گاؤن کر دیا حالانکہ۔ خود صاحب قاموس قریہ کو بمعنی مصر جامع لکھتے ہین اور مصر ایک بڑے شہر کو کہتے ہین جسمین دس ہزار آدمی رہ سکین۔ پھر فدک کو گاؤن بنانا ظلم نہین تو کیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک بڑا شہر تھا جسمین ایک زمانہ مین بادشاہ رہا کرتا تھا۔

آپنے جتنی لغتون کا نام لیا ہے سب مین لفظ قریہ ہے جسکا ترجمہ گاؤن کیا ہے تاکہ اوسکو ایک معمولی گاؤن بنا دین مگر حقیقت قریہ معلوم ہوئی کہ وہ معمولی گاؤن کو نہین کہتے بلکہ عظیم الشان شہر کو بھی گاؤن کہتے ہین لہذا یہ سب تحقیقات آپکی غلط ہوئی۔

**قولہ** فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے۔

**اقول** فتح الباری جلد ششم مین نہین بلکہ جلد سیوم مین ہے جو بحساب بارہ جزو ثانی عشر ہے اوس مین لفظ قصبہ نہین ہے بلکہ بلد ہے اور بلد بمعنی شہر ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

عبارت فتح الباری یہاں اس طرح ہے قولہ وکانت فاطمۃ تسأل ابا
نصیبها مما ترك رسول الله من خیبر وفدك وصدقته بالمدینة)
یوید ما تقدم من انها لم تطلب من جمیع ما خلف وانما طلبت
شیئا مخصوصا فاما خیبر ففی روایة المعمر المذکورة وسهمه من
خیبر وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح الی سهل بن ابی حثمة
قال قسم رسول الله خیبر نصفین نصفها لنوائبه وحاجته
نصفها بین المسلمین قسمها بینهم علی ثمانیة عشر سهما ورواه
بمعناه من طرق اخری عن بشیر بن یسار مرسلا لیس فیه سهل
واما فدك وهی بفتح الفاء والمهملة بعدها كاف بلد بینها وبین المدینة
ثلاث مراحل وکان من شانها ما ذکر اصحاب المغازی قاطبة ان
اهل فدك کانوا من یهود فلما فتحت خیبر ارسل فدك یطلبون
من النبی صلی الله علیه وسلم الامان علی ان یترکوا البلد ویر
وروی ابوداؤد من طریق ابن اسحق عن الزهری وغیره قال
بقیت بقیة من خیبر تحصنوا فسألوا النبی صلی الله علیه وسلم ان
یحقن دماءهم ویسیرهم ففعل فسمع بذلك اهل فدك فنزلوا علی
ذلك وکانت لرسول الله صلی الله علیه وسلم خاصة ولابی داؤد
من طریق معمر عن ابن شهاب صالح النبی صلی الله علیه وسلم
فدك وقری سماها وهو یحاصر قوما اخرین یعنی بقیة اهل خیبر
واما صدقته بالمدینة فروی ابوداؤد من طریق معمر عن الزهری
عن عبد الرحمن بن کعب بن مالك عن رجل من اصحاب النبی
النبی صلی الله علیه وسلم فذکر قصة بنی النضیر فقال فی اخره
نخل بنی النضیر لرسول الله صلی الله علیه وسلم خاصة اعطاها ا
فقال ما افاء الله علی رسوله منهم الایة قال فاعطی اکثرها

طلب بقی منها صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی فی ایدی
مبنی فاطمة و روی عمر بن شبة من طریق ابی عون عن الزهری
یق قال کانت صدقة النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة اموالا لمخیریق
ة بالمعجمة والقاف مصغر وکان یهودیا من بقایا بنی قینقاع نازلا ببنی
ا النضیر فشهد احدا فقتل به فقال النبی صلی الله علیه وسلم مخیریق
سابق یهود واوصی مخیریق باموالہ للنبی صلی الله علیه وسلم و
المه من طریق الواقدی بسنده عن عبد الله بن کعب قال قال مخیریق
ان اصبت فاموالی لمحمد یضعها حیث اراه الله فهی عامة صدقة
و رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وکانت اموال مخیریق فی بنی
وین النضیر وعلی هذا فقوله فی الحدیث الآتی وهما یختصمان فیما افاء
قا الله علی رسوله من بنی النضیر شمل جمیع ذلک ع۔ ص۱۴۱ جلد۳

یعنی فقرہ صحیح بخاری میں یہ ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنی میراث طلب کی ابوبکر سے متروکات رسول اللہؐ سے خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ سے ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے اسکی تائید ہوئی کہ جناب سیدہؑ نے کل متروکات رسول اللہؐ کا نہیں مطالبہ کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزوں کا (خیبر۔ فدک۔ صدقہ مدینہ) جسمیں سے خیبر کا ذکر روایۃ معمر میں موجود ہے اور ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کی ہے سہل بن ابی خثیمہ سے کہ حضرت نے خیبر کو دو حصہ کیا تھا ایک حصہ تو مسلمانوں پر تقسیم کیا تھا اٹھارہ سہم پر اور ایک حصہ اپنی ضروریات وحوائج کے لئے رکھا تھا۔ اس مضمون کی حدیث بشیر بن یسار سے بھی آئی ہے بطور ارسال۔

**فدک** ۔ ایک شہر ہے جسمیں اور مدینہ میں تین مرحلہ کا فرق ہے اسکا قصہ باتفاق مورخین یہ ہے کہ اہل فدک یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہوا۔ تو اہل فدک نے بھی حضرت سے اس شرط پر امان مانگی کہ شہر چھوڑ کر وہ چلے جائیں۔ ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ اہل خیبر سے قلعہ نشین ہوے اور حضرت سے سوال کیا کہ ہماری جان بخشی

کی جائے ۔ ہم شہر چھوڑکر چلے جاتے ہین ۔ حضرت نے اون کی استدعا قبول کی ۔ اسکی خبر اہل فدک کو معلوم ہوئی تو اونھون نے بھی اسی طرح گفتگو کی جسکو حضرتؐ نے منظور کیا ۔ اسی وجہ سے یہ رسول اللہ کا خالصہ تھا (جسمین مسلمانون کا حق نہ تھا) روایت ابوداؤد مین ہے کہ حضرتؐ نے اہل فدک اور چند قریہ والون سے مصالحہ کیا اوس حالت مین کہ محاصرہ کئے تھے دوسری قوم کا یعنی بقیہ اہل خیبر کا ۔

رہا صدقہ مدینہ ۔ تو ابوداؤد کی روایت مین ہے کہ بنی النضیر کے باغون سے کچھ باغ حضرت کا خالصہ تھا جسکے بارہ مین آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ منھم نازل ہوا راوی کا بیان ہے کہ حضرتؐ نے اکثر حصہ اوسکا تو مہاجرین کو دیا اوس مین سے صدقہ رسول بچ رہا جو اولاد جناب سیدہؑ کے ہاتھ مین رہا ۔

روایت ابوعون زہری سے یہ ہے کہ حضرت کا صدقہ وہ مال تھا جو مخیریق یہودی کا مال تھا جو اصل مین بنی قینقاع سے تھا مگر بنی النضیر مین آکر نازل ہوا ۔ یہ یہودی جنگ احد مین شریک تھا لشکر اسلام کے ساتھ اسنے کہا تھا کہ اگر ہم مارے جائین تو ہمارا کل مال حضرت کا مال ہوگا جسمین آپ جس طرح چاہین تصرف کرین یہ خاص مال رسول اللہ تھا تو اس بنا پر دوسری حدیث مین جو ہے کہ حضرت علیؑ اور عباس مخاصمہ کرتے تھے (بنی النضیر مین تو اوسکو بھی یہ شامل ہے "

غرض نواب **مہدی علی** خانصاحب نے جتنی تحقیقات بیان کی اوسکا نتیجہ یہی ہو کہ فدک کوئی گاؤن نہین تھا ۔ بلکہ ایک شہر تھا بلد بینہا وبین المدینۃ ثلث مراحل علی ان یترکوا البلد ۔ اب آپ تمام اہل علم سے دریافت کرلین کہ بلد کا ترجمہ شہر ہے نہ گاؤن نہ قصبہ ۔

اگر اسپر بھی تسکین نہ ہو تو خود قرآن مجید مین سورہ بقرہ ملاحظہ ہو جسمین خداوند عالم مصر کو قریہ فرماتا ہے واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ جمہور اتفاق مفسرین ہے کہ مراد اس سے مصر ہے یا بیت المقدس جو کہ بلاد عظیمہ سے ہین نہ کہ گاؤن ہو یا قصبہ ۔

یہ پہلی کارروائی ہے حضرات اہلسنت کی یا نواب مہدی علی خان صاحب محسن الملک

کی جنھون نے پہلے ہی سے اوسکی تحقیر و توہین شروع کی جو بنائے دعوی ہے کہ فدک کو ایک گاؤن بنادیا حالانکہ تحقیقات لغت سے معلوم ہوا کہ قریہ کا اطلاق بڑے بڑے شہرونپر ہوتا ہو نہ چھوٹے گاؤن پر اور قرآن مجید مین تو قریہ کا اطلاق مصر اور بیت المقدس پر ہوا ہے اور خود مکہ معظمہ پر جسکو ام القرٰی کہا۔ تو اب کیا امید ہوسکتی ہے کہ نواب صاحب اصل تحقیقات مین دیانت سے کام لینگے جب اصل بنائے دعوی ہے مین یہ کارروائی شروع کی۔

متروکات رسول اللہ بمناسبت مقام یہان اون متروکات کا ذکر کرنا مناسب ہے جو رسول اللہ صلعم کا خالصہ تھا علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۲۲۳ مین لکھتے ہین

وقال عیاض الصدقات التی صارت الیہ احدھا من وصیۃ مخیریق یوم احد وکانت سبع حوایط فی بنی النضیر قلت مخیریق کان یہودیا فاعطی تلک الحوایط لرسول اللہ عند اسلامہ الثانی ما اعطاہ الانصار من ارضھم وھو مما لا یبلغہ الماء وکان ھذا ملکا لہ وَمنہا حقہ من الفیٔ من اموال بنی النضیر کانت لہ خاصۃ حین اجلاھم وکذا نصف ارض فدک صالح اھلھا بعد فتح خیبر علی نصف ارضھا فکانت خالصۃ لہ وکذا ثلث ارض وادی القری اخذہ فی الصلح حین صالح الیہود وکذا حصنان من حصون خیبر الوطیح والسلالم ومنہا سھمہ من خمس خیبر وما افتتح فیھا عنوۃ فکانت ھذہ کلھا ملکا لسیدنا رسول اللہ صلعم خاصۃ لاحق لاحد فیھا فکان یاخذ منہا نفقتہ ونفقۃ اھلہ ویصرف الباقی فی مصالح المسلمین۔

کہا قاضی عیاض نے کہ حضرت کے صدقات جو آپکو حاصل ہوئے تھے حسب ذیل تھے ایک تو وہ تھا جو آپکو بذریعہ وصیت مخیریق یہودی حاصل ہوا تھا بروز جنگ احد یہ سات باغ تھے بنی النضیر مین۔ عینی کہتے ہین کہ مخیریق یہودی تھا جسنے بوقت اسلام حضرت کو یہ سب باغ دیئے۔

دوسری وہ زمین تھی جو انصار نے حضرت کو دیا تھا اپنی اراضی سے جسمین پانی نہین جا سکتا

تھا یہ حضرت کا ملک خاص تھا۔
تیسری وہ فئے جو مال بنی النضیر سے حضرت کو حاصل ہوا جبکہ آپنے اونکو جلاوطن کیا۔
چوتھی نصف زمین فدک جسپر حضرتؐ اون سے صلح کیا تھا بعد فتح خیبر تو یہ بھی حضرت کا خالصہ تھا۔

پانچوین اراضی وادی القری جو حضرت کو بصلح حاصل ہوا۔
چھٹے ساتوین قلعہ وطیح وسلالم جو خیبر کے قلعون سے تھا۔
آٹھوین۔ خمس خیبر مین جو آپکا سہم تھا۔ یہ سب حضرت کا خالصہ تھا بلا شرکت احدے جسمین سے حضرت اپنا اور عیال کا نفقہ لیتے تھے اور باقی کو مصالح مسلمین مین صرف کرتے تھے۔

غالبًا اسی کی طرف ابن حجر عسقلانی نے اشارہ کیا ہے انها لم تطلب من جميع ماخلف وانما طلبت شيئًا مخصوصًا ص۱۴۱

یعنی جناب سیدہ نے کل متروکات رسول اللہ کا مطالبہ نہین کیا تھا۔ بلکہ خاص خاص چیزونکا جو بروایت بخاری۔ خمس خیبر۔ فدک ہے اور صدقات مدینہ۔ مگر ابوبکر نے کچھ نہ دیا۔
استدلال جناب سیدہؑ طاہرہ تو یہ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے دعوی پر پہلے ہی ایسا استدلال فرمایا تھا کہ پھر کوئی صاحب انصاف اوس سے عدول نہ کرسکتا تھا۔ مگر زبردستی کا کیا علاج ہے کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین من طريق ابي الطفيل قال ارسلت فاطمه الى ابي بكر انت ورثت رسول الله ام اهله قال لابل اهله قالت فاين سهم رسول اللهؐ قال سمعت رسول اللهؐ يقول ان الله اذا اطعم نبيا طعمة ثم قبضه جعلها للذي يقوم من بعده فرايت ان ارده على المسلمين قالت فانت وما سمعت ص۱۴۱ جلد۳

یعنی جناب سیدہ نے ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہؐ کے وارث ہو۔ یا اونکے اہل تو ابوبکر نے کہا بلکہ اہل رسول اللہؐ وارث ہین۔ اسپر جناب سیدہؑ نے کہلوایا پھر سہم رسول اللہ کیا ہوا تو ابوبکر نے کہا ہمنے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا جو اپنے نبی کو کچھ دیتا ہے۔ تو وہ [illegible]

اس حدیث سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ ابوبکر نے پہلے اقرار کیا کہ رسول اللہ کے وارث اونکے اہل ہین جس سے معلوم ہوا کہ وراثت کا سلسلہ اوسی طرح آپ مین بھی جاری ہے جسطرح غیروں مین جس سے وہ حدیث غلط ہوی جو بنائی گئی ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔

یہی تو باعث ہوا کہ ابن حجر لکھتے ہین ففیہ لفظۃ منکرۃ وھی قول ابی بکر بل اھلہ فانہ معارض للحدیث الصحیح کہ اس حدیث مین یہ لفظ منکر ہے جو ابوبکر نے بجواب جناب سیدہ کہا تھا کہ حضرت کے وارث آپکے اہل ہونگے کیونکہ حدیث صحیح کے معارض ہے۔ مگر افسوس اسپر نہ خیال کیا کہ یہ کارروائی تو بعد کی ہے۔ پہلا تو وہی قول ہے کہ حضرت کے وارث آپکے اولاد ہی ہونگے۔ چونکہ اسکی تحقیقات آیندہ مذکور ہوگی لہذا اسی پر اکتفا کرتے ہین۔

**قال** فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حدبندی کا قصہ جو انھون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حدبندی کی نسبت بسند عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق عم سے یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبریلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو خداے تبارک وتعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کیلئے اپنے پرون سے فدک کی حد بندی کردون۔ آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لئے اپنے پرون سے فدک کی حدبندی کردی ہے۔

**اقول**۔ مگر نہ معلوم اسمین کونسا امر قابل اعتراض ہے کیا مثل سید احمد خان صاحب وجود ملائکہ سے انکار ہے یا نزول حضرت جبریل امین سے یا خدمت جناب سیدہؑ واہلبیت طاہرین سے کہ ہم اوسکو ثابت کرین اگر خیال طول نہ ہوتا تو ہم بہت سے شواہد اسکے کتب اہلسنت سے پیش کرتے کہ بیشک حضرت جبریل امین آکر خدمتین اہلبیت طاہرین کی انجام دیا کرتے جسمین ایک خدمت یہ بھی تھی کہ فدک کی حدبندی کردین کیونکہ عام قاعدہ ہے جس امر مین مخالفت کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے تو اسمین اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔

تمثیلاً یہ روایت مودۃ القربی سید علی ہمدانی ملاحظہ ہو جو اعاظم علماے اہلسنت سے ہین صـ۱۶ مطبوعہ بمبئی۔

وعن عمر بن الخطاب رض قال نصب رسول الله صلی الله علیه واله وسلم علیا علما فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه واخذل من خذله وانصر من نصره اللهم انت شهیدی علیهم قال کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم عقدا لا یحله الا منافق فاحذر ان تحله قال عمر فقلت یا رسول الله انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح قال نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنه جبرئیل اراد ان یوکد علیکم ما قلته فی علیؑ۔

یعنی خود عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جب آنحضرت نے جناب امیرؑ کو علم قرار دیا اور کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو ہمارے پہلو مین ایک جوان خوشرو۔ خوشبو تھا اوسنے کہا اے عمر۔ آج حضرتؐ نے وہ گرہ باندھی ہے کہ اوسکو نہ کھولیگا۔ مگر منافق۔ تو تو اس سے ڈرتا رہ کہ کہین تو ہی اس گرہ کا کھولنے والا نہو۔ عمر نے اس واقعہ کو آکر حضرت سے بیان کیا۔ تو آپنے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تھا۔ بلکہ جبرئیل امین تھے جنھون نے بغرض تاکید تجھسے یہ کہا۔

پس جس طرح حضرت جبرئیل امین نے اس واقعہ خم غدیر مین بغرض تاکید و تائید قول رسول یہ کلام عمر سے فرمایا۔ اوسی طرح حدبندی فدک مین بھی اہتمام کیا کیونکہ اونکو معلوم تھا نتیجہ ان سب کا کیا ہونیوالا ہے۔ اور منافقین امت کیا کرینگے۔

**قال** ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم کہ جبرئیل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اوسی قریہ یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سیف البحر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہو۔ اور دو روایتیں ہیں

جسے اب ہم بیان کرتے ہین -

اقول افسوس تو ہمکو بھی ہے مگر نہ اسوجہ سے جو آپنے قرار دی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ شیعون نے غلط روایت امام کی طرف منسوب کی بلکہ اسوجہ سے کہ ابو بکر صاحب کو آپکی مختون کا حال نہ معلوم تھا جو شاید آپ پر رحم کھا کر فدک دیدیئے ہوتے کہ پھر آپکو یہ ٹکر پڑتی جس سے آپکو اسقدر خلجان ہو رہا ہے -

آپکی تحریر دو باتین بتا رہی ہین ایک یہ کہ رواۃ شیعہ معاذ اللہ غلط گو تھے کہ وضعی روایت بناتے دوسرے یہ کہ یہ روایت خاص طور پر موضوع ہے پہلی بات اس وجہ سے لغو ہے کہ رواۃ شیعہ بوجہ پابندی صدق و راستی مجبور ہین کہ جسقدر جس روایت کو سنین اوسیقدر بیان کرین نہ وہ کذب و افترا کو جائز جانتے ہین نہ اونکو اسکی اجازت ہے - بلکہ فرض اسیقدر ہے کہ جسقدر معصوم سے سنا اوسقدر بیان کیا یہ سب اختیارات تو آپ حضرات اہلسنت کو حاصل ہین کہ جہانتک ہو سکے روایت بنائین اور اپنے مریدون کو خوش کرین یہانتک کہ وضعی روایت کا بنانا آپکے یہان کار ثواب سمجھا گیا ہے خاتمہ مجمع البحار شیخ ملا طاہر مین ہے صفحہ جلد ۳

نوع فی الوضاعین فی الخلاصة اعلم ان الوضع یعرف باعتراف واضعه وبقرینة حال الراوی او المروی برکة اللفظ والمعنی واعظم الوضاعین ضررا قوم منتسبون الی الزهد وضعوا حسبة فیقبل موضوعاتهم و لکرامیة وبعض المبتدعة یجوزون الوضع فی الترغیب والترهیب وهو خلاف اجماع المسلمین المعتدین وحکی السیوطی عن ابن الجوزی ان من وقع فی حدیثه الموضوع والکذب والقلب منهم من غلب علیهم الزهد فغفلوا عن الحفظ اوضاعت کتبه فحدث من حفظه فغلط و منهم قوم ثقاة لکن اختلطت عقولهم فی اواخر اعمارهم ومنهم من روی الخطاء سهواً ثم ایقنوا بالصواب ولم یرجعوا انفة ان ینسبوا الی الغلط ومنهم زنادقة وضعوا قصدا الی فساد الشریعة وایقاع الشك والتلاعب بالدین وقد کان بعض الزنادقة یتغفل الشیخ

فيدس فی کتابه ماليس من حديثه قال حماد بن زيد وضعت الزنا
اربعة آلاف حديث ولما اخذ ابن ابی العوجاء لضرب عنقه قال وضعت
فيكم اربعة آلاف حديث احرم فيها الحلال واحل فيها الحرام ومنهم
من وضع نصرة لمذهبه ورجع رجل من المبتدعة فجعل يقول انظروا
عمن تاخذون هذا الحديث فانا كنا اذا هوينا امرا صيرناه حديثا
ومنهم من يضعون حسبة ترغيبا وترهيبا ومضمون فعلهم ان
الشريعة ناقصة تحتاج الی التتميم ومنهم من اجازوا وضع الاسانيد
بكلام حسن ومنهم من قصد التقرب الی السلطان ومنهم
القصاص لانهم يريدون احاديث ترقق وتنفق وفی الصحاح يقل
مثله ثم ان الحفظ يشق عليهم وينفق عدم الدين ويحضرهم جهال
وما اكثر ما تعرض علی احاديث فی مجلس الوعظ وقد ذكرها قصاص
الزمان ای وعاظهم فاردها فيحقدون علی انتهی - ص ۵۰ جلد ۲

یعنی خلاصہ مین ہے کہ حدیث کا موضوع ہونا یا تو اقرار واضع سے معلوم ہوتا ہے (سبحان
اللہ کیا علامت ہے کہ جھوٹا خود اقرار کرے) یا قرینہ حال راوی سے یا رکاکت الفاظ روایت
سے (کیا راوی عمدہ الفاظ سے نہین بیان کر سکتا) یا رکاکت معنی حدیث سے - اور سب سے
زیادہ ضرر اون واضعین کا ہے جو منسوب ہوتے ہین طرف زہد کے جو محض خیر خواہی دین سے
حدیث بناتے ہین اور اون کی حدیثین اسوجہ سے قبول ہو جاتی ہین کہ لوگ اونپر اعتماد
کرتے ہین اور کرامیہ اور بعض اہل بدعت (نام نہین لکھا) جائز جانتے ہین حدیث بنانا
ترغیب و ترہیب مین (کسی کام کی طرف رغبت دلایا خوف دلانا) حالانکہ یہ طریقہ خلاف
اجماع مسلمین ہے جو قابل شمار ہین -
اور سیوطی نے ابن الجوزی سے نقل کیا ہے کہ جن لوگون کی حدیث مین موضوع یا کذب
یا قلب شامل ہے وہ لوگ ہین جنپر زہد غالب تھا (یعنی حدیث جھوٹی بنانیوالے زیادہ زاہد لوگ
تھے) جنھون نے محض یاد پر حدیثین بیان کین یا اون کی کتابین ضایع ہو گئین اس لیے

اون کی حدیثون مین غلطی ہوئی (یہ بھی پردہ داری ہے) بعض ان مین وہ ہین جو اصل
قابل اعتماد تھے۔ مگر آخر مین اون کی عقلون مین اختلاط ہوا اسوجہ سے حدیثین اونکی
غلط ہوگئین۔ بعض وہ ہین جنھون نے بھولے سے ایسی حدیثین بیان کین۔ پھر اونکو جب
معلوم ہوا مگر ضد سے اپنی غلطی پر قایم رہے کہ لوگ کہین گے اسنے غلط حدیث بیان کی تھی
بعض واضعین حدیث زنادقہ ہین جنھون نے محض دین کے غارت کرنے اور شک
وفساد پھیلانے کے لئے وضعی حدیثین بنائین اور بعض تو یہ کرتے تھے کہ اپنے اوستاد کو
غافل کرکے اونکی کتابون مین وہ حدیثین ملا دیتے جو اونکی حدیث نہ تھی حماد بن زید
کہتے ہین کہ زنادقہ نے **چار ہزار** حدیثین بنائین اور جب ابن ابی العوجا کو قتل کرنے
لگے تو اوسنے کہا ہمنے تم مین چار ہزار حدیثین بنائی ہین جنمین حلال کو حرام اور حرام
کو حلال کیا۔

بعض واضعین مین وہ ہین جو محض اپنے مذہب کی تائید مین حدیثین بناتے چنانچہ
جب اوسنے اوس مذہب سے توبہ کیا تو کہا دیکھو تم کس سے حدیثین لیتے ہو ہم جب چاہتے
کسی امر کو تو حدیث بنا دیتے۔

**بعض محض** حسبۃ للہ حدیثین بناتے ترغیب وترہیب مین جسکے مطلب یہ ہوے کہ
کہ وہ شریعت کو ناقص سمجھتے کہ اسکے کامل کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض جائز جانتے ہین
سند حدیث کو اچھا بنانا۔ بعض سلاطین کی خوشامد مین حدیثین بناتے بعض ان مین
وہ لوگ ہین جو واعظ ہین کیونکہ وہ ایسی حدیثین بناتے ہین جس سے لوگون کے دل
نرم ہون۔ اور صحاح مین ایسی حدیثین کم ہین (مگر ہین) ص۵۰

غرض جب خود علماء اہلسنت نے اس کثرت سے اوران اغراض سے وضعی حدیثین
بنائی ہین تو وہ کیونکر مومنین کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہین کہ اونھون نے کوئی حدیث
بنائی ہو حالانکہ شیعہ کذب کو اکبر کبائر سے جانتے ہین۔

اگر اس بحث کی تفصیل کی جاسے تو بلا وجہ طول ہوگا لہذا جواب شریہ کا صفحہ ۲۵۲
لغایت ۲۶۵ ملاحظہ فرمایئے جسمین ایک جدول ایسا لکھا ہے کہ علمائے اہلسنت نے کتنی

وضعی حدیثین بنائی ہین۔

اب آیئے اصل بحث پر کہ جناب امام موسی کاظم نے یہ حدود بتائے جس سے معلوم ہو کہ اصل مقصود امام کیا ہے آیا یہی فدک ہے یا کوئی دوسری بات ہے کیونکہ اصل روایت مناقب شہر ابن آشوب علیہ الرحمہ اس طرح پر ہے وفی کتاب اخبار الخلفاء ان هرون الرشید کان یقول لموسی بن جعفر خذ فدک حتی اردها الیک فیابی حتی الح علیہ فقال علیہ السلام لا اخذها الا بحدودها قال وما حدودها قال ان حددتها لم تردها قال بحق جدک الا فعلت قال اما الحد الاول فعدان فتغیر وجہ الرشید وقال ایها قال والحد الثانی سمرقند فاربد وجہہ والحد الثالث افریقیۃ فاسود وجہہ وقال هیہ قال والرابع سیف البحر مما یلی الجزر وارمینیہ قال الرشید فلم یبق لنا شیء فتحول الی مجلسی قال موسی قد علمتک اننی ان حددتها لم تردها فعند ذلک عزم علی قتلہ صفحہ جلد ۵

اس روایت مین نہ حضرت نے فدک کو بدلا ہے نہ اوسکے دعوی سے دست بردار ہوے ہین بلکہ فرمایا ہے کہ جب تک تو اوسکو مع حدود نہ دیگا نہ لونگا۔

حد کو ہر شخص جانتا ہے کہ اصل سے خارج ہوتا ہے مثلاً کسی زمین کی حدبندی کی جاتی ہے تو اوسکی سمت مقرر کئے جاتے ہین کہ فلان سمت مین فلان شہر ہے یا زمین ہے جو اوس سے خارج ہوتی ہے تو نہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ان سب کا نام فدک ہے نہ یہی فرمایا کہ یہ سب ہبہ جناب سیدہ مین تھے۔ بلکہ فرماتے ہین کہ فدک مین اوسی وقت لونگا جب اوسکے حدود کو بھی دے۔ جس سے معلوم ہوا کہ فدک اور چیز ہے۔ حدود اوسکے دوسری چیز۔

قاموس مین ہے الحد الحاجز بین الشیئین ومنتھی الشیء یعنی حد اوس فاصل کو کہتے ہین جو دو شے کو جدا کردے۔ اور منتہی کو کہتے ہین جہان اوسکی انتہا ہو۔

اور مجمع بحارالانوار میں ہے الحد وو محارم اللہ وعقوباتہ التی قرنہا بالذنوب واصل الحد المنع والفصل بین الشیئین فکان حدود الشرع فصلت بین الحلال والحرام فمنہا مالا یقرب کالفواحش المحرمۃ مشکل

تو اب بالیقین معلوم ہوا کہ حضرت نے اوس ملک کو جسکے یہ حدود فرمائے ہین فدک نہین کہا کہ یہ سب فدک ہے بلکہ آپنے بھی ان ملکونکو اوس سے خارج کہا مگر اوس کے حدود کا آپ مطالبہ کر رہے ہین فدک کے ساتھ۔

اب رہی یہ بات کہ آپنے ان ملکون کو فدک کی حد کیون قرار دی اور اوسکا مطالبہ کیون کیا پس پہلے اسکو سمجھنا چاہئیے کہ فدک کا مطالبہ جناب سیدہ ہی نے کیون کیا تھا محض حکم خدا و رسول سے کہ یہ حق جناب سیدہ کا تھا خواہ بذریعہ وراثت ہو خواہ بذریعہ ہبہ۔ تو مطالبہ کا تعلق استحقاق سے ہوا جو بحکم خدا و رسول وارث کو یا موہوب لہ کو پیدا ہوا۔

وہی حق یہان جناب امام موسی کاظم طلب فرماتے ہین کہ اگر تو فدک کو اسوجہ سے دیتا ہے کہ ہم اوسکے حقدار ہین۔ تو حقیقت مین اوسکے حدود بھی داخل ہین کیونکہ جس حکم خدا و رسول سے ہم فدک کے مستحق ہین اوسی حکم خدا و رسول سے ہم ان ممالک کے بھی مستحق ہین جو ممالک اسلام کہلاتے ہین اور جنپر ان خلفا کا قبضہ ہے۔

کیونکہ ہارون رشید یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ہمارے آپکے اختلاف اسی فدک کی وجہ سے ہے اسکو لے لیجئے قصے طے ہو جائے حضرت فرما رہے ہین کہ یہ تیری نافہمی ہے کہ جو تو اس اختلاف کی وجہ صرف فدک کو کہہ رہا ہے حالانکہ ہمارے تیرے اختلاف اصل حقیت اور خلافت مین ہے۔

اسی اصول پر حضرت فرما رہے ہین کہ اگر دیتا ہے تو صرف فدک کیون دیتا ہے اوسکے حدود بھی دے تو معلوم ہو کچھ ایمانداری کا اثر تجھ مین ہے۔ نہ یہ کہ آپ فرماتے ہون یہ سب فدک ہے۔

یہان سب سے پہلے خیال اس طرف رجوع ہوگا کہ کیا وجہ ہوئی جناب سیدہؑ نے صرف فدک کا دعوی کیا جو نہین ملا اور جناب امام موسی کاظمؑ کو فدک مل رہا ہے اور آپ اوس کے

حدود کو اسقدر بڑھا رہے ہین کہ تمامی ممالک اسلامیہ پر دعوی کرتے ہین ۔

مگر جب آپ باخود ہا کے تعلقات وحالات پر تاریخی حیثیت سے غور کرینگے تو فرق معلوم ہوگا کیونکہ فتح الباری مین ہے هذا یویّد ما تقدم من انها لم تطلب من جمیع ما خلف وانما طلبت شیئاً مخصوصاً ص۱۲۱ جلد ۳

یعنی جناب سیدہؑ نے کل متروکہ رسول کا مطالبہ نہین کیا تھا بلکہ اوس سے خاص چیز کا مطالبہ کیا تھا ۔

جس سے معلوم ہوا کہ مطالبہ کا تعلق منجملہ متروکات رسول اللہ ایک جزو خاص سے تھا کہ حضرتؑ نے اوسکو طلب کیا اور ابوبکر نے نہ مانا ۔ تو اب مطالبہ جناب موسی کاظم کا فدک سے ترقی کرنا اور اوسکے حدود خارجہ کا مطالبہ ضرور کسی خاص وجہ سے تھا ۔

کیونکہ ہارون رشید خاندان بنی عباس سے ہے جنمین قبل اسلام اور بعد اسلام ایسا اتحاد واتفاق رہا کہ کل ایک خاندان گنا جاتا ۔ اگرچہ حضرت عباس بظاہر قبل از ہجرت رسول اللہؐ مشرف بہ اسلام نہین ہوے تھے ۔ مگر وہ ہر طرح حضرتؐ کے خیرخواہ تھے کیونکہ رسول اللہؐ اور جناب امیرؑ اونکے برادر زادہ تھے جو سلوک عام طور پر چچا کا بھتیجے کے ساتھ ہوتا تھا وہی باخود ہا برتاو تھا یہانتک کہ بعد وفات رسول اللہؐ جب جناب امیرؑ نے تجہیز وتکفین کا سامان شروع کیا تو حضرت عباس نے کہا تم ہمسے بیعت لے لو کہ کہنے کو ہو جائے عم رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی ہے چنانچہ تاریخ کامل مین ہے ص۲۹ جلد ۳

وقال لصهیب صل بالناس ثلاثة ایام وادخل هولاء الرهط بیتا وقم علی رؤسهم فان اجتمع خمسة وابی واحد فاشدخ راسه بالسیف وان اتفق اربعة وابی اثنان فاضرب رؤسهما وان رضی ثلاثة رجلا فحکموا عبد الله بن عمر فان لم یرضوا بحکم عبد الله بن عمر فکونوا مع الذین فیهم عبد الرحمن بن عوف واقتلوا الباقین ان رغبوا عما اجتمع فیه الناس فخرجوا فقال علی لقوم معه من بنی هاشم ان اطیع

فیکم قومکم لم تومروا ابدا وتلقاہ عمہ العباس فقال عدلت عنا فقال وما علمک قال قرن بی عثمان قال وکونوا مع الاکثر فان رضی رجلان رجلا ورجلان رجلا فکونوا مع الذین فیہم عبد الرحمن فسعد لا یخالف ابن عمہ وعبد الرحمن صہر عثمان لا یختلفون فیولیہا احدہما الاخر فلو کان الاخران معی لم ینفعانی فقال لہ العباس لم ارفعک فی شیٔ الا رجعت الیّ مستاخرا بما اکرہ اشرت علیک عند وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تسالہ فیمن ہذا الامر فابیت فاشرت علیک بعد وفاتہ ان تعاجل الامر فابیت فاشرت علیک حین سماک عمر فی الشوری ان لا تدخل معہم فابیت احفظ عنی واحدۃ کل ما عرض علیک القوم فقل لا الا ان یولوک واحذر ہولاء الرہط فانہم لا یبرحون یدفعوننا عن ہذا الامر حتی یقوم بہ لنا غیرنا وایم اللہ لا ینالہ الا بشر لا ینفع معہ خیر فقال علی اما لئن بقی عثمان لاذکرنہ ما اتی ولئن مات لیتداولونہا بینہم ولئن فعلوا لتجدنی حیث یکرہون ثم تمثل۔

حلفت برب الراقصات عشیۃ غدون خفافا فابتدرن المحصبا
لیحتلبا رہط ابن بعمر فارسا نجیعا بنوالشداخ وردا مصلبا

والتفت فرای اباطلحۃ فکرہ مکانہ فقال ابوطلحۃ لن تراع ابالحسن۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمر نے اپنے مرنے کے بعد جو خلافت کا انتظام کیا تو صہیب سے کہا کہ تین روز تک تم اقامت جماعت کرنا اور ان لوگون کو جنہیں نامزد خلافت کیا ہے ایک مکان مین جمع کرنا اور اونکے سر پر کھڑے رہنا اگر پانچ کی راے ایک طرف ہو تو چھٹے کو قتل کرنا اور اگر چار ایک طرف ہون تو دو کو مار ڈالنا۔ اور اگر تین آدمی ایک طرف ہون تین ایک طرف تو ہمارے فرزند عبد اللہ کو حکم مقرر کرنا اگر اوسکے فیصلہ پر بھی راضی نہون تو اوس طرف مین خلیفہ ہوگا جس طرف عبد الرحمن بن عوف ہون اور باقی لوگون کو قتل کر ڈالنا اگر

مخالفت کرین۔ جب لوگ وہان سے اوٹھے تو حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیون سے بنی
ہاشم سے کہا کہ جب تک ہم قوم کی اطاعت کرتے رہینگے کبھی ہمکو خلیفہ نہ ہونے دینگے۔ اس بیچ
مین حضرت عباس سے ملاقات ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ اسدفعہ بھی خلافت
ہمسے گئی۔ پوچھا کیونکر۔ کہا کہ ہمارے ساتھ عثمان کو بھی شریک کیا ہے اور اسکا بھی حکم دیا
ہے کہ جدہر غلبہ رائے ہو اوسی طرف خلافت ہو اور اگر دو آدمی نے ایک ایک کو منتخب کیا
تو اوس طرف رہنا چاہیئے جدہر عبدالرحمن بن عوف ہون تو سعد بن ابی وقاص اپنے
ابن عم کو نہ چھوڑینگے۔ اور عبدالرحمن صہر عثمان ہین جنمین اختلاف نہین ہوسکتا لہذا یا
عثمان خلیفہ ہونگے یا عبدالرحمن بن عوف۔ اب اگر ہمارے ساتھ دو آدمی رہے بھی
تو کوئی فائدہ نہین۔

حضرت عباس نے کہا جب ہمنے تمکو اوٹھایا تو تم پیچھے پھرکے ہمارے پاس آئے وقت
وفات رسول اللہ کہا تھا کہ حضرت سے دریافت کرو تمنے انکار کیا (یہ حصہ بالکل غلط ہے
مورخ نے مزید ایمان داری سے بڑھایا) بعد وفات رسول ہمنے تمسے کہا کہ جلد بیعت لے لو تو
تمنے انکار کیا۔ جب عمر نے تمہارا نام شوری مین لیا اوس وقت بھی ہمنے کہا کہ تم اون مین نہ شامل
ہو۔ اس سے بھی انکار کیا۔ اب ایک ہی بات رہ گئی کہ جب تک وہ لوگ تمھاری خلافت
نہ قبول کرین تم اون کی کوئی بات نہ مانو۔ اور اس قوم سے حذر کرتے رہو کہ یہ لوگ ہمیشہ ہمسے
اسکو علحدہ کرتے رہینگے یہانتک کہ کوئی غیر اسکے ساتھ قائم ہو۔ قسم بخدا نہ پاؤ اس خلافت کو
مگر بشر جسکے ساتھ کوئی فائدہ نہوگا حضرت علیؑ نے کہا اگر عمر زندہ رہے تو ہم اس ترکیب کو اونھین
ضرور یاد دلائینگے اور اگر وہ مر گئے تو ضرور یہ لوگ باہم خود ہامین تقسیم کر لینگے اور ہمکو ایسے حال مین
ڈالینگے جس سے وہ کراہت کرینگے۔
اسکے بعد جو حضرت نے مڑکر دیکھا تو ابو طلحہ انصاری پیچھے پیچھے آرہا ہے جس سے حضرت کو کراہت
ہوئی (کہ یہ کیون ساتھ ہوا کیونکہ عمر صاحب نے اسی کو پچاس آدمی کے ساتھ مقرر کیا تھا اپنی وصیت
کے انفاذ کیلئے) جسپر ابو طلحہ نے کہا کچھ خوف نہ کرو اے ابوالحسن صفحہ ۲۶ جلد ۳
اس واقعہ سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ اس خاندان مین باہم خود ہا کس قسم کا اتحاد

واتفاق تھا کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے ص ۲۴

ثم خرجوا فاتی المغیرۃ بن شعبہ فقال اتری یا ابابکر ان تلقوا العباس فتجعلوا
له فی هذا الامر نصیبا یکون له ولعقبه وتکون لکما الحجة علی علیؑ وبنی
هاشم اذا کان العباس معکم قال فانطلق ابو بکر وعمر وابو عبیدة حتی
دخلوا علی العباس رضی الله عنه فحمد الله ابو بکر واثنی علیه ثم قال ان
الله بعث محمداً صلی الله علیه وسلم نبیا وللمومنین ولیّا فمنّ الله تعالی
بمقامه بین اظهرنا حتی اختار له الله ما عنده فخلی علی الناس امرهم
لیختاروا لانفسهم فی مصلحتهم متفقین لا مختلفین فاختارونی علیهم والیا
ولامورهم راعیا وما اخاف بحمد الله وهنا ولا حیرة ولا جبنا وما توفیقی
الا بالله العلی العظیم علیه توکلت والیه انیب وما زال یبلغنی عن طاعن
یطعن بخلاف ما اجتمعت علیه عامة المسلمین فیتخذونکم لجأ فا
فاحذروا ان تکونوا جهة المنیع فاما دخلتم فیما دخل فیه العامة او
دفعتموهم عما مالوا الیه وقد جئناک ونحن نرید ان نجعل لک فی
هذا الامر نصیبا یکون لک ولعقبک من بعدک اذ کنت عم رسول
الله وان کان الناس قد راوا مکانک ومکان اصحابک فعدلوا
الامر عنکم علی رسلکم بنی عبد المطلب فان رسول الله منا ومنکم
ثم قال عمر ای والله واخری انا لم نأتکم حاجة منا الیکم ولکنا کرهنا
ان یکون الطعن منکم فیما اجتمع علیه العامة فیتفاقم الخطب بکم وبهم
فانظروا لانفسکم ولعامتکم. فتکلم العباس فحمد الله واثنی علیه
ثم قال ان الله بعث محمدا کما زعمت نبیا وللمومنین ولیا فمنّ الله
بمقامه بین اظهرنا حتی اختار له ما عنده فخلی علی الناس امرهم
لیختاروا لانفسهم مصیبین للحق لا مائلین عنه بزیغ الهوی فان کنت
برسول الله طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن

منہم متقدمون فیہم وان کان ہذا الامر انما یجب لك بالمومنین فما وجب

اذکنا کارہین فاما ما بذلت لنا فان یکن حقاً لك فلاحاجۃ لنا فیہ

وان یکن حقاً للمومنین فلیس لك ان تحکم علیہم وان کان حقنا لم

نرض عنك فیہ ببعض دون بعض واما قولك ان رسول اللہ منا ومنکم

فانہ قد کان من شجرۃ نحن اغصانہا وانتم جیرانہا - منہ

یعنی ابوبکر و عمر مغیرہ بن شعبہ کے پاس آئے تو مغیرہ نے کہا اگر تمھاری رائے ہو ابوبکر تو چلیے

حضرت عباس کے پاس اور اونکا کچھ حصہ مقرر کرین اور اون کی اولاد کیلئے بھی جس سے تمکو

حضرت علیؑ اور بنی ہاشم پر ایک طرح کی حجت حاصل ہو جبکہ عباس تمھارے ساتھ ہو جائین۔

ابوبکر عمر ابو عبیدہ یہ سنکر حضرت عباس کے پاس آئے اور ابوبکر نے بعد حمد و صلوٰۃ کہا کہ خدا نے

محمدؐ کو برسالت مبعوث کیا جو اوسکے نبی اور مومنین کے ولی تھے۔ جب خدا نے اونکو وفات

دی تو حضرت نے اس امر خلافت کو رعایا کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہیں

اختیار کرین جس مین وہ متفق ہون اور مختلف نہون۔ تو اون لوگون نے ہمکو والی بنایا اور

اپنے امور کا راعی اور ہمکو بحمد اللہ نہ کسی طرح کے وہن کا خوف ہے نہ حیرت کا نہ جبن کا۔ خدا

کی توفیق پر اعتماد ہے اور ہمکو برابر اس قسم کی خبرین پہونچتی ہین کہ جو لوگ عامہ مسلمین کے

انتخاب کے خلاف ہین وہ اس امر پہ طعن کرتے ہین اور تملوگون کو اپنا پشت و پناہ بناتے ہین

لہذا یا تو آپ بھی اوس مین داخل ہو جائے جسمین سب داخل ہوئے ہین (ہماری خلافت قبول

کر لیجئے) یا اون لوگون کو اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ اور ہملوگ اسلئے آئے ہین کہ اوس خلافت

مین کچھ حصہ آپکا مقرر کرین جو آپکے بعد آپکی اولاد کے بھی کام آئے کیونکہ آپ عم رسول ہین

اگرچہ لوگون نے باوصفیکہ آپکی قدر و منزلت کو دیکھا ہے مگر اسپر بھی سب نے خلافت کو آپلوگون سے

علحدہ کر دیا۔ اپنی جگہ پر رہو اے فرزندان عبدالمطلب کیونکہ رسول اللہؐ ہمسے بھی ہین اور

تمسے بھی۔

پھر عمر نے کہا ہان قسم خدا کی ہم اس غرض سے نہین آئے ہین کہ ہمکو کوئی حاجت ہو تمھاری

طرف مگر ہمکو یہ بات بری معلوم ہوئی ہے کہ تملوگون کی طرف سے طعن ہو اوس بات پر جسپر

عامہ کا اجماع ہوا ہے۔ جس سے ممکن ہو کہ خلل عظیم ہو تمھارے لئے اور اونکے لئے لہذا نظر کرو
اوس مین جو تمھارے لئے اور عامہ کیلئے مفید ہو۔

حضرت عباس نے بعد حمد خدا کے کہا کہ بیشک خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا اور مومنین کیلئے
ولی اور وہ اس امر کو یونہی چھوڑ گئے تا کہ اختیار کرین اپنی نفس کیلئے اس حالت مین کہ وہ حق
پانے والے ہون۔ نہ کہ اپنی خواہش اور کجروی سے اوس سے عدول کرنیوالے ہون پس
اگر تونے اس خلافت کو رسول اللہ ؐ کے ذریعہ سے طلب کیا ہے تو ہمارا حق تو نے لیا اور اگر
بذریعہ مومنین طلب کیا۔ تو ہم اونھین مومنین سے ہین اور متقدم ہین اون مین اور اگر بوجہ مومنین
تمپر خلافت واجب ہوئی تو جب ہم اوس سے کراہت کرتے ہین پھر تمپر واجب کیونکر ہوئی۔ رہی وہ
بخشش تم ہمکو دیتے ہو۔ تو اگر اپنے حق سے دیتے ہو تو ہمکو اوسکی حاجت نہین اور اگر وہ
حق مومنین ہے تو تجھے جائز نہین کہ اونپر تحکم کرے اور اگر ہمارا حق ہمکو دیتے ہو تو ہم ہرگز اسپر راضی نہین
ہین کہ بعض حق کو لین اور بعض کو چھوڑ دین۔
رہا یہ جو تمنے کہا کہ رسول اللہ ؐ ہمسے اور تمسے دونون سے ہین۔ تو رسول اللہ اوس درخت
سے ہین جسکی ہم ڈالیان ہین۔ اور تم اوسکے آس پاس والی زمین،،
اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خاندان حضرت عباس کو کس طرح کی خصوصیت
جناب امیرؑ سے تھی کہ ابتدا سے ایک ہی خاندان محسوب ہوتا کہ ہرچند ابو بکر عمر نے چاہا کچھ طمع مال دیکر
حضرت عباس کو جناب امیرؑ سے علحدہ کرین مگر اونھون نے قبول نہ کیا بلکہ ایسی برجستہ تقریر کی کہ
عمر ابو بکر دونون مبہوت رہے۔ پھر کیونکر نہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رون الرشید سے حقیقت حال
کو ظاہر کرتے کہ تو صرف فدک دیکر کیا اپنی مخلصی چاہتا ہے۔

اس تحریر سے جہان روابط خاندانی جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین ظاہر ہوئی۔ وہان شیخین
کی چال اور تفرقہ پردازی بھی ظاہر ہوئی کہ کس طرح چاہا حضرت عباس کو کچھ حقوق دیکر طرفداری
جناب امیرؑ سے علحدہ کرین جو آجکل کے روزمرہ کے واقعات مین مشاہدہ ہوتا رہا ہو کہ دول یورپ
کس طرح سلطنت ترکی کا حصہ بخرہ کر رہی ہین اور اوسکے اجزا وارکان کو کسطرح علحدہ کرتے ہین
جس سے اہل عقل سمجھ سکتے ہین کہ دول یورپ کسی نئے امر کے موجد نہین ہین بلکہ وہی سنت

قدیمہ ہے جو عبد شمس سے جاری ہوا کہ حقدار کو جسطرح ہو سکے محروم کرین اور تفرقہ ڈالین۔

مولوی صاحب کو ابتدائی حالات خلافت بنی عباس بھی معلوم ہونگے کہ یہ خلافت صرف بنی عباس کی تنہا کوشش سے نہین قایم ہوئی۔ بلکہ خاندان جناب امیرؑ اور بنی عباس کی متفقہ کوشش کا نتیجہ تھا جس بن بنی عباس نے فرزندان جناب امام حسنؑ کی بیعت کی تھی اور اوسی کی بدولت یہ خلافت حاصل ہوئی۔ مگر بعد حصول خلافت اون سبکو محروم بلکہ قتل کیا دیکھیے تاریخ کامل مین ہے صفحہ ۲۰۵ جلد ۵

وعثمان بن محمد بن خالد بن الزبیر ہرب بعد قتل محمد فاتی البصرۃ فاخذ منہا واتی بہ المنصور فقال لہ ہیہ یا عثمان انت الخارج علی محمد قال بایعتہ انا وانت بمکۃ فوفیت ببیعتی وغدرت ببیعتک۔

یعنی ۱۴۵ھ مین جو منصور دوانیقی اور حضرت محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ مین جنگ ہوئی۔ اور حضرت محمد بمقام فخ شہید کئے گئے تو حضرت محمد کے ہمراہیون سے عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر بھی تھے۔ یعنی زبیر کے پروتے۔ وہ شہادت محمد کے بعد بصرہ چلے گئے وہان سے گرفتار ہوکر منصور دوانیقی کے پاس لائے گئے تو منصور نے پوچھا کیا تمنے بھی محمد کے ساتھ ہمپر خروج کیا تھا۔ تو عثمان مذکور نے جواب دیا ہمنے اور تمنے دونون نے بمقام مکہ۔ محمد کی بیعت کی تھی۔ ہم اپنی بیعت پر قائم رہے اور تمنے بیعت کو توڑ دیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ جو مشورہ ۱۰۰ھ مین ابتداءً تحصیل خلافت کیلئے ہوا تھا اوسمین پہلی بیعت انھین کی ہوئی تھی یعنی محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؑ کی۔ مگر جب خلافت کا وقت آیا ۱۳۲ھ مین تو محمد بن عبداللہ نہ ملے۔ ابو حمید نے۔ ابو السفاح اول خلیفہ عباسی کی بیعت کی اور سلسلہ خلافت بنی عباس قائم ہوا۔

غرض جناب امام موسیٰ کاظمؑ کا مطالبہ بربنیاد اوس دعوی کے تھا جو تمامی ائمہ اطہار کو ہمیشہ سے رہا کہ خلافت ہمارا حق ہے اور جسنے ہمسے لیا بظلم و غصب خواہ ابوبکر ہون یا عمر یا بنی عباس کیونکہ تمامی بنی عباس کو ہمیشہ سے اسکا اقرار تھا کہ یہ خلافت حق جناب امیرؑ و اہلبیت طاہرین ہے چنانچہ جس روز پہلے پہل بیعت ابو السفاح ہوئی ہے اور خطبہ خلافت پڑھا گیا ہے اوس روز

بھی اسکا اقرار کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مین ہے۔

وقام عمه داؤد علی مراقی المنبر فقال الحمد لله شکرا ... الا وانه ماصعد منبر کم هذا خلیفة بعد رسول الله الا امیر المومنین علی بن ابیطالب وامیر المومنین عبد الله بن محمد واشار بیده الی ابی السفاح وقال فی اخر کلامه ایها الناس انه والله ماکان بینکم وبین رسول الله خلیفة الا علی بن ابیطالب وامیر المومنین الذی خلفی ثم نزل صـ۱۵۵ جلد ۵

یعنی جب ابو السفاح خطبہ پڑھ چکے تو اونکے چچا داؤد منبر پہ گئے اور بعد حمد و نعت کے ایک طولانی خطبہ پڑھا جسکے آخر مین کہا کہ جان رکھو اس منبر پہ دو ہی خلیفہ نے قدم رکھا ہے ایک امیر المومنین علی ابن ابیطالب دوسرے یہی عبد اللہ بن محمد ابو السفاح۔ پھر آخر کلام مین کہا کہ قسم خدا کی رسول اللہ اور تملوگون کے درمیان مین دوسرا کوئی خلیفہ نہین ہوا بجز امیر المومنین علی بن ابیطالب اور اس خلیفہ کے جو ہمارے پیچھے ہے"۔

جس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک عقیدہ بنی عباس یہی تھا کہ بجز جناب امیرؑ اور کوئی خلیفہ بحق نہین ہوا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام موسی کاظمؑ اظہار حق مین سکوت فرماتے۔ بلکہ ضرور تھا کہ اصل دعوی کو ظاہر کرین کہ ہمکو صرف فدک کا مطالبہ نہین ہے۔ بلکہ ہمکو تو خلافت کا دعوی ہے۔

آپنے شاید تاریخ الخلفا سیوطی مین دیکھا ہوگا بذیل ذکر منصور دوانیقی وهو اول من اوقع الفرقة بین ولد العباس وولد علی وکان قبل ذلک امرهم واحدا صـ۱۰۳

کہ منصور دوانیقی پہلا شخص ہے جسنے تفرقہ ڈالا اولاد جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین ورنہ پہلے ان لوگون کا امر ایک تھا۔

پھر جب قدیم الایام سے اولاد جناب امیرؑ اور حضرت عباس مین اتحاد تھا کہ دونو کے امور ایک تھے تو کیا ممکن تھا کہ ہارون رشید اصل دعوی سے بیخبر ہو اور حضرت اوسکو ظاہر نہ کرین دیکھئے اوسی تاریخ الخلفا مین ہے۔

واخرج الصولی عن اسحاق الهاشمی قال کنا عند الرشید فقال بلغنی ان العامة یظنون فی بغض علی بن ابیطالب ووالله ما احب احدا حبی له ولکن هولاء اشد الناس بغضاً لنا وطعنا علینا وسعیاً فی فساد ملکنا بعد اخذ ناثارهم وساهمتنا ایاهم ما حویناه حتی انهم لامیل الی بنی امیة منهم الینا فاما ولده لصلبه فهم سادة الاهل والسابقون الی الفضل ولقد حدثنی ابی المهدی عن ابیه المنصور عن محمد بن علی عن ابیه عن ابن عباس انه سمع النبی یقول فی الحسن والحسین من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی وسمعه یقول فاطمه سیدة نساء العالمین غیر مریم بنت عمران واسیه بنت مزاحم صـ۱۹۹ مطبوعہ لاہور

یعنی اسحق ہاشمی راوی ہے کہ ہارون رشید نے کہا ہمکو خبر پہونچی ہو کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ ہم دشمن علی بن ابیطالبؑ ہین حالانکہ قسم بخدا ہمسے بڑھکر کوئی اونکا دوست رکھنے والا نہین ہے مگر یہ لوگ سب سے زیادہ ہمارے دشمن ہین اور ہمپر طعن کرتے ہین اور فساد ملک مین کوشان ہین۔ حالانکہ ہمنے اونکا انتقام لیا دشمنون سے اور ہر طرح اون سے سلوک کیا۔ مگر یہ لوگ بنی امیہ کی طرف زیادہ مائل ہین بہ نسبت اسکے کہ ہماری طرف مائل ہون۔ رہے وہ لوگ جو اولاد جناب امیر کی صلبی تھے تو وہ ہر طرح سادات اہل سے تھے اور سابقین فضل کی طرف۔ ہمسے ہمارے باپ مہدی نے حدیث بیان کیا کہ ابن عباس نے سنا آنحضرت کو فرماتے ہوے حسنؑ وحسینؑ کے بارہ مین کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اوسنے ہمسے محبت کی اور جس نے اون سے عداوت کیا اوسنے ہمسے عداوت کی اور جناب سیدہؑ کے بارہ مین فرمایا کہ فاطمہؑ سیدۃ نساء العالمین ہین بہ استثنا مریم بنت عمران واسیہ بنت مزاحم۔

غرض چونکہ خاندان بنی عباس ابتدا سے انتہا تک مدعی محبت وولاے اہلبیت طاہرین تھا اور باوصف قتل وغارت وہ حقیت اہلبیت اطہار کے مقر تھے لہذا جناب امام موسی کاظمؑ

نے اوسکو متنبہ کیا کہ تو تو جانتا ہے ہماری حقیت کا قائل ہے پھر کیون صرف فدک دیتا ہے
اور اوسکے ان حدود کو بھی نہین دیتا کیونکہ فدک پر ہماری حقیت بھی بقول خدا و رسول
ہے ۔ پھر اوسی قول خدا و رسول سے ہمارے کل حقون کو کیون نہین حوالہ کرتا ۔
معاملہ فدک کچھ تازہ امر نہ تھا ۔ بلکہ ابتدائے قبضہ و دخل سے اسکے حالات سبکو معلوم تھے ۔
کیونکہ یہ وہی فدک تھا جسپر رسول اللہ قابض ہوئے اور جناب سیدہ کو ہبہ کیا ۔
یہ وہی فدک ہے جس سے ابوبکر و عمر نے جناب سیدہ کو محروم کیا اور ہمیشہ وہ معصومہ انکے ظلم
وستم کی شاکی رہین ۔
یہ وہی فدک ہے جسے عثمان نے اپنے داماد مروان کو جاگیر مین دیا اور عمر بن عبد العزیز نے اوسکو
واپس کیا ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۱
پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اوسکے نسبت یہ دعوی کرتے اور ہارون ساکت رہتا بجز اسکے کہ
وہ حضرت کے اصلی مطلب کو سمجھا تھا کہ حضرت اس حیثیت سے فرماتے ہین ۔
**قولہ** اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد
اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی
اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے اسپر یہودیون کے قبضے مین ابو ہالہ کے
مرنے کے بعد تھی ۔ پس اوسکو خدا و رسول نے اپنے لئے فئے بغیر جنگ و جدل کے
کرلیا ۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہ ع کو
دیدو ۔
**اقول** ۔ ہان یہ دوسری روایت ہے اور اگر بطریق صحیح یہ حدیث ثابت ہو تو
اس مین کسیکو عذر نہین ہوسکتا ۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے جو کسی سلطنت پر قبضہ کرتا ہے
تو ہمیشہ اوسکے اون حدود کا مطالبہ رہتا ہے جو کسی وقت مین اوسکے حدود
مین داخل تھا ۔ پس اگر قبضہ یہود مین یہ مقامات تھے تو ضرور اوسکا دعوی ہوگا ۔ اور
چونکہ وہ مقامات اہل اسلام کے قبضہ مین آچکے تھے لہذا اوسکا دعوی صحیح ہے ۔
مگر اصل وہی ہے جو پہلے مرقوم ہوا کہ حضرت کا دعوی اس حیثیت سے تھا کہ وہ

چاہتا تھا آپکے حقوق کو ادا کریں نہ اس حیثیت سے کہ یہ سب فدک ہے۔

**قال**۔ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دو تو حد بندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کیں ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلیے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہانتک مسلمانون کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جس طرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اوخین لوگون کے سپرد کر دیا تھا جنسے صلح کیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوس مین سے نصف وہ لوگ لیلیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیدیا کرین۔ چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کیلئے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کر دیتے۔

**اقول** افسوس کہ آپ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہین کہ وہ اسکو خلاف تصریح اہل لغت فرماتے ہین پھر حملہ بیجا نہین تو کیا ہے جو آپ فرماتے ہین "کہ وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین" کیونکہ یہ واقعہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جو فرماتے ہین کہ جب تک فدک کو مع حدود نہ دیگا نہ لونگا۔ اور مطالبہ فدک تو قدیم الایام سے ہے کہ یہ مقامات فتح بھی نہ ہوے تھے پھر دونون کو مرادف سمجھنا کیسی دانشمندی ہے۔

نہ جناب امام ؑ خلافت اور فدک کو مرادف سمجھتے ہین نہ ملا صاحب کیونکہ وہ بھی صاف صاحب لکھتے ہین "گویا اون سب کا دعوی تھا" تو بیشک دعوی سب کا تھا علحدہ علحدہ نہ بحیثیت مرادفت ۔

افسوس ہے کہ آپنے اسپر نہین غور کیا کہ یہ مطالبہ جناب امام موسیٰ کاظم کا ہے جسکی وجہ ہم بتا آئے ہین کہ چونکہ خلفاے بنی عباس مدعی اتحاد و اتفاق تھے اور حقیت ائمہ اطہار کے قائل تھے اسلئے حضرت نے فرمایا اگر دیتا ہے تو مع حدود دے ۔ مگر حضرت نے یہ نہین فرمایا کہ جناب سیدہ کا مطالبہ بھی اسی حیثیت سے تھا کیونکہ وہ معصومہ تو صرف فدک کی طالب تھین نہ اوسکے حدود کی نہ کل اون متروکات کی جو رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے پھر آپ خلط مبحث کرکے کیون حق مشتبہ کر رہے ہین ۔

انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ حق کا پابند رہے کہ اوس سے درگذر نہ کرے ۔ نہ یہ کہ اپنی غرض کیلئے بات کو مشتبہ اور مخلوط کرے ۔ مطالبہ جناب سیدہ کو علحدہ رہنے دیجیے جو بر بنیاد ہبہ اور میراث ہے کہ حضرت اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین جو آنحضرت نے آپکو دیا تھا یا بحیثیت میراث پہونچا تھا ۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم کا مطالبہ بحیثیت اوس اظہار خصوصیت کے ہے جسکا اظہار ہارون رشید کرتا تھا کہ ہم آپکے حقوق آپکو دیدینگے ۔

رہا جو کچھ آپنے فدک کی محاصل اور انتظام کی نسبت لکھا ہے تو اوسکی حقیقت آیندہ معلوم ہو گی کہ کیونکر فدک قبضہ مین آیا اور اسکا کیا انتظام تھا ۔

**قال** اگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوسکا ہوتا ہے ۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی ۔

**اقول** تو روایات اہلسنت اور روایات شیعہ مین یہی فرق ہے کہ اہلسنت کچھ مقدار محاصل فدک نہین مقرر کرتے بلکہ وہ کہتے ہین کہ نصف پیداوار حضرت کو اہل فدک دیا کرتے تھے اور روایات شیعہ مین اسکی تحدید موجود ہے کہ چوبیس ہزار دینار سالانہ دیا کرین جو بحساب ہندوستان ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔

مگر نہ معلوم آپکو اسپر اعتراض کیا ہے کیونکہ روایات اہلسنت سے اگر عہد رسول اللہ مین اسکی مقدار معین نہین معلوم ہوتی تو عہد عمر بن العزیز مین اوس مقدار کی تعداد تو خود سنن ابو داؤد سے معلوم ہوگی کیونکہ سنن ابو داود مین ہے صفحہ جلد ۲ مطبوعہ مطبع نولکشور

حدثنا عبد اللہ بن الجراح نا جریر عن المغیرہ قال جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج فیہا ایمہم وان فاطمہ سألتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل فیہا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیہا بمثل ما عمل حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز ثم قال یعنی عمر بن عبد العزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ علیہا السلام لیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہا علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو داؤد ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ وغلتہ اربعون الف دینار وتوفی وغلتہ اربع مائۃ دینار۔

یعنی عبد اللہ بن الجراح روایت کرتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک خاصہ رسول اللہ ؐ تھا جس سے صغراے بنی ہاشم پر اوس سے انفاق کرتے اور عورتون کی تزویج کرتے۔ جناب سیدہ ؑ نے

اوسکی خواہش کی تھی کہ آنحضرت آپکو دیدین مگر حضرت نے انکار کیا عہد رسول اللہ تک یہی اسکی حالت رہی۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوے تو وہ بھی اسی طرح عمل کرتے رہے پھر عمر بھی اسی طرح کارروائی کرتے۔ اسکے بعد مروان نے اوسکو اپنی جاگیر مین لیلیا اوسکے بعد وہ عمر بن عبدالعزیز کے حصہ مین آیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اسکے بعد کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے جناب سیدہ کو منع کیا اوسکے نسبت ہمکو کوئی حق نہین ہے لہذا ہم اوسی حالت پر رد کرنا چاہتے ہین جس حالت پر عہد رسول مین تھا۔

ابوداؤد (مولف کتاب) کہتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوے تو اوسکی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ اور اونکی وفات کے وقت چار سو دینار تھی"

مولوی صاحب کو اسپر تو تعجب آتا تھا کہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اوسکی ۲۴ ہزار دینار آمدنی لکھی تھی مگر ابوداود کی روایت تو اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار بتاتی ہے۔ تو کیا اوسپر بھی آپ تمسخر کرینگے۔ حالانکہ سنن ابوداؤد آپکی صحاح ستہ مین داخل ہے۔

یہ روایت اگرچہ دیگر روایات کے بعض مضامین کے خلاف ہے مگر ہمکو اوس سے مطلب نہین ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ خود روایات اہلسنت سے بھی آمدنی فدک کا چالیس ہزار دینار معلوم ہوا۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے جو چوبیس ہزار دینار کی تعداد لکھی ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ عام قاعدہ ہے غلہ کا نرخ کبھی یکسان نہین رہتا۔ بلکہ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے چنانچہ خود اسی روایت ابوداؤد مین اسکی تصریح موجود ہے کہ ابتداے خلافت عمر بن عبدالعزیز مین اوسکی مقدار چالیس ہزار دینار تھی۔ اور بوقت وفات اوسکی مقدار چار سو دینار ہوگئی تھی حالانکہ زمانہ خلافت عمر بن عبدالعزیز دو برس پانچ مہینہ رہا ہے جیسا کہ تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۵۸ جلد ۲

پس جب صرف ڈھائی برس مین یہ تغیر ہوگیا کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی وہ چار سو دینار ہوگئی تو اسپر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے کہ حضرت کے زمانہ مین چوبیس ہزار دینار تھی۔

اسی سے ان روایات اہلسنت کی بھی تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت نے اوسکا انتظام یون کیا تھا کہ نصف حاصل دیا کرین۔ کیونکہ ممکن ہے پہلے یہ انتظام ہو بعد اوسکے نقد ہی ہوگیا ہو یا جو خرما اوس کا آتا تھا اوسکی قیمت چوبیس ہزار دینار ہوتی ہو۔

زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کتاب مستطاب تشئید المطاعن کا حوالہ دیا کہ اوسمین سنن ابو داؤد سے یہ روایت منقول ہے۔ مگر اوسکا کوئی جواب نہین دیا کہ آخر یہ حوالہ غلط ہے یا کیا۔

حالانکہ اونکا فرض تھا کہ اسکی حقیقت ظاہر کرتے کہ سنن ابو داؤد کی یہ عبارت غلط ہے یا صحیح جس سے بہت کچھ اصل امر پر روشنی پڑتی۔ کیونکہ آپنے فدک کی تحقیقات مین لکھا تھا کہ وہ ایک گاؤن تھا جسکی تحقیقات ہم کر آئے ہین کہ قاموس مین قریہ بمعنی مصر جامع ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ محض گاؤن نہ تھا بلکہ ایک اچھا آباد شہر تھا جس مین ایک زمانہ مین بادشاہ بھی رہتا تھا۔ اوسکی تصدیق بھی اس سے ہوگئی کہ جس مقام کی آمدنی چالیس ہزار دینار ہو وہ صرف ایک گاؤن نہین ہوسکتا۔

# رسالہ فدک پشاوری

اب ہم یہان تھوڑی دیر کیلئے ایک مشہور رسالہ فدک کی بھی سیر کرتے ہین جسے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروون نے بڑے زور شور سے پشاور سے شایع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے صـ ۲

"بحث فدک" سب سے پہلے خارجی دلائل سے اسپر بحث کرتا ہون پھر دلائل قرآن مجید اور اسکے معانی اور اسکی اصطلاحات وغیرہ متعلقات پر تقریر کرونگا۔ اور اون آیتون پر بحث کرونگا جنپر علماء شیعہ اور اہل سنت مین بڑی بڑی بسیط بحثین ہو چکی ہین۔

(۱) مطابق روایات شیعہ آمدنی فدک چوبیس ہزار دینار سالانہ تھی (دیکھو حیات القلوب مجلسی) دینار پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے آمدنی فدک مطابق سکہ مروجہ انگریزی ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کی جائداد ہوئی۔ پھر کیا اسقدر بڑی جائداد رسول خدا نے اپنی بیٹی کو دیدی۔ یا ہبہ فرمائی یہ اسراف نہین؟ اور قرآن مجید مین جہان اس آیت کا ذکر ہے۔ جس آیت سے شیعہ ہبہ فدک پر

استدلال کرتے ہین ۔ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ۔ اسمین یہ آیت اسکے بعد ہی واقع ہے ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (پ ۱۵ ر ۳-۲)

اب بتلاؤ اپنی بیٹی کو اسقدر جائداد دینا اسراف مین داخل ہے ۔ یا نہ ۔

**اقول** افسوس اسپر نہ خیال ہوا کہ جس خدانے دنیا کی اسقدر مذمت کی اوس خدانے رسول کو اسقدر کیون دیا کہ فدک اوسکا ساتوان حصہ ہے ۔ کیونکہ تحقیق سابق سے معلوم ہوچکا ہے کہ متروکات رسول مین ایسے سات مقامات تھے جن مین سے ایک فدک بھی تھا پس جس طرح خدانے باوصف مذمت دنیا اسقدر اپنے رسول کو دیا اوسی طرح رسول نے اوس عطیہ خداوندی کا ایک حصہ اپنی پارہ جگر کو بھی عطا کیا ۔

(۲) اگر اسکا نام اسراف ہے تو اول ملزم اوسکا خداوند عالم قرار پاتا ہے جسنے اسقدر مذمت دنیا کے ساتھ اسقدر اپنے رسول کو دیا حالانکہ خدا جانتا تھا کہ بقول کفار ومنافقین نہ رسول کے کوئی اولاد ہے نہ وہ اولاد صاحب احتیاج ہے ۔ نہ اوس اولاد کو کوئی حصہ اس سے ملنے والا ہے کیونکہ رسولؐ حدیث معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث سے اوسکو محروم کرنے والے ہی ہین ۔ پھر جس مصلحت سے خدانے یہ جان بوجھ کر رسول کو اسقدر جائداد دین دین ۔ اوسی مصلحت سے رسولؐ نے بھی اپنی پارہ جگر کو یہ دیا کیونکہ رسول جانتے تھے یہ صاحب حاجت ہے اسپر کیا مصیبت آنے والی ہے ۔

(۳) آیہ وات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا سے استدلال اور بھی طرفہ ماجرا ہے کیونکہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای لا تنفق مالک فی المعصیۃ وقال مجاھد لو انفق الانسان مالہ کلہ فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا وسئل ابن مسعود عن التبذیر فقال انفاق المال فی غیر حقہ قال شعبہ کنت امشی مع ابی اسحق فی طریقہ الکوفۃ فاتی علی دار بنی بجصیر واجر فقال ھذا لتبذیر فی قول عبد اللہ انفاق المال فی غیر حقہ صفحہ ۵۳۵

یعنی تفسیر ولا تبذر تبذیرا مین مراد یہ ہے کہ اپنے مال کو معصیت مین خرچ کرو ۔ مجاہد

کہتے ہین کہ اگر کوئی اپنا کل مال راہ حق مین دیدے تو وہ تبذیر نہین ہے۔ اور اگر ایک مد بھی ناجائز راہ مین دے تو وہ تبذیر ہے۔ ابن مسعود سے تبذیر کو پوچھا تو کہا کہ تبذیر انفاق مال ہے غیر حق مین۔ شعبہ کہتے ہین کہ ہم ابو اسحق کے ساتھ ایک مکان کے پاس سے گذرے جو بنایا جاتا تھا حصیر و آجر سے تو کہا یہ تبذیر ہے بقول عبد اللہ کہ مال غیر راہ حق مین خرچ کیا جائے۔

افسوس آپکو یہ بھی نہین معلوم کہ خدانے ذوی القربی کے حقوق دینے کو واجب کیا ہے چنانچہ اسی آیہ کی تفسیر مین فخر الدین رازی لکھتے ہین الاول انہ خطاب للرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم فامرہ اللہ ان یوتی اقاربہ الحقوق التی وجبت لہم فی الفی والغنیمۃ واوجب علیہ اخراج حق المساکین وابناء السبیل ایضا من ھذا المتالین صـ۵۷۶ جلد ۵

یعنی آت ذی القربی حقہ مین خطاب ہے رسول سے۔ پس خدانے حکم دیا کہ اپنے قرابتمندون کے حقوق واجبہ کو فے و غنیمت سے دو اور یہ بھی واجب کیا ہے کہ حق مساکین و ابن السبیل بھی نکالین۔

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جس امر کو خدانے اپنے رسول پر واجب کیا اور ایک مرتبہ نہین بلکہ بتاکید حکم دیا اوسکے ساتھ اسکو تعلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خود خدانے ذی القربی کا حق مقرر کیا ہے وآت ذی القربی حقہ کہ جو حق اونکا مقرر ہے اوسکو دیدو۔ لہذا معلوم ہوا کہ ولا تبذر تبذیرا کا تعلق اوس سے نہین ہے بلکہ مسکین و ابن السبیل سے ہے جنکا کوئی حق خاص مقرر نہین ہے اور حضرت کو اونکا اسقدر خیال تھا کہ اپنے بلکہ اولاد پر ہر طرح کی زحمت گوارا کرتے اور ان لوگون کو کسی طرح محروم نہ کرتے لہذا یہ حکم دیا و لا تبذر تبذیرا کہ اتنا نہ دو کہ حکم اسراف مین آجائے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی فرماتا ہے ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا کہ نہ اپنے ہاتھ کو گلے مین باندھ لو کہ کسیکو کچھ ندو اور نہ پوری طور سے پھیلا دو کہ پھر ملامت زدہ و درماندہ ہو کر بیٹھ رہو کیا کوئی کہہ سکتا ہے اس کا تعلق اپنی اولاد کے بخشش و عطا کے ساتھ ہو سکتا ہے ہرگز

نہین۔ بلکہ یہ اونھین لوگون کے ساتھ ہے جنکے دینے سے رسول کی یہ حالت ہو جاتی کہ اپنا قمیص مبارک اوتار کر ایک شخص کو دیدیا جس سے آپ ایسا مجبور ہوئے کہ پھر مسجد مین نماز کیلئے تشریف نہ لیجا سکے ملاحظہ ہو تفسیر ابوسعود صـ۲۲۷ جلد ۵

افسوس کہ آپ اوس وقت نہوے جبکہ رسول اللہ صنے یہہ فرمایا تھا۔ کیونکہ اوسوقت کے کفار بھی یہی کہتے تھے جو آج آپ فرما رہے ہین چنانچہ خداوند عالم سورہ منافقین مین فرماتا ہے۔

هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ولله خزائن السموات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون۔

یعنی یہی منافقین تو وہ ہین جو کہتے ہین کہ رسول اللہ کے پاس جو لوگ رہتے ہین اونپر کچھ خرچ نہ کرو کہ خود یہ لوگ بھاگ جائین حالانکہ خدا کیلئے ہے خزانہ ہاے آسمان و زمین مگر منافقین نہین سمجھتے۔ مگر فرق ہے تو اسقدر کہ وہ اپنے بھائی بندون سے اسکی فرمایش کرتے کہ رسول اللہ ص کے ساتھیون کو کچھ ندو اور آپ خود رسول اللہ پر اعتراض کرتے ہین کہ حضرت نے جناب سیدہ کو یہ جائداد دیکر مخالفت حکم خدا کی۔

**عمر کی آمدنی دو لاکھ**۔ آپکو اسپر تو بہت تعجب آیا کہ رسول اللہ ص نے کیونکر اتنی بڑی جائداد اپنی بیٹی کو دیدی مگر اسپر نہ تعجب آیا کہ خود خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی بدولت کیا پیدا کیا دیکھئے علامہ ابن ابی الحدید تاریخ طبری سے ناقل ہین ان عمرا کان له غلة بالحجاز غلته كل سنة اربعون الفا يخرجها في النوائب والحقوق ويصرفها الى بني عدي بن كعب الى فقرائهم وارامـلهم وايتامهم روى ذلك ابن جرير في التاريخ صـ۸۶ جلد ۲

کہ عمر کا ایک باغ تھا ملک حجاز مین جسکی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی جسکو وہ اپنی ضرورتون مین خرچ کرتے اور اپنے خاندان بنی عدی کے فقرا اور یتیمون کو دیا کرتے۔

**کثرت مالداری عمر**۔ اب اسپر ترقی سنئے کہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہے کہ عمر نے بوقت موت کہا کہ دیکھو بیت المال کا روپیہ کسقدر ہمارے ذمہ ہے تو حساب سے معلوم ہوا چھیاسی ہزار ہے اسپر عمر نے کہا کہ اس مال کو عمر کی اولاد کے مال سے ادا کردو۔ اگر پورا نہو۔ تو قبیلہ

بنی عدی کے مال سے پورا کرو اون سے بھی نہ پورا ہو سکے تو قریش کے مال سے لیکر ادا کرو۔

اسکی شرح مین علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ عمر نے جو کہا کہ مال آل عمر سے ادا کرنا تو مراد اس سے خود اپنا نفس ہے کانہ یرید بنفسہ ومثلہ یقع فی کلامھم کثیرا صـ۳۸۳ جلد ۳ کہ خود ہمارے مال سے ادا کرو اور ایسا اکثر بولتے ہین جس سے معلوم ہوا حضرت عمر اس قدر مالدار تھے کہ اونکے مال سے چھیاسی ہزار ادا ہو جاتا۔ پھر لکھتے ہین۔

وقد انکر نافع مولی ابن عمر ان یکون علی عمر دین فروی عمر بن شبہ فی کتاب المدینۃ باسناد صحیح ان نافعا قال من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثتہ میراثہ بمائۃ الف انتھی وھذا لاینفی ان یکون عند موتہ علیہ دین فقد یکون الشخص کثیر المال ولا یستلزم من نفی الدین عنہ فلعل نافعا انکر ان یکون دینہ لم یقض صـ۳۸۳ جلد ۳

یعنی نافع غلام ابن عمر نے اس سے انکار کیا ہے کہ عمر پر قرض ہو۔ کیونکہ عمر بن شبہ نے کتاب مدینہ مین بسند صحیح روایت کیا ہے کہ نافع نے جب یہ سنا تو کہا عمر پر قرض کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اونکے ایک وارث نے اپنی جائداد لاکھ روپیہ پر بیچی تھی اسپر ابن حجر لکھتے ہین اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ عمر پر وقت موت دین نہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے آدمی بہت مالدار ہوتا ہے اور وہ قرضدار ہوتا ہے۔ تو شاید نافع کا مطلب یہ ہو کہ عمر کا وہ قرض باقی نہین رہا ادا ہو گیا ہو گا۔

ہمکو اس سے بحث نہین کہ عمر نے جو بیت المال سے چھیاسی ہزار لیا تھا ادا کیا یا نہین کیونکہ ان کے بعد تو عثمان خلیفہ ہوئے جنھون نے بیت المال کا دروازہ عام طور پر کھول دیا تھا پھر وہ کیا مطالبہ اسکا کرتے۔ جبکہ ابن عمر کو باوصفیکہ اوسنے کئی خون کیا تھا صرف اسوجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ عمر کا بیٹا ہے۔

بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ عمر صاحب نے صرف اسی خلافت کی بدولت کتنی دولت جمع کی تھی کہ اونکے ایک وارث نے اپنا حصہ ایک لاکھ کو بیچا۔

اب دیکھیے عمر کے ورثہ کتنے ہین (۱) عبد اللہ بن عمر (۲) عبید اللہ بن عمر (۳) عاصم بن عمر (۴) ابو شحمہ بن عمر

(۵) زید بن عمر (۶) مجبر بن عمر وفاطمہ وبنات آخر صا۲۶ المعارف

اب آپ ہی حساب لگائیے کہ کتنی مالیت کی جائداد اونھون نے حاصل کی تھی۔ کیونکہ روایت نافع مین اسکی تصریح نہین ہے کہ وہ وارث عمر جسنے اپنی جائداد ایک لاکھ پر بیچی تھی وہ۔ آیا عمر کی زوجہ تھی جسکا حصہ آٹھوان ہوتا ہے۔ یا بیٹی تھی جسکا حصہ نصف حصہ ذکور ہوتا ہے۔ یا بیٹا تھا جسکا حصہ ایک لاکھ تھا غرض حساب لگانے سے کرورون کا حساب جاکر بیٹھتا ہے۔

آپ اصلی راز تو کہینگے نہین کہ عمر صاحب نے یہ سب جائدادین بزور خلافت حاصل کین بلکہ کہے گا کہ یہ سب عطیہ رسول کی بدولت انکو ملا۔ تو پھر اسپر کیونکر اعتراض کر سکتے ہین کہ آنحضرت نے اپنی پارہ جگر کو فدک دیا جسکی آمدنی ایک لاکھ پچیس ہزار تھی۔

اب اسکے ساتھ متروکات طلحہ کو بھی دیکھ لیجئے جو ابوبکر صاحب کے چھوٹے داماد ہین تاریخ خمیس مین ہے وروی عمرو بن دینار عن مولی لطلحہ قال ان دخل طلحہ کان کلیوم الف درہم ویقال خلف من المال الفی الف درہم ومائتی الف دینار قال ابن الجوزی خلف طلحہ ثلثمائۃ جمل ذہبا صا۳۱۱ جلد۲ کہ طلحہ کی آمدنی روزانہ ہزار درہم تھی اور مرتے وقت بیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑ گئے تھے۔ ابن جوزی نے کہا تین سو اونٹ کا بار سونا وہ چھوڑ کر مرے تھے۔

غرض اگر آپ جناب رسالتمآب کو بالکل واقعات مابعد سے بیخبر بھی مانئے اور انسان فرض کیجئے جسمین لوازم تمدن کا وجود ضروری ہے تو آپکو یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت نے اپنی پارہ جگر کو اتنی جائداد ضروری ہوگی جس سے وہ اپنے اور اپنے کنبہ قبیلہ کی قوت لایموت کو بہم پہونچاتی رہین اور اس حالت پر نہ پہونچین کہ جناب امیرؑ باوصف حصول خلافت فرمائین

لوکان عندی اربعۃ دراہم ثمن ازار لہ رابعہ تاریخ کامل جلد۲ صا۲۰۲

کہ اگر ہمارے پاس چار درہم بھی ہوتا جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس تلوار کو نہ بیچتے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اکثر اوقات ایسے مجبور ہو جاتے کہ چار درہم (۱۲) بھی نہوتا کہ ایک لنگ خرید سکین۔ یہ نتیجہ تھا اوسی حق تلفی کا جو لوگون نے حضرت کو ہر طرح محروم کر دیا تھا۔

یہان آپکو ہم دو واقعہ ذاتی ملکیت کا دکھاتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ پر فرض تھا اپنے اولاد کی حرمت و عزت کے بقا کیلئے اسقدر جائداد دین کہ وہ اپنے کنبہ قبیلہ کی پرورش کر سکین تاریخ طبری مین ہے ص۲۰۱ جلد ۴

ان رجلا کان بینہ وبین عمر قرابۃ فسالہ فزبرہ واخرجہ فکلم فیہ فقیل یا امیر المومنین فلان سالک فزبرتہ واخرجتہ فقال انہ سالنی من مال اللہ فما معذرتی ان لقیتہ ملکا خائنا فلولا سالنی من مالی قال فارسل الیہ بعشرۃ الاف۔

یعنی عمر کا ایک قرابت مند اون سے کچھ سائل ہوا تو عمر نے اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا لوگون نے اسکی سفارش کی کہ آپ سے اوسنے کچھ سوال کیا تو ڈانٹ کر اوسکو نکال دیا۔ عمر نے کہا اوسنے مال خدا سے طلب کیا تھا تو ہم خدا کو اسکا کیا جواب دیتے۔ کیون نہین اوسنے ہمارے اپنے مال سے طلب کیا اسکے بعد عمر نے دس ہزار اوسکو بھیجا۔

اس روایت سے آپ ضرور خوش ہونگے کہ عمر صاحب نے قرابت کا خیال نہ کیا اوسکو ڈانٹ کر نکال دیا اور بیت المال سے کچھ نہ دیا۔ پھر اس سے بھی آپکو مسرت ہوگی کہ عمر نے دس ہزار اوسکو اپنے جیب خاص سے دیا۔ جس سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ اونکی ذاتی آمدنی بھی اتنی تھی کہ بیت المال پر وہ اسکا بار نہ ڈالتے اور اپنے پاس سے دیدیتے۔

مگر اسکے بعد جب آپ یہ واقعہ دیکھینگے جو جناب امیرؑ کے متعلق آپکی کتاب اسد الغابہ مین مرقوم ہے جسکو ہمارے مخاطب اڈیٹر النجم نے ترجمہ کیا ہے تو بشرط اسلام بلکہ انسانیت ضرور آپ متاثر ہونگے ملاحظہ ہو ترجمہ اسد الغابہ ص۸۶ جلد ۶

عبد اللہ بن عباس مرہبی اور اسحاق بن سعد نے اپنے والد سے نقل کرکے بیان کیا کہ عقیل بن ابیطالب مقروض ہوگئے تو علی بن ابی طالب کے پاس کوفہ مین آئے تو انھون نے اونکو اتارا اور اپنے بیٹے حسنؑ کو حکم دیا (کہ انکو کپڑے پہنا دین) پس انھون نے انکو اپنے کپڑے پہنائے جب شام ہوئی تو انھون نے انکو شب کے کھانے کے واسطے بلایا کہ وہ روٹی اور نمک اور ترکاری تھی۔ پس عقیل نے کہا کہ جسکو مین خیال کرتا ہون وہی ہے حضرت علیؑ نے کہا نہین

تو عقیل نے کہا کہ آپ میرا قرض ادا کر دیجئے حضرت علیؑ نے کہا کہ تمھارا قرض کسقدر ہے انھون
نے کہا چالیس ہزار حضرت علیؑ نے کہا اسقدر میرے پاس نہین ہے لیکن اُسوقت تک تم صبر
کرو کہ مجھکو جو چار ہزار وظیفہ ملتا ہے وہ ملجائے تو مین تمکو دیدون تو عقیل نے کہا کہ بیت المال
کے تم مالک ہو اور تم مجھکو اپنے وظیفہ کی بابت تاخیر مین ڈالتے ہو حضرت علیؑ نے کہا کیا تم مجھکو
حکم دیتے ہو کہ مسلمانون کا مال تمھین دیدون حالانکہ انھون نے مجھکو امین بنایا ہے۔ عقیل نے کہا
مجھکو معاویہ کے پاس جانے کی اجازت ہے حضرت نے اجازت دی اور یہ معاویہ کے پاس
چلے آئے حضرت معاویہ نے انسے کہا اے ابویزید تمنے علیؑ اور اُنکے اصحاب کو کیون چھوڑ دیا انھون
نے کہا ہان وہ لوگ اصحاب محمدؐ ہین صرف مین ان ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا
نہین ہون اور تم ہو اور تمھارے اصحاب ابوسفیان اور اُنکے اصحاب لیکن مین تمھارے
درمیان مین ابوسفیان کو نہین دیکھتا ہون دوسرے دن صبح ہوئی تو معاویہ اپنے تخت پر بیٹھے
اور انکو تخت کے پہلو مین کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر تمام لوگون کو (آنے کا) حکم دیا لوگ آنا شروع
ہوے اور ضحاک بن قیس اُنکے ساتھ اُنکے تخت پر بیٹھے پھر انھون نے عقیل کو اذن دیا وہ
بھی اُنکے پاس آئے اور کہا اے معاویہ یہ تمھارے ساتھ کون ہین معاویہ نے کہا ضحاک
بن قیس ہین عقیل نے کہا الحمد للہ جسنے کمینگی کو دور کیا اور عیب کو پورا کیا یہ وہ شخص ہے
کہ جسکا باپ ہمارے مویشیون کو مقام ابطح مین خصی کیا کرتا تھا اس فن مین وہ خوب مہارت
رکھتا تھا ضحاک نے کہا بیشک مین قریش کی خوبیون کا عالم ہون اور عقیل قریش کے
معائب کے۔ معاویہ نے انکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا چنانچہ انھون نے لے لئے اور
لوٹ آئے۔ ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے والد سے انھون نے ابوصالح سے روایت
کی ہو کہ انھون نے کہا قریش مین چار شخص ایسے تھے کہ لوگ انکے پاس جاتے اور انکو حکم بناتے
تھے ایک عقیل بن ابی طالب دوسرے مخرمہ بن نوفل زہری تیسرے ابوجہم بن حذیفہ عدوی
چوتھے حویطب بن عبدالعزی عامری ان مین سے تین آدمی قریش کے محاسن بیان کرتے
تھے جب کوئی ان مین سے زیادہ محاسن بیان کرتا تو لوگ دوسرے شخص کے پاس جاتے
تھے اور عقیل قریش کی برائیان بیان کرتے تھے پس جس شخص مین برائیان زیادہ ہوتین

تو وہ کہتا کہ کاش مین اُنکے پاس نہ آتا انھون نے میرے ایسے معائب بیان کر دے لوگ نہ جانتے تھے۔"

اس روایت کو دیکھیے اور جناب امیر کی مجبوری کو کہ بڑے بھائی حضرت عقیل آئے ہین اور اونکی کچھ امداد نہین کر سکتے۔ بلکہ ایک وقت اچھا کھانا بھی نہین کھلا سکتے بلکہ روٹی۔ نمک ترکاری پیش کرتے ہین۔ جس سے آپ خود اس نتیجہ پر پہونچینگے کہ رسول اللہؐ نے جو اپنی پارہ جگر کو ایسی جائداد دی تھی جسکو آپ کثیر کہتے ہین اوسکی بھی غرض تھی کہ ان لوگون کی پرورش پر داخت کرتی رہین آپکے اعزا اقربا دربدر نہ پھرین۔

**حالت ابتدائی عمر** ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۳ مین یہ بھی دیکھا ہوگا کہ عمر صاحب کی خاندانی حالت قبل اسلام کیا تھی کہ عمرو بن العاص کہتے ہین واللہ لقد رایتہ ورایت اباہ وان علی کل واحد منہما عباءۃ قطرانیۃ موتزرا بہا مایبلغ مابعض رکبتیہ وعلی عنق کل واحد منہما حزمۃ من الحطب

کہ ہمنے عمر اور اونکے باپ خطاب کو دیکھا کہ وہ ایسی پھٹی پرانی عبا قطرانی پہنے تھے کہ گھٹنا بھی اونکا نہ چھپتا تھا اور ہر ایک کی گردن پر لکڑی کا گٹھا تھا (بیچنے کیلئے)

پھر اوسی ازالۃ الخفا مین خود عمر صاحب کا قول ہے وانا ارعی ابل الخطاب بھذا الوادی فی مدرعۃ صوف وکان فظا یتعبنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد امسیت الیوم ولیس بینی وبین اللہ احد صفحہ ۱۹۶

کہ ہم اسی وادی مین خطاب کا اونٹ چرایا کرتے تھے ایک موٹے گاڑھے کا مدرعہ پہنے ہوے۔ اور خطاب بڑا سخت تھا اگر کام کرتے تو تعب مین ڈالتا اور اگر کام کم کرتے تو مارتا۔ اور آج کے روز ہماری یہ حالت ہے کہ درمیان ہمارے اور خدا کے کوئی نہین۔

یہ تو انکی ابتدائی حالت تھی۔ اور خلافت پاتے ہی وہ نقشہ ہوا کہ اوپر آپنے ملاحظہ کیا دس بیس لاکھ آمدنی کی جائداد پیدا کی اور دس دس ہزار ایک ایک آدمی کو دیا ازالۃ الخفا مین ہے صفحہ ۱۹۹ کہ عمر صاحب نے ایک شخص کو چھ سو درہم اسپر دیا کہ انھون نے کوڑا چلایا تھا وہ کوڑا اوسکے دامن پر پڑا اور کہا کہ راہ صاف کردے چنانچہ خود عمر نے دیتے وقت کہا واعلوا انا بالخفقۃ التی خفقتہ

بھا۔

کہ یہ عطیہ اوس کوڑے کے بدلہ مین ہے جو نادانستہ تجھپر پڑگیا تھا۔ کیون صاحب اگر عمر صاحب کے پاس مال نہوتا تو کہان سے دیتے۔

پس اگر رسول اللہ صلعم نے بخیال حفظ حقوق بنی ہاشم یہ جائداد جناب سیدہ کو دی کہ کنبہ قبیلہ کی پرورش کرین تو کیونکر محل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خاندان بنی ہاشم قدیم الایام سے تمامی عرب مین بلکہ تمام عالم مین ممیز و ممتاز رہا ہے اسی لئے خدا نے انپر صدقہ کو حرام کیا۔ کہ اوسمین ایک طرح کی ذلت ہے بخلاف خمس کے کہ اوسمین عزت اور سطوت شامل ہے۔

مگر ابوبکر صاحب نے خلافت پاتے ہی یہ کام کیا کہ نہ صرف جناب سیدہ کو حق پدری سے محروم کیا بلکہ تمامی بنی ہاشم کو اوس حق خمس سے جو خدا نے مقرر کیا تھا واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شئی قدیر۔ سورہ انفال

یعنی جو کچھ تم کفار سے لوٹ کر لاؤ۔ تو اوس مین سے پانچوان حصہ خدا کا اور اوسکے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیمون اور محتاجون اور مسافرون کا ہے اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اوس چیز پر جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے بروز بدر جسمین دونو فوجین آپس مین لڑ گئین اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔

اس آیہ کو دیکھیے اور اس تاکید خداوندی کو کہ تقسیم خمس کو مطابق حکم خدا شرط ایمان قرار دیتا ہے۔ مگر ابوبکر صاحب ہین کہ وہ اس حکم کو منسوخ کرتے ہین اور ذوی القربی کو بالکل محروم کرتے ہین پھر کیونکر کوئی متنفس اونکے ایمان کا دعوی کر سکتا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے ان کنتم آمنتم باللہ اگر خدا پر ایمان لائے ہو تو اسکے مطابق ضرور تقسیم کرو۔ مگر ہائے قرابت مندی رسول وہ جرم تھا کہ ابوبکر صاحب نے اس وجہ سے تمامی ذوی القربی کو محروم کر دیا چنانچہ کشف الظلمات حصہ اول مین ہم اس روایت کو لکھ چکے ہین ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۹ سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفئے مین ہے

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزهری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انه جاء وهو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فیما قسم من الخمس بین بنی هاشم وبنی المطلب فقلت یا رسول اللہ قسمت لاخواننا بنی المطلب ولم تعطنا شیئاً وقرابتنا وقرابتهم منک واحدة فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم انما بنو هاشم وبنو المطلب شیء واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلک الخمس کما قسم لبنی هاشم وبنی المطلب وقال وکان ابو بکر یقسم الخمس نحو ما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم غیر انه لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یعطیهم قال فکان عمر بن الخطاب یعطیهم منه وعثمان بعده۔ مطبوعہ کانپور ص۱۶۔

یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ کلام کرین دربارہ خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو جبیر ابن مطعم کہتے ہین کہ مین نے حضرت سے عرض کیا آپنے خمس سے ہمارے بھائیون بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہملوگون کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے ہاشم۔ مطلب۔ عبد شمس۔ نوفل۔ حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ اور جناب امیر و تمامی بنی ہاشم۔

اور عبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر بن مطعم ۱۲ راقم) پس فرمایا حضرت نے بنی ہاشم اور بنی المطلب ہمیشہ ایک ہے۔ جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا بنی عبد شمس کو (جسمین حضرت عثمان تھے) نہ بنی نوفل کو (جسمین جبیر تھے) اور تقسیم کیا بنی ہاشم و بنی المطلب کو پھر جبیر کہتے ہین کہ ابو بکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول اللہ صلعم کے مگر قرابت مندان رسول کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیسا کہ رسول دیا کرتے تھے۔ جبیر کہتے ہین اور عمر صاحب دیا کرتے تھے اون قرابت مندون کو اوسی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی۔ انتہی۔

ہم نہین سمجھتے کہ حضرات اہلسنت کہان تک واقعات کا انکار کرینگے اور کہانتک حدیث بلکہ قرآن سے دست بردار ہونگے کہ خداوند عالم تو اس تصریح سے حق ذوی القربیٰ خمس مین قرار دے کہ اوسکو شرط ایمان قرار دے مگر اہلسنت ہین کہ ابوبکر صاحب کے طرفدار ہین۔

پس جب ایسے ایسے نصوص صریحہ کی مخالفت ابوبکر نے جائز رکھی جو قرآن مجید مین ابتک موجود ہے۔ تو پھر نہ معلوم کیونکر آپکو استعجاب ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک لاکھ پچیس ہزار کی جائداد جناب سیدہ کو دی حالانکہ واقعات مابعد آپکو سب معلوم تھے اور جانتے تھے یاران طریقت کیا کرنے والے ہین کہ نہ قرآن کا خیال رہیگا نہ حدیث کا نہ ہمارے طرز عمل کا لہذا ضرور تھا کہ حضرت اتمام حجت کیلئے ایک مختصر سی جائداد بھی اس طور سے دین کہ غاصب اوسکا تمام عالم مین ظالم مانا جائے۔

کیا آپکو یہ بھی نہین معلوم ہے کہ خود حضرت خدیجہ مادر گرامی جناب سیدہ کا کیسا حق اسلام پر اور خود رسول اللہ پر تھا اگر اوسی کے معاوضہ مین حضرت نے یہ قلیل سی جائداد دی ہو جسکو آپ کثیر کہتے ہین تو آپکو کیا عذر ہے۔

دیکھئے حضرت خدیجہ کے حقوق ایسے تھے کہ خداوند عالم اوسکا احسان رکھتا ہے اپنے رسول پر کہ سورہ والضحیٰ مین فرماتا ہے ووجدک عائلاً فاغنیٰ کہ تم اے رسول تم فقیر تھے تو خدا نے تمکو غنی کر دیا تفسیر معالم التنزیل مین ہے ای فقیرا فاغناک بمال خدیجہ ثم بالغنائم کہ تم فقیر تھے لہذا خدا نے تمکو مال خدیجہ کی بدولت غنی کر دیا پھر مال غنیمت سے۔ تو اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی طرح جناب سیدہ نہ بحیثیت وراثت مستحق میراث تھین نہ بحیثیت خدمات اسلام کسی بخشش و عطیہ کی مستحق نہین۔ تو کیا اس حیثیت سے بھی رسول پر جائز نہ تھا کہ اونکے اون حقوق کا معاوضہ دین جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال رسول خدا پر خرچ کر دیا تھا۔

ہم نہین سمجھتے کہ اگر آپ حضرات کو محبت شیخین کی وجہہ جناب سیدہ سے عداوت ہے۔ تو خدا و رسول سے کیون عداوت ہو گئی جو اوسکے نصوص صریحہ مٹانے پر بھی آپکو تنبیہ نہین ہوتا اور کافر کو کافر نہین مانتے۔

**قول پشاوری** (۲) خلیفہ محمد حسن صاحب مرحوم اعجاز التنزیل مین لکھتے ہین فدک ۶ھ

مین فتح ہوا۔ صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ فدک اُس وقت فتح ہوا جبکہ غزوہ تبوک کی طیاری
تھی۔ اور تاریخ سے ثابت ہی۔ کہ وہ زمانہ آنحضرت صلعم پر بڑی تنگی اور عسرت کا تھا اور اسی وجہ سے
اُس غزوہ کا نام موجودہ جیش العسرت مشہور ہوا۔ اور کتاب مجید مین اس وقت کا نام ساعۃ
العسرۃ ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی
ساعۃ العسرۃ) عمدۃ البیان شیعہ صـ۱۳ (پ ۱۱-ر۳)

پھر کیا ممکن ہے کہ اسقدر زر کثیر کی جائداد اپنی بیٹی کو دیدین اور جہاد فی سبیل اللہ مین کچھ خرچ نہ کرین۔ بلکہ لوگون سے امداد طلب کرین اور ثلاثہ کے مرہون احسان ہون۔

**اقول** اگرچہ اسکی تحقیقات آیندہ کی جائیگی بجواب آیات بینات کہ فدک کب اور کیونکر فتح ہوا۔ مگر ہم آپکی تحقیقات کو تسلیم کرکے پوچھتے ہین کہ اس سے کیا خرابی لازم آئی۔ کیونکہ کسی جائداد کی آمدنی خود اوسی وقت تو ہوتی نہین جسوقت وہ جائداد قبضہ مین آتی ہے بلکہ جب اوسکی جائداد پیدا ہوتی ہے خصوصًا جبکہ یہ ثابت ہے کہ فدک کی پیداوار صرف خرما تھا تو خرمے کا طیار ہونا اور اوسکا فروخت ہونا کچھ زمانہ چاہتا ہے۔ وہ اوسوقت فائدہ کیا دیسکتا ہی جبکہ فوجی مہم کی تیاری ہو اور فوج آمادہ روانگی ہے۔

اگر دول اسلام کا نقشہ اور اونکے انتظامات آپکے پیش نظر نہین ہین۔ تو دول یورپ کے حالات تو آپ اخبارون مین دیکھتے ہین کہ باوصفیکہ تمدن کے اعلی درجہ پر پہونچ ہوئی ہین اور مالی انتظام تو ایسا ہے کہ کبھی کسی زمانہ مین بھی نہین تھا ہر وقت خزانہ معمور رہتا ہی۔ مگر ادنی ادنی مہم پر اونکو قرض کی ضرورت ہوتی ہے خواہ وہ کسی بنک سے ہو یا دوسرے طریق سے۔ تو کیا اس سے آپ یہ قیاس کر سکتے ہین کہ دول بالکل مفلس و نادار ہین۔ اوسی طرح اسکو سمجھئے کہ اگرچہ یہ فتح نمایان حاصل ہوئی تھی۔ مگر ابھی اوسکے آمدنی کا زمانہ نہین آیا تھا یا تھا مگر وہ کافی نہ تھا۔ لہذا رسول اللہ کو اس مہم کیلئے نئے انتظام کی ضرورت پیش آئی۔

اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو مسلم ہی کہ جنگ تبوک کے قبل یہ فدک خود رسول کو حاصل ہو چکا تھا اور بقول آپکے جناب سیدہ کو دیا بھی نہ تھا پھر کیون نہین وہ اس مہم کو کافی ہوا جس سے حضرت کو قرض یا چندہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آپ صرف اس غرض سے کہ ہبہ فدک کو ایسے وقت مین خلاف قیاس ثابت کرین اس طرح کے تاریخی مغالطات دیرہے ہین کہ ناواقف تو آپکے فقرہ مین آجاے اور جو علم تاریخ سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو وہ ہنستا رہے کیونکہ آپ قبضہ فدک کو اور غزوہ تبوک کو ایسا مقارن بتارہے ہین کہ گویا ایک ہی وقت کا واقعہ ہے حالانکہ قبضہ فدک ۷ھ مین ہوا بعد جنگ خیبر کیونکہ بروایت متفق جنگ خیبر ماہ جمادی الاولی ۷ھ مین ہوئی اور اوسی درمیان مین فدک کا بھی معاملہ ہوا صفحہ ۵۴ تاریخ خمیس

پھر جمادی الاخری ۷ھ مین وادی القری فتح ہوا جسمین حضرت نے چار روز تک اونکا محاصرہ کیا اور دس یہود مارے گئے صفحہ ۵۶ تاریخ خمیس

پھر بہت سے سریا روانہ ہوے۔ ایک اسمین بشیر بن سعد ہی طرف بنی مرہ کے یہ واقعہ ماہ شعبان ۷ھ کا ہی۔ تاریخ خمیس صفحہ ۶۷

پھر ماہ رمضان مین غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر میفعہ کی جانب روانہ ہوا۔

پھر شوال مین بشیر بن سعد انصاری کا سریہ طرف یمن وغیرہ کے روانہ ہوا۔

پھر اسی سن مین جبلہ بن ایہم آخر بادشاہ غسان مسلمان ہوا جو اپنے اسلام پر قائم رہا یہانتک کہ خلیفہ دوم کی بے عنوانی سے پھر وہ مرتد ہوا اور کوئی ساٹھ ہزار آدمیونکے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہوکر قیصر روم کے یہان چلا گیا۔

اسی ۷ھ مین مقوقس بادشاہ اسکندریہ کا ہدیہ حضرت کے پاس پہونچا جسمین حضرت ماریہ اور سیرین اونکی بہن تھین اور دو لونڈیان دوسری اور ایک خواجہ سرا وقدح من قواریر وثیاب من قباطی مصر والف مثقال من الذہب وعسل وفرس یقال لہ لزاز و بغلۃ یقال لہا الدلدل وحمار یقال لہ یعفور صفحہ ۶۸ خمیس

یعنی بہت سے مصری حلے تھے اور ہزار مثقال طلا۔ اور شہد اور گھوڑا اور گدہا اور خچر

تو کیا اتنے مال آنے پر بھی حضرت کی ضرورت نہ رفع ہوئی جو آپ جناب سیدہ کو فدک نہ دیتے اسکے بعد عمرہ قضا ہے صفحہ ۶۸

اسکے بعد ۸ھ آتا ہی جسمین ایک مہم آپ پھر فدک پر روانہ کرتے ہین صفحہ ۷۲

پھر سریہ شجاع بن وہب ہے بنی عامر کی طرف صــ۷۷
پھر سریہ کعب بن عمیر ہے ذات اطلاع کی طرف صــ۷۷
پھر سریہ موتہ ہے۔
پھر سریہ عمرو عاص ہے ذات السلاسل کی طرف صــ۸۲
پھر سریہ ابی عبیدہ ہے سیب البحر کی طرف صــ۸۳
پھر سریہ ابو قتادہ انصاری ہے خضرہ کی طرف صــ۸۴
پھر سریہ ابو قتادہ ہے طرف بطن رخم کے صــ۸۴
پھر فتح مکہ ہے صــ۸۵

اسی طرح بہت سی سرایا ہے جسکے آخر مین غزوہ تبوک ہے ماہ رجب ۹ سنہ مین اور یہ وہ وقت تھا کہ خرما کے درخت سرسبز ہو رہے تھے۔ ابھی کوئی حاصل کا زمانہ نہ تھا۔
پھر جو آپنے ۷ سنہ اور ۹ سنہ کا واقعہ ایک کر دیا تو اس سے کیسے نتیجہ ملا کر سکے کہ تمام عالم مین فضیحت ہوے کیونکہ ابوبکر یا عمر نے جو فدک کو غصب کیا تھا اوس سے وہ منتفع ہوے اور آپکو تو اس رسالہ فدک لکھنے سے کوئی نفع نہ ملا کر سکے کہ دو تین آنہ کو فروخت ہوا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جسوقت جناب رسالتمآب نے فدک کو جناب سیدہ کو ہبہ کیا تھا وہ وقت نہ عسرت کا تھا نہ تنگی کا۔ بلکہ جنگ خیبر مین اسقدر مال غنیمت سبکو ملا تھا کہ خدا نے ان لفظون سے اوسکا تذکرہ کیا ہے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیۃ للمومنین ویھدیکم صراطا مستقیما سورہ فتح
خدا نے تمسے بہت غنیمتون کا وعدہ کیا ہے کہ تم اوسکو حاصل کروگے۔ تو اوسنے جلدی کی اسکے لئے اور روک رکھا ہاتھ آدمیون کا تمسے تاکہ مومنین کیلئے نشانی ہو اور راہ دکھلائے تمکو صراط مستقیم۔
تاریخ خمیس مین ہے فعجل لکم ھذہ یعنی ہا المعجل صلح الحدیبیۃ وبالمغانم الموعود بہا فتح خیبر خرج رسول اللہ ص الیہا مستنجزا میعاد ربہ وواثقا بکفایتہ ونصرتہ صــ۴۷ جلد ۲
یعنی قرآن مین جو عجل کا لفظ ہے کہ جلدی کیا تو مراد اس سے صلح حدیبیہ ہے کہ فوراً حاصل ہو اور

مغانم کثیرہ سے مراد فتح خیبر ہی جبکہ حضرت اپنے خدا کا وعدہ پورا کرنے کو نکلے خدا پر اعتماد کرتے ہوئے
پس اگر ایسی مال غنیمت سے جسکی تعداد بقول خداوند عالم کثیر تھی جہان ہزارون مسلمانون
کو رسول اللہ عنایت فرمایا۔ وہان اگر اپنی پارہ جگر کو ایک ٹکڑہ زمین کا دیا۔ تو کیون آپکی آنکھون مین
کھٹک رہا ہی جو اوسپر تو اعتراض کرتے ہین اور اسپر اعتراض نہین کرتے کہ رسول اللہ کو ایسی مہم
غزوہ تبوک پیش تھی اور اوسپر کچھ نہ خرچ کیا سب صحابہ کو دیدیا اور جہاد فی سبیل اللہ کیلیے کچھ
نہ رکھا بلکہ لوگون سے امداد طلب ہوئے اور ثلثہ کے مرہون احسان ہوے؟

خدا کی شان جس رسول کی بدولت ایسے ایسے فاقہ مست لنگوٹی بند کہ ایک تہ بند بھی اونکے
بدن پر نہ سلامت تھی۔ لکڑیون کا گٹھا بیچکر اوقات بسری کرین اونھون نے کڑورون کی
جائداد پیدا کی اونکے نسبت آپ کہتے ہین کہ انھون نے رسول اللہ پر احسان کیا۔ اور اس
احسان کو بھول گئے جو حضرت خدیجہ نے اپنا کل مال و متاع رسول اللہ کو دیدیا جسکے نسبت
خدا کہتا ہے ووجدک عائلا فاغنی۔

**قول پشاوری** (۳۰) اس بیٹی فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے ایکدفعہ گھر کے کام کیلئے ایک
خادمہ مانگی۔ مگر رسول اللہ صنے نہ دی۔ اور کہا بعد نماز اور وقت سونیکے اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ الحمد للہ
۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ پڑہ لیا کرو۔ چنانچہ اس مطہرہ نے اسپر عمل کیا۔ خادمہ کی ضرورت
محسوس نہوئی۔ پھر سوچو کجا ایک خادمہ کا نہ دینا۔ اور کجا اسقدر جائداو کثیر ہبہ کرنا۔

**اقول** ہان یہ جدت آپکی ہے کہ اگر ایک وقت انسان کے پاس کچھ نہو۔ تو پھر دوسرے وقت
بھی وہ نہین دیسکتا۔ مگر افسوس آپکو یہ نہین معلوم کہ رسولخدا کوئی کام اپنے دل یا اپنی خواہش سے
نہین کرتے تھے جو حکم خدا ہوتا اوسکے مطابق انجام دیتے جیساکہ خود خدا فرماتا ہے وماینطق عن
الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

اسی اصول پر رسول اللہ صنے اوسوقت جبکہ جناب سیدہ نے خادمہ کا سوال کیا تھا آپنے تسبیح زہرا
کی تعلیم فرمائی جسکی برکت سے جناب سیدہ کو بقول آپکے "خادمہ کی ضرورت نہ محسوس ہوئی"
اور اب کہ مصلحت خدا سے وعدہ مغانم کثیرہ ہوا کہ مسلمانون کو مال غنیمت بہت ہاتھ آئیگا اوسوقت
اسکا بھی حکم ہوا کہ وات ذی القربی حقہ ذوی القربی کو اونکا حق دیدو پھر کیونکر ممکن تھا جناب

رسالتمآب اوسکے خلاف کرتے۔

افسوس تو زیادہ تریہ ہے کہ نہ آپ قرآن مجید سے آیہ وآت ذی القربی حقہ کو نکال سکتے ہین جسمین یہ حکم صریح موجود ہے۔ نہ اسی کا اختیار ہے کہ جناب سیدہؑ کو ذی القربی سے خارج کرین۔ نہ یہی ممکن ہے کہ جناب سیدہ کے اس دعوی کو اپنی صحاح ستہ سے خارج کرین کہ حضرت نے اسکا مطالبہ کیا اور ابوبکر نے نہین دیا۔ پھر اس واقعہ سے اوسپر کیا اثر پڑسکتا ہے کہ جناب سیدہؑ نے خادمہ کو طلب کیا تو آپنے تسبیح زہرا کی تعلیم دی کیونکہ درحقیقت یہ بھی ایک طرح کی تعلیم تھی رسول اللہؐ کی جسمین حضرتؐ نے بتایا کہ انسان کو ہمہ وقت خدا پر نظر رکھنا چاہیئے اور اوسی پر توکل کہ وہ عالم جزئیات وکلیات ہے اور وہی قاضی حاجات ہے وہ اپنے بندونکے حالات سے بخوبی واقف ہے جو اوسکی مصلحت ہوتی ہے وہی کرتا ہے۔ اسمین کسیکو دخل نہین۔ اسلئے جناب سیدہؑ کے سوال پر وہ تعلیم دی گئی۔ اور بلا سوال وبلا مطالبہ یہ حکم خدا ہوا وآت ذی القربی حقہ۔

چونکہ سوال جناب سیدہؑ پر یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ بمقتضائے بشریت آپکو وہ توکل جو خدا پر ہونا چاہیئے اوسمین فی الجملہ خلل آتا ہے کہ رسول اللہؐ سے طالب ہوین جو آپکے پدر بزرگوار تھے اور اگر آپ اوسوقت اسکو انجام دیتے تو منافقین کہہ سکتے تھے۔ رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی کی خاطرداری کی اسلئے اوسوقت وہ جواب دیا کہ اسماء الہی کی تعلیم فرمائی کہ جو کچھ طلب کرنا ہے اوسی سے طلب کرو۔ اور خداوند عالم نے دونو کی نیت اور ہمت پر نظر کرکے یہ مرحمت فرمائی جسے آپ جاگیر فدک تعبیر فرماتے ہین۔ حالانکہ نہ جناب سیدہ کا خادمہ کیلئے بغرض ذاتی آسایش وآرام کے تھا اور نہ یہ عطیہ جناب احدیت ذاتی منفعت کیلئے۔ بلکہ خادمہ بھی اسی لئے طلب کی گئی تھی کہ شغل خانہ داری سے کچھ آرام ملے کہ عبادت الہی مین زیادہ اشتغال ہو۔ اور یہ مرحمت الہی بھی اسی لئے تھی کہ آپکے اعزا اقربا جو اصلی مستحق ہین وہ اس وجہ سے کچھ آرام پائین ورنہ ان حضرات کی تو خلقت ہی اسلئے ہوئی تھی کہ دنیا اور لذائذ دنیا سے علحدہ رہین۔

غرض اگر خدا اور رسول پر آپکا ایمان ہوگا تو آپ سمجھینگے کہ انکا جو کام ہوتا ہے وہ مصلحت کا تابع جب جسکی ضرورت سمجھتے ہین اوسوقت انجام دیتے ہین۔ رسول اللہؐ پر ایک وقت وہ گذرا کہ آپ مکہ مین ہین اور ہر طرح کفار کے پے درپے آزار سے مجبور ہورہے ہین۔ اور ایک وقت

وہ آیا کہ آپ مکہ اور مدینہ بلکہ تمامی ملک عرب کے مالک و مختار ہین۔ توکیا اس سے آپ یہ قیاس کرسکتے ہین جو شخص ایک وقت ایسا مجبور تھا وہ دوسرے وقت ایسا با اقتدار کیونکر ہوگیا حالانکہ خدا فرماتا ہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کہ یہ تو فضل خدا ہے جسکو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

**قول پشاوری** علاوہ فدک کے سات گاؤن بلا شرکت غیرے اور بھی جناب سیدہ کے قبضہ مین تھے جنکے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ۔ مالام۔ ابراہیم۔ مبیت۔ برقہ (دیکھو فروع کافی جلد سوم صہ۲) ان کا دعوی بھی حضرت عباس نے کیا۔ مگر سیدہؑ نے ایک حبہ تک نہ دیا۔ اور وہی جواب دیا۔ جو خلیفہ اول نے جناب سیدہؑ کو دیا تھا۔

**اقول** افسوس کہ ہم ایسا نہ جانتے تھے آپ اسقدر جھوٹ بولینگے کہ ابوبکر و عمر بھی شرما جائین اور کہین اس مرزائی نے توہم سے بھی منبر بڑھا دیا کیونکہ فروع کافی جلد۳ نہ نایاب کتاب ہے نہ اوسکی عبارت ایسی دقیق ہے کہ کسی کی سمجھ مین نہ آجائے۔ پھر نہ معلوم اوسپر ایسا افترا کیون جائز رکھا۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷ جلد ۳ فروع کافی۔

باب صدقات النبی صلی اللہ علیہ والہ والائمۃ علیہم السّلام ووصایاھم

محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن ابی الحسن الثانی علیہ السّلام قال سالتہ عن الحیطان السبعۃ التی کانت میراث رسول اللہ لفاطمۃ علیہا السّلام فقال لا انما کانت وقفا وکان رسول اللہ ص یاخذ الیہ منہا ما ینفق علی اضیافہ والتابعۃ تلزمہ فیہا فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمۃ فیہا فشہد علی علیہ السّلام وغیرہ انہا وقف علی فاطمۃ علیہا السّلام وھی الدلال والعفاف والحسنی والصافیہ ومال ام ابراھیم والمبیت والبرقۃ علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن حماد بن عیسی عن عبد اللہ الحلبی ومحمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ

السّلام فالاسالناہ عن صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصدقۃ
فاطمۃ علیہا السّلام قال صدقتہما لبنی ہاشم وبنی عبد المطلب وعنہ
عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن ابراہیم بن ابی یحیی
المدائنی عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال المیت ہو الذی کاتب
علیہ سلمان فافاہ اللہ عزوجل علی رسولہ فہو فی صدقتہا محمد بن یحیی
عن احمد عن ابن فضال عن احمد بن عمر عن ابیہ عن ابی مریم قال
سالت اباعبد اللہ علیہ السّلام عن صدقۃ رسول اللہ وصدقۃ علی فقال
ہی لنا حلال وقال ان فاطمۃ جعلت صدقتہا لبنی ہاشم وبنی المطلب
علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن
ابی بصیر قال قال ابوجعفر علیہ السّلام الا اقرئک وصیۃ فاطمۃ قال
فقلت بلی قال فاخرج حقا او سفطا فاخرج منہ کتابا فقراہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم ہذا ما اوصت بہ فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ ص اوصت بحوائطہا
السبعۃ العفاف والدلال والبرقۃ والمبیت والحسنی والصافیہ ومال ام
ابراہیم الی علی بن ابی طالب فان مضی علی فالی الحسن فان مضی
الحسن فالی الحسین فان مضی الحسین فالی الاکبر من ولدی شہد اللہ
علی ذلک والمقداد بن الاسود والزبیر بن العوام وکتب علی بن ابیطالب

یعنی یہ باب ہے صدقات نبی والائمہ اور اون کے وصایا کا محمد بن یحیی راوی ہین
(۱) ابوالحسن ثانی علیہ السّلام سے کہ ہمنے حیطان سبعہ (سات چار دیواریان) سے
سوال کیا کہ آیا وہ میراث جناب فاطمہ تھین ۔ تو فرمایا نہین ۔ بلکہ وہ وقف تھا جس سے
رسول اللہ اسقدر لیا کرتے تھے جو مہمانون پر خرچ کرتے ۔ جب آنحضرت نے انتقال کیا
تو حضرت عباسؓ نے اوس مین مطالبہ کیا تو جناب امیرؑ نے گواہی دی کہ یہ وقف ہے
جناب سیدہؑ پر اوسکا نام دلال ۔ عفاف ۔ حسنی ۔ صافیہ ہے اور مال ام ابراہیم مبیت

بمہ فیہ

(۲) جناب امام جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ راوی نے پوچھا صدقہ رسول اللہ ص وصدقہ جناب فاطمہ س سے کیا مراد کہا کہ وہ دونو صدقہ ہے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلیے۔

(۳) تیسری روایت حضرت سے ہے کہ حضرت نے فرمایا وہ حلال ہے ہملوگون کیلیے کیونکہ جناب سیدہ س نے اوسکو بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کیلیے صدقہ قرار دیا ہے۔

(۴) ابو بصیر جناب امام محمد باقر سے روایت کرتے ہین کہ حضرت نے وصیت نامہ جناب سیدہ دکھایا جسمین لکھا تھا کہ یہ وصیت نامہ فاطمہ ہے بطرف علی ابن ابی طالب کے اونمین سات تو چار دیوای کے متعلق۔ اگر حضرت علی ع کا انتقال ہو تو امام حسن ع اسکے والی ہونگے اونکے بعد امام حسین ع پھر جو اونکی اولاد اکبر سے ہو گواہ ہوا اللہ اور مقداد بن اسود۔ اور زبیر بن عوام اور کاتب اسکے علی بن ابی طالب ہین۔

یہی چار روایتین ہین جو اس وقف کے متعلق ہین کہ خود رسول اللہ ص نے انکو وقف کیا تھا جناب سیدہ س پر اور جناب سیدہ س نے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب پر ان سبکو وقف کیا۔

اس روایت کی تصدیق اسی کشف الظلمات کے حصہ دوم کے صفحہ ۷۶ مین فتح الباری سے مذکور ہو چکی ہے کہ نخل بنی نضیر کو خدا نے حضرت کو فے مین دیا تھا فاعطی اکثرها للمهاجرین وبقی منها صدقة رسول الله التی فی ایدی بنی فاطمہ جسمین سے حضرت نے بہت کچھ تو مہاجرین کو دیا تھا۔ باقی رہ گیا صدقہ رسول جو بنی فاطمہ س کے ہاتھ مین تھا۔ نفی عامة صدقة رسول الله کہ یہ تمامتر صدقہ رسول اللہ ص تھا۔

اس سے یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب رسول اللہ ص نے اتنا بھی جائز نہ رکھا کہ اپنے صدقات کی تولیت کسی غیر سے متعلق کرین۔ بلکہ جناب سیدہ س ہی کو اوسکا متولی کیا تو اگر فدک کو آپ وقف بھی کئے ہوتے تو کب ممکن تھا اوسکا متولی جناب سیدہ س کے سوا کسی غیر کو کرتے چہ جائیکہ خلافت کا معاملہ بغیر تصفیہ چھوڑ جاتے کہ جسکا جی چاہے

خلیفہ بنجائے

**وقف علی الاولاد**[1] جو مسلمانون کا متفقہ مسئلہ ہے اور ابھی حال مین بڑی جد و جہد سے گورنمنٹ سے یہ حق حاصل کیا گیا ہے اوسکی بنیاد اسی پر ہے کہ حضرت نے اس جائداد کو وقف فرماکر اپنی اولاد کو اسکا متولی قرار دیا۔ پھر اس واقعہ کو نہ معلوم آپنے کیون یہان لکھا۔ کیونکہ تولیت وقف ہے نہ متولی امیر ہوتا ہے نہ مالدار۔ بلکہ وہ تو صرف خزانچی ہوتا ہے کہ جیسا حکم مالک کا ہوتا ہے اوس طرح انجام دیتا ہے چنانچہ بخاری نے کتاب الخمس مین ایک باب ہی اسکا قرار دیا ہے باب قول الله فان لله خمسه وللرسول یعنی للرسول قسم ذلك قال رسول الله

انما انا قاسم وخازن والله یعطی ص ۱۲۹ عینی شرح صحیح بخاری جلد ۲

کہ خدا نے جو کہا ہے خدا و رسول کیلئے اوسکا خمس ہے تو مراد اوس سے یہ ہے کہ تقسیم اوسکی حضرت سے متعلق ہے چنانچہ فرمایا کہ ہم تو قاسم اور خازن ہین اور خدا جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ پس جبکہ رسول اللہ ص ان اختیارات پر کہ حضرت کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا یہ فرمائین کہ ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہین۔ تو جناب سیدہ باوصف تولیت اوس سے کیا فائدہ پا سکتی تھین۔ اور اگر بالفرض کوئی ذاتی منفعت بھی ہو تو اسکو یہ کب لازم ہے اپنے باقی حقوق سے دست بردار ہو جائین۔

**قول پشاوری** (۵) لفظ بتول جو لقب تھا جناب ممدوحہ کا اس دعوئ فدک کی تکذیب پر ایک کافی دلیل ہے۔

صراح مین اُسکے معنی زیر لفظ تبل لکھے ہین۔ بتول هی العذراء المنقطعة عن الازواج (تجرد پسند عورت) ویقال هی المنقطعة الی الله عن الدنیا وهی لقب فاطمه بنت النبی رضی الله عنها۔ پس حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام تجرد پسند تو نہ تھین۔ کیونکہ شوہردار تھین۔ پس معنی یہی ہوے تارک الدنیا اور خداپرست عورت جو راجع الی اللہ ہو۔ گویا دنیا سے بکلی قطع تعلق اُس نے کیا ہو۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ دنیاوی فائدہ کیلئے گھر گھر اور کچہری مین دربدر

[1] قال سبط ابن الجوزی وهو اول وقف کان فی الاسلام وهما افاء الله علی رسوله

پھرتی رہے۔ اگر جناب سیدہ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین۔ تب بھی دربار مین نہ جاتین۔ چہ جائیکہ اسقدر جائداد کے ہوتے دربار خلافت مین جاوین۔ کیا ان کو آیت ستر اور آیت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية معلوم نہ تھی۔ پھر اسقدر غصہ کہ راستہ مین عمرؓ سے مشت گریبان ہون (دیکھو اصول کافی ص۱ و ۲) اپنے ہمراہ حسنین علیہما السلام کو لیکر گھر گھر پھرین۔ بروایت مجلسی لکھا ہے۔

ثم خرجت فاطمة وحملها على على اتان عليه كساء له خمل قد ادبها اربعين صباحا فى بيوت المهاجرين والانصار والحسن والحسين معها وهى تقول يا معشر المهاجرين انصروا الله وابنت نبيكم ولا اجابها احد ولا نصره۔

(کتاب الفتن مطبوعہ ایران ص۱۰۱)

**اقول** جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ نیا نہیں ہے۔ بلکہ آپکے اسلاف بھی یہی الزام رسول اللہ پر دیتے آئے ہین چنانچہ قرآن مجید مین ہے۔

وقالوا مال هذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق لولا انزل الله ملك فيكون معه نذيرا او يلقى الله كنزا وتكون له جنة ياكل منها وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا انظر كيف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا (مومنون)

اور کہتے ہین وہ کیسا پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازارون مین چلتا پھرتا ہے۔ اسپر کوئی فرشتہ کیون نہین نازل ہوتا اوسکے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اسکے پاس خزانہ آپڑتا۔ یا اسکا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہین کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔ دیکھو یہ تمھارے لئے کیسی کیسی مثالین بناتے ہین وہ گمراہ ہوگئے کہ کسی طرح راہ نہین پاسکتے۔

وقال الملاء من قومه الذين كفروا وكذبوا بلقاء الاخرة واترفناهم فى الحيوة الدنيا ما هذا الا بشر مثلكم ياكل مما تاكلون منه ويشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلكم انكم اذا لخسرون۔ مومنون

کافرون کی ایک قوم جو آخرت کو جھوٹھ سمجھتی اور ہمنے اونکو آسودگی دی تھی کہتے تھے کہ یہ (رسول) تو مثل تملوگون کے ہے اوس سے کھاتا اور پیتا ہے جس سے تم کھاتے اور پیتے ہو اگر تمنے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو تم اسوقت گھاٹے مین پڑگے۔

پس جو مقولہ کفار تھا آنحضرت کے بارہ مین وہی خیال آپ ظاہر کر رہے ہین کہ جناب سیدہ بتول ہوکر کیونکر طالب اپنے حقوق کی ہوئین۔ اور یہ نہ خیال کیا کہ جو شخص ایسا ہو وہ کب کسی ناجائز حق کا مطالبہ کر سکتے ہین یا کوئی کلمہ راستی کے خلاف زبان سے نکال سکتی ہین۔

طرہ تو یہ ہے کہ آپ جس ہنگروہ استدلال کرتے ہین جو مدعا علیہ کو بھی نہ سوجھی کہ آپکے خلیفہ اول کہتے آپکو دنیا سے کیا مطلب رسول اللہ تو آپکو بتول کا خطاب دے گئے ہین جسکے معنی انقطاع عن الدنیا ہے کہ دنیاوی چیزون سے آپکو سروکار ہی نہونا چاہیے۔

آپنے جو معنی بتول صراح سے لکھے ہین اوس سے اتنا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول باتفاق فریقین ثابت ہی۔ مگر افسوس آپکی لیاقت صرف صراح تک محدود ہے ورنہ اگر کتب احادیث لغت کی طرف رجوع کرتے تو معلوم ہوتا یہ لقب جناب سیدہ کس بنیاد پر تھا۔ دیکھئے مجمع بحار الانوار مین ہے۔ جو آپکے علامہ شیخ محمد طاہر فتنی کی تصنیف ہے علم لغت قرآن وحدیث مین ہی

نہ لا تبتل فی الاسلام ھو الانقطاع عن النساء وامرءۃ بتول ای منقطعۃ عن الرجال لا شھوۃ لھا فیھم وسمیت مریم وفاطمہ بھا لانقطاعھما عن نساء زمانھما فضلا ودینا او عن الدنیا الی اللہ منہ

یعنی حدیث مین جو آیا ہے لا تبتل فی الاسلام تو معنی یہ ہے کہ اسلام نے اسکو نہین جائز رکھا ہے کہ کوئی شخص عورتون سے قطع تعلق رکھے کہ نکاح ومتعہ نہ کرے۔ اور اوس عورت کو جو بتول کہتے ہین جو مردون سے تعلق نہ رکھے کہ

اوسکی خواہش ہو۔ اور حضرت مریم اور فاطمہ کا لقب بتول اس وجہ سے تھا کہ
منقطع تھیں دنیا کی عورتون سے یعنی متفرد تھیں۔ تمام دنیا کی عورتون سے فضل و
کمال اور دین مین۔ یا اس معنی سے کہ دنیا سے قطع تعلق کیے ہوں طرف خدا کے۔
اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کا لقب بتول ہونا متفق علیہ فریقین ہے
کہ شیعہ و سنی سب اون حضرت کو بتول جانتے ہین۔ اسی معنی سے کہ وہ اپنا مثل و نظیر
دنیا مین نہین رکھتی تھین اور صرف خدا سے اونکا تعلق تھا۔

اسماء الرجال مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی مین ہے وھی سیدۃ نساء العالمین
وسیدۃ نساء اھل الجنۃ لقبت بالزھراء لزھرتھا وبھجتھا وجمالھا و
کمالھا وبالبتول لانقطاعھا الی اللہ عن الخلق او لانقطاعھا عن النساء
فی الجمال والکمال وکانت اشبہ الناس برسول اللہ صلعم دلا وھدیا وسمتا
وحدیثا وکلاما وکان رسول اللہ صلعم اذا دخلت فاطمۃ قام الیھا فاخذ
بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ
فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا صفحہ ۲۹ ورق ۱۵ قلمی
یعنی حضرت فاطمہؑ تمامی عورات عالم کی سیدہ ہین۔ اور تمام اہل جنۃ کی عورتون
کی سیدہ تھین۔ اور زاھرا اس وجہ سے لقب ہوا کہ حضرت زہرت و بہجت و جمال
وکمال مین بےمثل تھین۔ اور بتول اس وجہ سے لقب تھا کہ آپ خلق سے
منقطع تھین طرف خدا کے یا اس وجہ سے کہ تمامی عورات مین جمال وکمال مین
متفرد تھین۔ اور تمام تر آپ مشابہ تھین رسول اللہ صلعم سے رفتار مین گفتار مین۔ اور
قاعدہ تھا کہ جب جناب سیدہؑ خدمت رسول مین حاضر ہوتین۔ تو حضرت اوٹھ کھڑے
ہوتے اور ہاتھون کو پکڑتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھلا لیتے۔ اسی طرح جب
جناب رسالتمآب صلعم تشریف لاتے تو جناب سیدہؑ اوٹھکر تعظیم کرتین اور بوسہ دیکر
بیٹھالتین۔
روضۂ ندیہ شرح تحفہ علویہ علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح امیر مین ہے جو اعاظم علمائے

اہلسنت سے ہیں واذا قد تعرضنا لبعض فضائل البتول ع فلنتبرک
بذکر فضائل من فضائلها سلام اللہ علی ابیها و زوجها و علیها
و علی ولدیها فنقول فصل اخرج النسائی عن ابن عباس قال قال
رسول اللہ ؐ ابنتی فاطمۃ حوراء ادمیہ لم تحض و لم تطمث و انما سماها
فاطمہ لان اللہ عزوجل فطمها و محبیها عن النار۔ الطمث الحیض وکرر
لاختلاف اللفظ والطمث ایضاً الجماع واخرج الامام علی بن موسی الرضا
عن اسما قالت قبلت فاطمہ بالحسنؑ فلم ار لها دماً فقلت یا رسول اللہ
انی لم ار لفاطمہ دما فی حیض ولا نفاس فقال ؐ ان ابنتی طاهرۃ مطهرۃ
لا یری لها دم فی حیض ولا ولادۃ۔ واخرج ابو عمر عن ابی هریرۃ قال قال
رسول اللہ افضل نساء اهل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد و فاطمہ بنت
محمد و مریم ابنۃ عمران و اسیہ بنت مزاحم امرءۃ فرعون ۔ و اخرج
ابو عمرو الحافظ ابو القاسم الدمشقی عن عمران بن حصین ان النبی
صلعم عاد فاطمہ وهی مریضۃ فقال لها کیف تجدینک یا بنیۃ فقالت
انی وجیعۃ وانی لیزیدنی انی مالی طعام اکلہ فقال یا بنیۃ اما ترضین انک
سیدۃ نساء العالمین فقالت یا ابت فاین مریم بنت عمران قال تلک
سیدۃ نساء عالمها وانت سیدۃ نساء عالمک اما واللہ لقد زوجتک
سیدا فی الدنیا والاخرۃ هذا لفظ ابی عمرو لفظ الحافظ ابی القسم
او فی منہ قال عن عمران قال خرجت یوماً فاذا رسول اللہ صلعم قائم
فقال یا عمران فاطمہ مریضۃ فهل لک ان تعودها قال قلت یا رسول
اللہ فداک ابی وامی وای شرف اشرف من هذا قال فانطلق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانطلقت معہ حتی الی الباب فقال
السلام علیکم ادخل قالت وعلیکم السلام ادخل فقال صلعم انا و
من معی قالت والذی بعثک بالحق ما علی الا هذہ العباءۃ قال ومع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاءۃ خلقہ فرمی بہا الیہا فقال
سدی بہا راسک ففعلت ثم قالت ادخل فدخل ودخلت معہ
فقعد علی راسہا وقعدت قریباً منہ فقال ای بنیۃ کیف تجدینک
قال واللہ یا رسول اللہ انی لوجیعۃ وانی لیزیدنی وجعا ان لیس عندی
ما اکل قال فبکی رسول اللہ صلعم وبکت وبکیت معہما فقال لہا
ای بنیۃ اصبری مرتین اوثلاثا ثم قال ای بنیۃ اما ترضین ان تکونی
سیدۃ نساء العالمین قالت یا لیتہا ماتت واین مریم بنت عمران
قال لہا ای بنیۃ تلک سیدۃ نساء عالمہا وانت سیدۃ نساء عالمک
والذی بعثنی بالحق لقد زوجتک سیدا فی الدنیا والاخرۃ لایبغضہ
الا منافق - ص ۹۷

یعنی چونکہ بعض فضائل حضرت بتول کا یہان مذکور ہوا لہذا ایک خاص فصل
مین ہم آپکے فضائل ومناقب لکھتے ہین - نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا فاطمہ میری بیٹی حورا ہے آدمی کی شکل مین
کہ نہ اوسکو حیض ہوتا ہے نہ طمث - اسکا نام فاطمہ اس وجہ سے ہوا کہ خدا نے اسکو
اور اسکی اولاد کو آتش جہنم سے جدا کردیا ہے (کہ کبھی اوسکا عذاب نہوگا) امام علی
بن موسیٰ الرضا نے اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ ولادت امام حسنؑ
پر خون (نفاس) نہین دکھا گیا تو اسما نے رسول اللہ ص سے عرض کیا - ہمنے فاطمہ
کو کبھی حیض آتے دیکھا نہ نفاس تو رسول اللہ ص نے فرمایا کیا تو نہین جانتی میری
بیٹی فاطمہ طاہرہ مطہرہ ہے کہ نہ اوسکو خون حیض آتا ہے نہ خون نفاس -
ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا افضل نساء اہل جنۃ خدیجہ
ہین اور فاطمہ بنت محمد ص اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون
ابوعمر اور حافظ ابوالقاسم دمشقی نے روایت کی ہے عمران بن حصین سے
(صحابی ہین) ایک روز آنحضرت نے حالت مرض مین جناب سیدہ کی عیادت

کی اور پوچھا کیا حال ہے تو کہا مین بیمار ہون اوسپر زیادتی یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی چیز کھانے کی نہین ہے جو کھا سکین۔ آپنے فرمایا کیا تم اسپر راضی نہین ہو کہ سیدۃ نساء العالمین ہو جناب سیدہ نے کہا پھر حضرت مریم کا کیا درجہ ہوا۔ کہا کہ وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھین اور تم اپنے زمانہ کی سیدہ ہو قسم خدا کی ہمنے اوس نے تمھارا عقد کیا جو سید ہے دنیا و آخرت مین۔ یہ روایت ابو عمر ہے۔

حافظ ابو القاسم کی یہ روایت ہے کہ عمران بن حصین کہتے ہین ایکروز آنحضرت کو دیکھا کہ کھڑے ہین۔ مجھسے فرمایا اے عمران فاطمہ بیمار ہین کیا تم عیادت کو اونکی چلوگے۔ عمران نے کہا میرے مان باپ فدا ہون اس سے بڑھکر کون شرف ہو سکتا ہے مین حضرت کے ساتھ چلا۔ جب داخل دروازہ ہوے تو فرمایا السّلام علیکم۔ کہا مین آؤن جناب سیدہ نے کہا تشریف لائے۔ حضرت نے پوچھا کیا جو ہمارے ساتھ ہے وہ بھی آئے۔ جناب سیدہ نے عرض کیا قسم اوس کی جسنے آپکو مبعوث بحق کیا کہ میرے بدن پر اس عبا کے سوا دوسرا کچھ نہین ہے۔ تو حضرت کے ہاتھ مین ایک پرانے کپڑے کا ٹکڑہ تھا اوسکو پھینک دیا اور کہا اس سے اپنا سر چھپالو۔

عمران کہتے ہین اسکے بعد ہم اور رسول اللہ داخل ہوے تو حضرت سرھانے بیٹھ گئے اور ہم حضرت کے قریب ہی بیٹھے بعدہ پوچھا کیسا مزاج ہے تو جناب سیدہ نے کہا۔ قسم بخدا یا حضرت مین بیمار ہون اور اوسپر زیادتی یہ ہے کہ گھر مین کچھ کھانے کی چیز نہین ہے۔ حضرت اس سے بہت روئے اور ہم بھی اون دونون کے ساتھ روئے پھر فرمایا اے بیٹی صبر کرو دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہا۔ پھر فرمایا کیا اسپر نہین راضی ہو کہ تم سیدۃ نساء العالمین ہو۔ پوچھا۔ پھر حضرت مریمؑ کا کیا درجہ ہے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی سیدہ تھین اور تم اپنے زمانہ کی قسم اوسکی جسنے ہمکو مبعوث بحق کیا کہ ہمنے تمھارا عقد اوس سے کی ہے جو سید ہے دنیا و آخرت مین کہ اوس کا دوست رکھنے والا مومن ہے اور دشمن رکھنے والا منافق"

ان روایتون سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب سیدہ کا لقب بتول کس وجہ سے

تھا کہ وہ دنیا کی ہر کثافت و نجاست سے پاک اور پاکیزہ تھین اور اونکو خدا نے سیدہ نساء العالمین بنایا تھا۔

آپ تو ان روایتون سے اس وجہ سے ضرور خوش ہونگے کہ آپکے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دنیا سے بکلی قطع تعلق کئے ہوئے تھین۔ مگر اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسقدر ضرورت ضرور تھی کہ سد رمق کیلئے کچھ کھانے کو ملے جسکی شکایت حضرت نے اپنے پدر بزرگوار سے کی اور رسول اللہ بھی دوے اور وہ معصومہ بھی۔ تو اگر حالت وسعت و فراغت مین جناب رسالتمآب نے اوسی سد رمق کیلئے ایک قلیل سی جائداد دی تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہے جسکے مطالبہ پر آپ یہ الزام دیرہے ہین۔

آپ کیسے مرزائی ہین کہ اپنے خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کا طرز عمل دیکھکر بھی آپ سنیون کے خلیفہ اول کے طرفدار بنے ہین حالانکہ آپکے خلیفہ اول تو کس طرح مرزا صاحب کے خاندان کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ بخلاف ابوبکر کہ اونھون نے وہ سلوک کیا جسکو تمامی اہل اسلام نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

آپ جو حمایت خلیفہ اول یہ الزام جناب سیدۂ پر قائم کرتے ہین۔ پھر کیونکر ممکن ہو کہ وہ دنیاوی فائدہ کیلئے گھر گھر اور کچہری مین در بدر پھرتی رہے،، تو یہ محض آپکی ہٹ دھری اور زبردستی ہے۔ کیونکہ طلب حق کیلئے تو رسول اللہ نے مکہ چھوڑا۔ طائف گئے۔ مدینہ آئے۔ پھر جناب سیدۂ نے اگر طلب حق کیلئے دولتسرا سے قدم نکالا تو کیونکر مورد طعن ہوئین۔ حالانکہ آپ جانتے ہین۔ یہان نہ کوئی کچہری تھی نہ کہین گھر سے باہر قدم نکالنا کیونکہ جناب سیدۂ کا گھر تو مسجد نبی کے اوس گوشہ مین تھا کہ راہ اوسکی مسجد مین تھی بلا مسجد مین گئے ہوئے نہ گھر سے باہر نکل سکتین نہ اندر جا سکتین۔ اور اوسی مسجد مین بیٹھے ہوئے ابوبکر صاحب فیصلہ کرتے تھے پھر اپنے گھر سے دروازہ پر آنا گیا آپکے نزدیک کچہری مین دوڑنا ہو گیا۔

آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ مطالبہ جناب سیدۂ محض اس غرض سے تھا کہ ابوبکر صاحب شریعت خدا و رسول کو مٹا رہے تھے۔ کیونکہ خدا و رسول نے تمامی کفار عرب کے خلاف

یہ حکم جاری کیا تھا کہ بیٹیون کو نصف حصہ لڑکون کا میراث مین ملا کرے۔ اسی حکم خدا ورسول کے مٹانے کو ابوبکر صاحب نے یہ مسئلہ ایجاد کیا کہ دختر رسول اللہؐ کو ترکہ نہ ملے۔

اسی لئے جناب سیدہ نے اپنی امکانی کوشش بھر کوشش کی کہ شریعت رسول اللہ قائم رہے جسکا یہ اثر ہوا کہ گو جناب سیدہ محروم رہین۔ مگر حکم خدا و رسول جاری ہوگیا ملاحظہ ہو کشف الظلمات حصہ اول۔

پھر کیا ایسی حالت مین کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ مطالبہ کرنا بغرض ذاتی نفع کی تھا حالانکہ اگر ایسا ہو بھی تو کسی طرح الزام نہین آسکتا۔ کیونکہ طلب حق بطریق جائز تو ہر شخص پر واجب ہے۔

آہ آپکو جوش ناجائز حمایت خلیفہ اول نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ کچھ نہین سوجھتا خدا تو اپنے حبیب خاص کیلئے مال غنیمت کو برخلاف دیگر پیغمبران جائز او رمباح کرے۔ اور آپ انصار بلکہ یہود کے عطایا کو قبول فرمائین۔ اور اپنی پارہ جگر **فاطمہ زہراؑ** کو اوسکا متولی بنائین۔ مگر جب جناب سیدہ غاصبون سے اپنے حق واجبی کو طلب کرین تو آپ اوسکو دنیاداری قرار دین۔ پھر جب خود خدا اور اوسکا رسول دنیادار تھا تو جناب سیدہ یا آپکے شیعہ اس قسم کے الزام دنیاداری سے کب ناراض ہو سکتے ہین ظالمون اور غاصبون کا تو یہ معمولی ہتکنڈہ ہے۔

آپکو اگر سیرت اہلبیت اطہار معلوم ہوتی تو سمجھتے ان لوگون کا دنیا عین آخرت ہو اور آخرت عین دنیا دیکھئے روضہ ندیہ مین ہو۔

اخرجه الحافظ ابوالقاسم الدمشقی عن ابی سعید قال قال علی علیه السلام ذات یوم فاطمة هل عندك من شئ تغذینیه قالت لا والذی اکرم ابی بالنبوة ما اصبح عندی شئ منذ یومین الا شئ او ثرك به علی بطنی وعلی ابنیّ هذین قال یا فاطمه الا اعلمتینی حتی ابغیکم شیئًا قالت انی استحیی من الله ان اکلفك ما لا تقدر علیه فخرج من عندها واثقا

باالله حسن الظن به فاستقرض دیناراً فبینا الدینار فی یده اراد ان یبتاع لهم ما یصلح لهم اذ عرض له المقداد فی یوم شدید الحر قد لوحته الشمس من فوقه وآذته من تحته فلما راٰه انکره وقال یا مقداد ما ازعجك من رحلك هذه الساعة قال یا ابا الحسن خل سبیلی ولا تسالنی عما ورائی قال یا ابن اخی انه لا یحل لك ان تکتمنی حالك قال اما اذ ابیت فوالذی اکرم محمد ابا النبوة ما ازعجنی من رحلی الا الجهد ولقد ترکت اهلی یبکون جوعاً فلما سمعت بکاء العیال لم تحملنی الارض فخرجت مغموماً راکباً راسی هذا حالی وقصتی فهملت عینا علی علیه السلام بالبکاء حتی بلت دموعه لحیته ثم قال احلف بالذی حلفت به ما ازعجنی غیر الذی ازعجك ولقد اقترضت دیناراً فهاك واوثرك به علی نفسی ودفع الیه الدینار ورجع حتی دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم فلما قضی النبی صلعم صلوة المغرب مر بعلی علیه السلام فی الصف الاول وغمزه برجله فسار خلف النبی صلعم حتی لحقه عند باب المسجد ثم قال یا ابا الحسن هل عندك شیء تعشینا به فاطرق علی لا یحیل جواباً حیاء من النبی صلعم وقد عرف الحال التی خرج علیها فقال النبی صلعم اما ان تقول لا فننصرف عنك او نعم فنجیء معك فقال له حیا وتکرما اذهب بنا وکان الله سبحانه قد اوحی الی نبیه صلعم ان تعش عندهم فاخذ النبی صلعم بیده فانطلقا حتی دخلا علی فاطمه فی مصلی لها وقد صلت وخلفها جفنة تفور دخانا فلما سمعت کلام النبی صلعم خرجت من المصلی فسلمت علیه وکانت اعز الناس علیه فرد السلام ومسح بیده علی راسها وقال کیف امسیت عشینا غفر الله لك وقد فعل فاخذت الجفنة ووضعتها بین یدیه فلما نظر علی ذلك وشم ریحه رمی فاطمه ببصره رمیا شحیحاً فقالت ما اشح نظرك واشده سبحان الله هل اذنبت فیما بینی وبینك ما

استوجب به السخطة قال وای ذنب اعظم من ذنب اصبحته الیوم ایسر
عمدی بك الیوم وانت تخلفنی بالله مجتهدة ماطعمت طعاماً یومین فنظر
الی السّماء فقالت الذی یعلم ما فی سمائه ویعلم ما فی ارضه انی لم اقل
الاحقاً قال فانی لك لم ار مثله ولم اشم مثل رائحته ولم اکل اطیب منه
فوضع النبی صلعم کفه المبارکة بین کتفی علی علیه السّلام ثم هزها و
وقال یا علی هذا ثواب الدنیا وهذا جزاء الدنیا وهذا من عند الله ان الله
یرزق من یشاء بغیر حساب ثم قال الحمد لله کما لم یخرجکما من الدنیا حتی یجری بك
فی المجری اجری فیه یحیی بن ذکریا ویجری بك یا فاطمه فی المجری الذی
جری فیه مریم بنت عمران کلما دخل علیها ذکریا المحراب وجد عندها رزقا
قال یا مریم انّی لك هذا قالت هو من عند الله

حافظ ابو القاسم دمشقی نے روایت کی ہے کہ یک روز جناب امیرؑ نے حضرت سیّدہ سے
کہا کچھ کھانے کو ہے تو کہا قسم اوس خدا کی جسنے ہمارے پدر بزرگوار کو نبی بنایا ہمارے
پاس دو روز سے کچھ نہین ہے مگر یہی جسکے لئے تمکو ہم اختیار کرتے ہین اپنے اور اپنے دونو
فرزندپر۔ حضرت علیؑ نے کہا تو نے ہمکو خبر کیون نہین دیا کہ کچھ تلاش کرتے۔ جناب سیّدہ نے
کہا ہمکو شرم معلوم ہوئی خدا سے کہ تمکو ایسی تکلیف دین جسپر تمکو قدرت نہین۔ حضرت علیؑ
وہان سے باہر نکلے خدا پر توکل کرکے۔ پس ایک دینار قرض کیا اور چاہا کچھ خریدین کہ
سامنے سے مقداد (صحابی) شدت گرما مین نظر آئے جنکے چہرے کو آفتاب نے شدت گرمی
سے متغیر کردیا تھا۔ اونکو دیکھکر جناب امیرؑ نے فرمایا کیون تم اس وقت ایسی گرمی مین گھر
سے نکلے ہو مقداد نے کہا ہمکو چھوڑ دیجئے اور نہ پوچھئے کیا گذرتی ہے جناب امیرؑ
نے فرمایا اے برادر زادہ تمھین جائز نہین کہ ہمسے حال چھپاؤ۔ مقداد نے کہا جب آپنے
اصرار کیا تو قسم اوس کی جسنے رسول اللہ صلعم کو مبعوث برسالت کیا کہ ہم شدت گرسنگی
سے باہر نکلے ہین کہ سب لڑکے بھوک سے رو رہے ہین اونکی آواز نے مجھے مجبور کیا
کہ گھر سے باہر نکلین۔ جناب امیرؑ اس واقعہ کو سنکر اسقدر روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی

اور کہا قسم بخدا ہم بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلے ہین۔ پھر کہا کہ دیکھو یہ دینار ہمنے
قرض لیا ہے۔ مگر تمکو اپنی نفس پر ترجیح دیتے ہین۔ وہ دینار اونکو دیکر خدمت رسول
اللہ مین حاضر ہوئے۔ جب نماز مغرب پڑھ چکے تو حضرت علیؑ کو اشارہ کرکے ساتھ لیا
جب در مسجد پر پہونچے تو پوچھا اے علیؑ کچھ تمھارے گھر ہے کہ آج رات کو ہمکو کھلاو حضرت
علیؑ مارے حیا کے کچھ جواب نہ دیسکے کیونکہ گھر کا حال معلوم تھا۔ اسپر رسول اللہؐ نے
فرمایا کہو نہین کہلا سکتے تو ہم چلے جائین یا کہو ہان تو ساتھ چلین حضرت علیؑ نے فرمایا
جاونگر یا آپ میرے ساتھ تشریف لیچلین۔ گویا کہ خدا نے وحی کی تھی کہ آج شبکو
حضرت علیؑ کے مہمان رہین پس حضرت نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور داخل خانہ
جناب سیدہ ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے مصلے پر ہین اور نماز پڑھ چکی ہین اور پیچھے
اونکے پیالہ (یا دیگچی) ہے جس سے بھاپ نکل رہی ہے جناب سیدہؑ نے سلام
کیا اور حضرت نے جواب سلام دیکر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کیا حال ہے۔ کچھ کھلاو
اس وقت خدا بخشے تمکو اور بخش چکا۔ اسپر جناب سیدہؑ نے وہی پیالہ حاضر کیا
جب جناب امیرؑ نے اوس پیالہ کو دیکھا اور اوسکی خوشبو سونگھی تو جناب سیدہؑ کی
طرف نظر تیز سے دیکھا جسپر جناب سیدہؑ نے کہا کو نسا قصور ہمسے ہوا ہے جو تم اس نظر سے
دیکھ رہے ہو۔ جناب امیرؑ نے کہا اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ آج ہی تمنے قسم کھائی
تھی کہ دو روز سے ہمنے کچھ نہین کھایا۔ جناب سیدہؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور
کہا جو خدا جانتا ہے آسمان و زمین کی سب باتون کو وہی جانتا ہے کہ ہمنے بجز
حق کوئی کلمہ نہین کہا تھا۔

جناب امیرؑ نے کہا پھر یہ کہان سے آیا جو ایسا کھانا ہے کہ نہ مثل اسکا دیکھا نہ ایسی خوشبو
نہ ایسی لذت کسی کھانے مین دیکھی۔

جناب رسالتمآبؐ نے اپنا دست مبارک درمیان دوشانہ جناب امیرؑ کے رکھا اور
حرکت دی اور فرمایا اے علیؑ [illegible]ب دینا ہے اور یہ جزاے دینا ہے۔ یہ رزق منجانب
اللہ ہے کہ جسکو چاہتا ہے بغیر حساب دیتا ہے الحمد للہ کہ خدا نے تم دونون مین مثال

حضرت مریم اور حضرت زکریا کو جاری کیا (ترجمہ آیہ) کہ جب حضرت ذکریا مریم کے پاس محراب مین جاتے تو اونکے پاس رزق دیکھتے کہا اے مریمؑ یہ کہان سے آیا تو کہا کہ خدا کی طرف سے۔

یہ ایک ایسے عالم اہلسنت کی روایت ہے جس سے نہ کوئی وہابی انکار کرسکتا ہو نہ کوئی حنفی نہ کوئی مرزائی اب اسکی نکات پر غور فرمائیے۔

(۱) جناب سیدہ پر دو روز گذر گئے کہ گھر مین کچھ کھانے کو نہین ہے۔ مگر جناب امیرؑ کو خبر نہین کرتین۔

(۲) جو قدر قلیل تھا اوسکے اس طرح پیش کیا کہ خود اور دونو بچے بھوکے رہے مگر جناب امیرؑ کے سامنے حاضر کیا۔

(۳) جناب امیرؑ نے کہا کہ جب کچھ نہین تھا تو ہمکو خبر کیون نہین کی جسپر جناب سیدہؑ فرماتی ہین کہ ہمکو خدا سے شرم معلوم ہوئی کہ ایسی تکلیف دین جو تمھارے امکان مین نہو۔ کیا دنیا مین ہے کوئی جو اسکی نظیر پیش کرسکے۔ کیونکہ اہلسنت ازواج نبی کا مرتبہ سب سے بڑا بتلاتے ہین۔ مگر اونکی اخلاقی حالت ایسی تھی کہ آجتک قرآن مجید مین اونکا شکوہ موجود ہے ملاحظہ ہو سورہ احزاب۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلا اے نبی کہدو اپنی ازواج سے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت و آرایش کی خواستگار ہو تو آؤ مین تمھین کچھ مال دون اور اچھی طرح سے رخصت کردون۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ ازواج نبی نے حضرت کو کس طرح دق کیا اور کسدرجہ عاجز کہ آخر خدا نے یہ حکم دیا کہ کہدو اگر تم دنیا کی خواہش مند ہو تو آؤ ہم کچھ مال دیکر تمکو رخصت کردین۔

اور یہان یہ حالت ہے کہ دو روز تین روز گذر جاتے ہین کہ جناب سیدہؑ کو اتنا مقدور نہین کہ خود کھا سکین یا بچون کو کھلا سکین۔ مگر خدا سے آپ حیا کرتی ہین اور

جناب امیرؑ سے نہین کہتین۔

کہئے اب بھی آپکو معلوم ہوا یا نہین کہ جناب سیدہؑ کا لقب بتول کیون تھا اُسے ہی تو کل اور حیا کی بدولت کہ بجز خدا اپنے حال کو کسی پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا یہانتک کہ جناب امیرؑ سے بھی نہ کہا۔

اسی وجہ سے خداوند عالم فرماتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ خدا ہی خوب جانتا ہے کون قابل رسالت ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عورتین اپنے شوہرونکے حالات سے بخوبی مطلع ہوتی ہین کہ اوسکی اندرونی حالات کیا ہین وہ مالدار ہے یا فقیر مسک ہے یا سخی۔ مگر ازواج نبی کو ایسی بے اعتمادی تھی کہ سب حالتین جانکر بھی وہ حضرت کو اس طرح مجبور کرتین کہ خدا نے صاف لفظون مین کہہ دیا اگر وہ نہین مانتین تو نکالدو۔ اور جناب سیدہ کی یہ حالت ہے کہ مارے حیا کے جناب امیرؑ سے یہ بھی نہین کہتین کہ ہمپر دو روز سے فاقہ ہے گھر مین کچھ نہین۔

آپکو اسی کشف الظلمات جلد ۲ کا صفحہ ۱۰۴ یاد ہوگا جسمین مینے عرض کیا تھا کہ جب جناب سیدہؑ نے حضرت سے ایک خادمہ کی خواہش کی تھی تو آپنے تسبیح فاطمہؑ کی تعلیم فرمائی تھی۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ اوسی تعلیم کا اثر تھا کہ اب ایسے شدائد جناب سیدہؑ پر گذرتے ہین اور آپ اوسکی خبر جناب امیرؑ کو بھی نہین کرتین اور خدا سے حیا کرتی ہین۔ کہ جب وہی قادر و مختار ہے۔ تو پھر اپنا حال بجز اسکے دوسرے کس سے کہین۔ پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو بیٹی ایسی صابرہ و شاکرہ ہو اوسکو جناب رسالتمآبؐ بوقت قدرت و اختیار محروم کرینگے کیونکہ آپکو بعلم الیقین معلوم تھا جو مال اسکے حوالہ کیا جائیگا وہ محض فقرا و مساکین کے مصرف صحیح مین صرف ہوگا۔

(۴) یہ کہ جناب امیرؑ نے اس حالت پر کہ گھر مین دو روز سے فاقہ ہے ایک دینار قرض لیا ہے اور چاہتے ہین کہ کچھ خریدین۔ مگر حضرت مقداد کو پریشان حال دیکھکر

استفسار کرتے ہین۔ اور وہ بھی ایسے غیور ہین کہ کچھ حال نہین کہتے۔ مگر جناب امیر قسم دیکر پوچھتے ہین۔ اور وہ دینار جو قرض لیا ہے انکو دیدیتے ہین کہ تم اپنا کام چلاو اگرچہ ہم بھی اسی حال مین ہین۔
کیا تاریخ عالم کوئی اسکی نظیر پیش کرسکتا ہے۔ اسی لئے تو خداوند عالم ان لفظون مین آپ حضرات کی تعریف کرتا ہے۔ یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون سورہ حشر
اور ترجیح دیتے ہین اپنی نفسونپر اگرچہ خود محتاج ہون اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہین۔
خدا و رسول نے تو آپکو خلیفہ کیا تھا اسی غرض سے کہ آپ نمونہ بنین اون تعلیمون کے جو رسول اللہ ص نے امت کو دی تھی کہ دنیا کو ہیچ سمجھو اور بجز خدا کسی کا خیال نہ کرو۔ اسی لئے دنیا پرست صحابہ نے نہ چاہا کہ یہ حضرات خلیفہ بن سکین کیونکہ رسول اللہ ص کی چند روزہ تعلیم نے ایک انقلاب ڈال دیا کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ اگر یہ حضرات خلیفہ بنکر اونکا نمونہ دکھائینگے تو سارا عالم ایک دوسرا جلوہ دکھائیگا۔ اسی لئے نہ غسل وکفن رسول کا انتظار کیا گیا نہ آپکے دفن سے فرصت ہونے پائی کہ اسلام کا سارا نقشہ ہی بدل دیا گیا۔
آپ اگر تمام کتب تواریخ دیکھ جائینگے اور جتنی کتابین سیرت یا احادیث مین لکھی گئی ہین کہین آپکو اس طرح کا ایثار نہ ملیگا جو ان حضرات نے دکھایا اور تمام عالم کو بتایا کہ مسلمان ایسا ہو جو خود بھوکھا رہے اور دوسرونکو کھلادے اپنے بچے بھوکھے رہین۔ مگر دوسرون کے بچے سیر ہون۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ص نے جو اپنے ایسے اولاد امجاد کو بحکم خدا کچھ دیا تو وہ کسی طرح مورد اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ آپ پر فرض تھا ایسے لوگون کو کچھ ایسی جائداد دے جائین جو مصرف صحیح مین صرف ہون۔ کیونکہ آپکو یقیناً معلوم تھا ہمارے بعد کیا ہونیوالا ہے۔
(۵) غور فرمایئے خود رسول اللہ پر اسی فقر وفاقہ سے کیا گذر رہی تھی کہ جناب امیر

سے فرمایش کرتے ہین آج شبکو کھانا کھلاو۔ اور جناب امیرؑ پر کیا گذری کہ اس سوال
کا جواب دیا جاے کیونکہ اس روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت کو وحی ہوئی تھی
کہ آج انھین کے مہمان ہو۔ توکیا آپ خیال کرسکتے ہین کہ خدا کا کوئی فعل یا رسول کا
کوئی فعل خلاف مصلحت ہوتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہین۔ بلکہ یہ مصلحت تھی کہ آپ دکھائین
مومن کی کیا شان ہے یوثرون علی انفسھم کی کیا حالت ہے کہ جناب امیرؑ
جانتے ہین گھر مین کچھ نہین ہے۔ مگر جناب رسالتمآبؐ سے یہ نہین کہتے کہ ہمارے گھر
توآج کچھ نہین۔ بلکہ عرض کرتے ہین حبا وکرامۃ تشریف لے چلئے۔

(۶) جناب رسالتمآبؐ تشریف لیجاکر دکھاتے ہین کہ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
پر اس طرح ایمان لایا جاتا ہے کہ چونکہ جناب سیدہؑ نے خدا پر توکل کرکے اپنے حال
فقر وفاقہ سے جناب امیرؑ کو نہ مطلع کیا تھا اسلئے حضرت نے دکھا دیا کہ دیکھو یہ اوسی
توکل کا نتیجہ ہے کہ خدا نے اس طرح رزق مہیا کیا۔

(۷) جناب رسالتمآبؐ کو اوسکا بھی علم تھا جو جناب سیدہؑ سے پہلے بات چیت ہوچکی تھی
پھر یہ معلوم تھا کہ جناب امیرؑ نے کیسی ایثار کی بے نظیر نظیر قائم کی کہ جو دینار قرض لیا
تھا اوسکو آپنے مقداد کو دیدیا اسلئے حضرت نے فرمایا ھذا ثواب الدنیا وھذا
جزاء الدنیا کہ یہ تو دنیا مین ثواب وجزا ملا اور ثواب آخرت کا تو حساب ہی نہین۔

(۸) اگر جناب رسالتمآب نہ تشریف لاتے اور تنہا جناب امیرؑ آکر یہ پیالہ یا دیگچی دیکھتے جو
خدا نے بعوض اس ایثار وتوکل کے دیا تھا۔ تو ممکن تھا یہ شبہہ پیدا ہوتا کہ جناب
سیدہؑ نے خلاف واقع بیان کیا تھا جیسا کہ حدیث کی عبارت ہے۔ اسلئے خدا نے
بذریعہ وحی حضرت کو حکم دیا کہ خانہ جناب سیدہؑ مین جاؤ تاکہ قدرت خدا کا تماشہ دیکھو
اور اوس شبہہ کو دفع کرو جو جناب امیرؑ کے دلمین پیدا ہونیوالا ہے۔

توکیا کوئی کہہ سکتا ہے جو خدا اس طرح احوال عباد پر ناظر رہتا ہے وہ بلا سبب
اپنے رسول کو حکم دیتا ہے وآت ذی القربی حقہ کہ ذوی القربی کے حق کو دیدو
اور اوسکی حضرت نے یون تعمیل فرمائی۔ مگر افسوس آپکے خلیفہ اول نے محض بغض

وعناد سے وہ کام کیا جسپر آسمان و زمین ہمیشہ روئینگے۔
آپ فرماتے ہین "اگر جناب سیدہؑ مفلس اور قلاشہ محض بھی ہوتین تب بھی دربار مین نہ جاتین" مگر نہ معلوم یہان دربار آپ کہان سے لائے کیا یزید کا دربار تصور کیا ہے جہان جناب زینبؑ و ام کلثومؑ گرفتار ہو کر گئی تھین۔ یہان تو مسجد رسول اللہؐ ہے جو حضرت کے مکان سے اسقدر متصل ہے کہ بغیر مسجد مین آئے آمد و رفت ہی نہین ممکن ہے پھر دربار کیا حاکم کیا یہ غاصب حق ہے جس سے آپ اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہین۔
یہ نئی بات ہے کہ طلب حق کیلئے آپ اسکی ضرورت سمجھتے ہین کہ اگر مالدار ہو تو نہ طلب کرے مگر آجتک یہ دفعہ کسی قانون مین نہین ملا نہ خدا کے قانون مین نہ کسی گورنمنٹ کے قانون مین۔
اور جب رسول اللہؐ کو اوس جائداد سے سیری نہوئی جو آپکو حاصل ہو چلی تھی تو پھر سیدہؑ کو کیون نہ ضرورت ہوتی حالانکہ آپ جانتی تھین۔ اس جائداد مین ہمارے لئے اوسیقدر حصہ ہے جتنا کہ اور فقرا و مساکین کا حصہ ہے۔
آیت ستر اور آیۃ وقرن فی بیوتکن سے استدلال تو اور بھی طرفہ ماجرا ہے کہ جسکا الزام حضرت عائشہ پر تھا اوسکو آپ جناب سیدہؑ کیلئے لاتے ہین۔
اس استدلال کی اصلیت یہ ہے کہ اہلسنت اس روایت کو مخصوصات شیعہ سے سمجھتے ہین۔ اسلئے اسکو دروغ جانکر و استہزا و تمسخر کرتے ہین۔ حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ کتب اہلسنت مین اوسی طرح مذکور ہے جس طرح شیعون کے یہان۔
اگرچہ محدثین و مورخین متعصبین نے بہت کچھ چھپانا چاہا مگر جو امر واقعی ہو وہ کیونکر چھپ سکتا ہے دیکھئے تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۲۱
کہ منصور دوانیقی نے جو خلفائے بنی عباس کا دوسرا خلیفہ ہے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن امام حسنؑ کو خط لکھا ہے واما قولکم انکم بنو رسول اللہ فان اللہ یقول فی کتابہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکنکم بنو بنتہ وانہا لقرابتہ قریبۃ و لکنہا لا یجوز لہا المیراث ولا ترث الولایۃ ولا یجوز لہا الامامۃ فکیف

تورث بہا ولقد طلبہا ابوک بکل وجہ فاخرج فاطمہ نہاراً دس ضہا سراً ددفنہا لیلاً فابی الناس الا الشیخین ۔ صنہ

یعنی تم جو یہ کہتے ہو کہ تم فرزندان رسول اللہ ص سے ہو تو خداوند عالم قرآن حمید مین فرما ہے محمدؐ تملوگون کے مردون سے کسی کے باپ نہین ہین (مگر ابنا نا وابناکم کو نہ یاد کیا) مگر تملوگ اونکی بیٹی کی اولاد سے ہو۔ اگرچہ یہ قرابت قریبہ ہے مگر نہ اوسکو لئے میراث ہے (اسکی ایجاد خلیفہ اول سے ہوئی ورنہ قرآن مین للذکر مثل حظ الانثیین آجتک موجود ہی نہ وہ وارث ولایت ہوتی ہے نہ امامت اوسکو مل سکتی ہے پھر کیونکر تم اس ذریعہ سے وارث ہو سکتے ہو حالانکہ تمہارے باپ نے ہر وجہ سے اسکو طلب کیا کہ فاطمہ کو دن کو باہر نکالا ۔ اور شبکو اونکی بیمارداری کی اور دفن کیا بوقت شب ۔ مگر سب نے انکار کیا او یہ بجز شیخین نہ انا ۔

اور تاریخ طبری مین ہے صنہ ۲ جلد ۹

والقد طلبہا ابوک بکل وجہ فاخرجہا نہاراً ومرضہا سراً ودفنہا لیلاً فابی الناس الا الشیخین ۔

یعنی تمہارے باپ نے ہر وجہ سے خلافت کو طلب کیا کہ حضرت فاطمہ کو دان کو نکالا اور شبکو اونکی بیمارداری کی اور وقت شب دفن کیا ۔ مگر آدمیون نے بجز شیخین کسی کو نہ مانا ۔

اب تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہے جو نہ صرف روایت شیعہ سے ثابت ہی بلکہ روایات اہلسنت سے بھی ثابت ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے طلب حق میں انصار سے طلب نصرت کی مگر کسی نے مدد نہ کی اور ہر شخص کے یہان انصار سے تشریف لیگئین مگر کسی نے نصرت نہ کی ۔

رہا یہ کہ آپنے حدیث اصول کافی صہ ۲۹۱ کا حوالہ دیکر لکھا کہ راستہ مین عمر سے مشت گریبان ہوین تو اوسکی حقیقت یہ ہے کہ اصول کافی مین ہے ۔

محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین عن محمد بن اسمعیل عن الجعفی عن

ابی جعفر وابی عبداللہ قالا ان فاطمہ لما کان من امرهم ما کان اخذت
بتلابیب عمر فجذبته الیها ثم قال اما واللہ یابن الخطاب لولا انی اکرہ ان
البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی سااقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۔

یعنی جناب امام محمد باقر وامام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اون
لوگون نے وہ ظلم وستم کیا جو کیا تو جناب سیدہؑ نے عمر کا پکڑا پکڑ لیا اور کھینچکر فرمایا کہ
پسر خطاب اگر یہ بات نہوتی کہ ہم کراہت کرتے ہین اُس سے کہ بے گناہ پر بلا نازل ہو
تو تو دیکھتا کہ ہم قسم دیتے خدا کو اور وہ بہت جلد ہماری دعا کو قبول کرتا ۔

اب نہ معلوم اس حدیث مین کونسا جملہ ہے جسپر آپکو استہزا او تمسخر کا موقع ملا کیونکہ خود
آپکے مجمع بحار الانوار مین ہے صـ۱۴۳ جلد ا

فاخذت بتلبیبہ لبیتہ واخذت بتلبیبہ وتلابیبہ اذا جمعت ثیابہ عند
صدرہ ونحرہ ثم جررتہ والمتلبب موضع القلادۃ واللبۃ موضع الذبح

یعنی اخذت تلبیبہ وہان کہتے ہین کہ جب کسی کا کپڑہ جو وہ پہنے رہتا ہے اوسکو اوسکے
سینہ اور گلے کے پاس جمع کرکے کھینچے تو کہتے ہین اخذت تبلیبہ

یہہ ہے اصلیت اوس روایت کی جسپر آپنے اسقدر تمسخر کیا حالانکہ نہ گلہ پکڑنا ہے نہ
گلہ دبانا بلکہ ردا یا عبا جو عمر پہنے تھے اوسکا کھینچنا ہے کہ عمر کا کپڑہ پکڑکر جناب سیدہ نے
جھٹکا دیا ۔

اسمین نہ معلوم آپنے کون سی قباحت نکالی جسپر لکھا کہ " راستہ مین عمر سے مشت گریبان
ہون " جو بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ حدیث مین تو راستہ کا ذکر ہی نہین ۔ بلکہ
حدیث کا فقرہ لما ان کان من امرهم ما کان خود صاف بتا رہا ہے کہ جس وقت
غصب فدک ہوا اوسی وقت کا یہ واقعہ ہے اور یہ سبکو معلوم ہے کہ یہ ظلم خاص مسجد
نبی مین ہوا تھا نہ راستہ مین نہ راہ مین نہ سڑک پر ۔

شرح کافی صافی مین ہے قولہ اخذت بتلابیب عمر ای التلابیب جمع التلبیب
وھو ماتی موضع اللبب من ثیاب الرجل یقول اخذت تلبیبہ فلان اذا

جمعت ثوبہ الذی ھو لابسہ وقبضت علیہ بحجرہ وکان ذلک حین رقا
علیہ کتابہ الذی کتبھا ابوبکر فی رد فدک الیھا بعد اکمال الحجۃ علیہ
فاذاھا واذی الرسول بذلک لما رواہ مسلم عنہ ان فاطمہ یوذینی
ما اذاھا وصار مصداقا لقولہ تعا ان الذین یوذون اللہ ورسولہ
الآیۃ قال القرطبی بتاذیھا یتاذی النبی واذایتھا لا تحل ولو بما تحل
للانسان ان یفعلہ وھی فی ذلک بخلاف غیرھا فان فعل ما یجوز لہ
فتاذی الغیر لم یحرم ص۲۵۱

یعنی تلابیب جمع تلبیب ہے اور یہ اوس موقع پر بولا جاتا ہے جب کسی کا کپڑہ
سینہ کے پاس سے پکڑا جائے۔ اور یہ واقعہ اوس وقت کا ہے کہ جب عمر نے
اوس نوشتہ کو چاک کر دیا تھا جسکو ابوبکر نے واگذاشت فدک کے متعلق لکھا تھا جبکہ
وہ ہر طرح دلیل سے عاجز آچکے تھے۔ پس اس واقعہ سے جناب سیدہؑ کو ایذا ہوئی اور
حضرت رسول اللہ ص کو۔ کیونکہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جو شخص فاطمہؑ کو ایذا دے اوسنے
ہمکو ایذا دی اور وہ مصداق قول خدا ہوا ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کہا
قرطبی نے کہ جناب سیدہؑ کی ایذا سے رسول اللہ ص کو ایذا ہوتی ہے۔ اور حضرت کا ایذا
دینا کسی طرح جائز نہین اگرچہ وہ ایذا کسی ایسے کام سے ہو کہ غیر کے واسطے جائز ہو۔ اور
یہ مخصوصات جناب سیدہؑ سے ہے۔ بخلاف غیر۔ کیونکہ وہان اگر ایسا کام کیا جائے جو
جائز ہے اگرچہ دوسرے کو اوس سے ایذا پہونچے تو وہ حرام نہوگا۔

اس شرح سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر صاحب نے نوشتہ
خلیفہ اول کو دربارہ واگذاشت فدک چاک کیا تھا۔ تو کیا ایسی حالت مین انسان
کو غصہ آنا ناممکن ہے جو وہ ظالم کے کپڑہ کو جھٹکا دے۔

افسوس کہ آپنے دختر رحمۃ للعالمین کی اس شفقت و رافت کی قدردانی
نہ کی جو فرمائی ہین "کہ اگر ہم اسکو کروہ نہ سمجھتے کہ ناکردہ گناہ جو آیندہ تیری نسل سے
ہونے والے ہین۔ تباہ ہون تو ہم تجھپر بددعا کرتے جسے خدا ضرور جلد قبول کرتا۔ بلکہ

اوسکے عوض آپکو یہ تعجب ہو رہا ہے کہ کیونکر جناب سیدہ نے عمر کے دامن کو جھٹکا دیا اور آپ تو اس روایت سے بھی انکار کر جائینگے کہ عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر نہیں چاک کیا تھا اسکی سند بھی اپنے ہی مذہب کی کتاب سیرۃ حلبیہ مین دیکھ لیجئے ص۳۹۱ جلد۳

وفی کلام سبط ابن الجوزی انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ما ھذا فقال کنت کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مما ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ وقد جاء ان بعد موت فاطمۃ رضی وذلک بعد ستۃ اشہر من موتہ ص الا لیالی علی ما تقدم ارسل علی کرم اللہ وجہہ وقد اجتمع علی وبنو ہاشم الی ابی بکر وقالوا ائتنا ولا یاتی معک احد کراہۃ ان یحضر عمر لما علموا من شدتہ فخافوا ان یحضر لابی بکر فیتکلم بکلام یوحش قلوبہم ص۳۹۱

یعنی سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے جناب سیدہ کیلئے ایک نوشتہ لکھدیا۔ اتنے مین عمر داخل ہوئے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ نوشتہ ہے فاطمہ کیلئے کہ وہ اپنے باپ کی میراث پائین۔ عمر نے کہا پھر مسلمانون کو کہان سے دوگے حالانکہ عرب تمسے لڑ رہے ہین اسکے بعد عمر نے وہ نوشتہ لیا اور چاک کر دیا۔ بعد وفات جناب سیدہ یعنی آنحضرت کے انتقال کے چھ مہینہ بعد مگر چند روز حضرت علیؑ اور بنی ہاشم نے مجمع کیا اور ابوبکر کو بلا بھیجا کہ تنہا آوین۔ اس وجہ سے کہ وہ کراہت رکھتے تھے اس سے کہ عمر بھی حاضر ہون کیونکہ اون کی شدت دیکھ چکے تھے لہذا خوف تھا کہ اگر وہ بھی آئینگے تو وہ ابوبکر کی ایسی حمایت کرینگے کہ ان لوگون کے دل اور بھی متوحش ہونگے

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ جب ابوبکر نے وہ نوشتہ لکھا اور عمر نے جناب سیدہ کے ہاتھ سے لیکر چاک کیا۔ تو آپنے اونکا کپڑہ پکڑ کر فرمایا اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناکردہ گناہ بھی ہلاک ہو جائینگے تو ہم ایسی بددعا کرتے کہ تو اوسکا نتیجہ دیکھ لیتا۔ پھر کون ہے دنیا مین جو اسکو خلاف تہذیب یا خلاف انسانیت کہے گا کیونکہ

پھر تو ازم فطرت سے ہے اور اظہار حق کیلئے ضروری تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ ظلم عمر

ایسا ناجائز تھا وہ اسپر مستحق بد دعا تھا کہ ہلاک کیا جائے۔

سبحان اللہ کیا انصاف ہے کہ ظالم کی تو ایسی طرفداری کی جائے کہ اوسکا ہر فعل ناجائز

جائز قرار پائے اور مظلوم جو اسپر غصہ کرے یا ناراضی کا اظہار رو وہ آپکے نزدیک معیوب اور

خلاف تہذیب ہو۔

عمر صاحب کی پشت اور سختی ایسی نہین ہے کہ کچھ اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ

ایک دفعہ اسی طرح کا نوشتہ ابوبکر نے عیینہ بن حصن کیلئے بھی لکھا تھا تو عمر صاحب نے اوسکو

تھوک سے مٹا دیا ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا صفحہ ۱۹۰

اسی کا نتیجہ تھا کہ ابوبکر صاحب اپنے داماد زبیر کیلئے ایک زمین کا نوشتہ لکھنے لگے اتنے

مین عمر صاحب آگئے تو ابوبکر نے اوس نوشتہ کو فرش کے نیچے دبا دیا جیسا کہ کنز العمال مین

ہے صفحہ ۱۸۹ جلد ۲

عن عروہ قال دخلت علی معاویہ فقال لی مافعل المسلول قلت ہو عندنا

قال انا واللہ خططتہ بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فکنت اکتبہا فجاء عمر فالتفت

ابوبکر الکتاب فادخلہ فی ثنی الفراش فدخل عمر فقال کانکم علی حاجۃ

فقال ابوبکر نعم فخرج فاخرج ابوبکر الکتاب فاتممتہ۔

یعنی عروہ کہتے ہین کہ ہم معاویہ کے یہان گئے تو معاویہ نے کہا مسلول کیا ہوا

(نام ہے زمین کا) تو ہمنے کہا وہ ہمارے پاس ہے۔ معویہ نے کہا اوسکا کاغذ خود ہمنے اپنے

ہاتھ سے لکھا ہے جسکی یہ حالت تھی کہ ابوبکر اس معافی کو زبیر (داماد) کیلئے لکھوا رہے تھے

اور ہم لکھتے تھے کہ اتنے مین عمر آرہے تو ابوبکر نے اوس کاغذ کو لیکر فرش کے نیچے دبا دیا۔

عمر آئے تو پوچھا کچھ تخلیہ کی بات ہے ابوبکر نے کہا ہان تو عمر چلے گئے تب ابوبکر نے وہ

کاغذ نکالا اور ہمنے اوسکو تمام کیا۔

پھر آپکو اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ عمر صاحب نے اوس نوشتہ کو چاک کر دیا جو ابوبکر

صاحب نے جناب سیدہ کیلئے لکھدیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے ہین یہ خلافت اور یہ غصب فدک

کے بانی مبانی اصل مین خلیفہ دوم ہی ہین جنھون نے ابوبکر کو ملہ بنا کر آگے کہڑا کیا اور سب کچھ انکے نام سے کر ڈالا۔

افسوس ہے آپلوگونکو محض عداوت اہلبیت طاہرین نے ایسا اندھا اور بہرا کر دیا ہے کہ حمایت خلفائے ثلثہ مین اس طرح دن کو رات کر رہے ہین ورنہ اگر کچھ کتابین سیر و تواریخ کی آپ دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ خلیفہ دوم نے مخصوصین جناب رسالتمآب سے کسی کو نہ چھوڑا جسپر ظلم و ستم نہ کیا ہو چنانچہ کنز العمال مین ہے صفحہ ۱۹۱

جاء بلال بن الحارث المزنی الی رسول اللہ ص فاستقطعہ ارضاً طویلہ عریضۃ فلما ولی عمر قال لبلال انک استقطعت رسول اللہ ص ارضاً عریضۃ طویلہ قطعہا وان رسول اللہ لم یکن یمنع شیئاً یسالہ فانک لا تطیق ما فی یدایک فقال اجل قال فانظر ما قویت علیہ منہا فامسکہ وما لم تطق علیہا فادفعہ الینا نقسمہ بین المسلمین فقال لا افعل واللہ شیٔ اقطعنیہ رسول اللہ فقال عمر واللہ لتفعلن فاخذ ما عجز عن عمارتہ فقسمہ بین المسلمین صفحہ ۱۹۱

یعنی بلال بن حارث مزنی نے حضرت سے ایک طویل عریض زمین کی خواہش کی تو حضرت نے اوسکو معافی مین اوسکے دیدیا جب عمر خلیفہ ہوے تو بلال سے کہا تو نے آنحضرت ص سے ایک طولانی اور عریض زمین حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ کوئی کچھ مانگتا تو آپ منع نہ کرتے۔ تیری یہ حالت ہے کہ پوری آراضی کو آباد نہین کر سکتا۔ لہذا جسقدر آباد کر سکتا ہے اوتنا رکھ لے اور باقی ہمکو دیدے کہ مسلمانون مین تقسیم کر دین اوسنے کہا واللہ ہم اوس مین سے کچھ نہ دینگے کیونکہ حضرت ص نے ہمکو معافی دیا ہے عمر نے کہا کرنا ہوگا آخر تھوڑا سا چھوڑ کر باقی سب لے لیا اور مسلمانون مین تقسیم کر دیا۔

یہ بلال مدینہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ مزنیہ سے تھے رسول اللہ ص نے انکو وادی عقیق معافی مین دیا مگر عمر صاحب نے انکے پاس اوسکو نہ رہنے دیا حالانکہ وہ کہہ رہے

تھے کہ یہ تو حضرت کا عطیہ ہے ہمکو معافی مین دے گئے ہین۔ مگر عمر صاحب اپنی خلافت
وحکومت کے نشہ مین ایسا چور تھے کہ کچھ نہ سنا اوسے ہی لیا چنانچہ اوسی کنز العمال مین
ہے ان عمر اقطع العقیق اجمع صـ۱۹
کہ عمر نے پورے وادی عقیق کو دوسرے کی معافی مین دیدیا۔ تو پھر اسپر آپکو کیون تعجب
ہو سکتا ہے کہ حق جناب سیدہ کو انھون نے غصب کیا۔ کیونکہ یہ تو دستور عالم ہے ہر شخص اپنے
مخالف پارٹی کو چاہتا ہے کہ اگر نابود نہو سکے تو ایسا کمزور کردے کہ پھر اوس مین قوت
مقاومت نرہے ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو شخص تمامی ملک عرب عجم۔ روم مصر
کا مالک مطلق ہو۔ وہ اراضی فدک کا محتاج ہو کہ بضعۃ الرسول کو اوس سے محروم
کرے۔ مگر جو لوگ اصول سیاست سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیاست
کا اصلی جز یہی ہے کہ اپنے مخالفونکو کمزور رکھے کہ اوبھرنے کی قوت نہ رہے۔

**قول پشاوری** عقل سلیم ہرگز نہین مانتی۔ کہ وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کی پہلو
عاطفت مین پرورش پائی ہو۔ آپکے اخلاق سے اوسکی طینت صافیہ نے حصہ لیا ہو۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھون مین تربیت پائی ہو۔ جسکے گھر مین قرآن نازل ہوا
ہوا ہو۔ خلاف داب عصمت وشرافت راستہ مین غیرون سے مشت وگریبان ہون
یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجر و انصار مین جاکر دعوی کرین۔ کیا کوئی باغیرت
مسلمان اس بات کو روا رکھیگا کہ اس کی عورت کسی مشت وگریبان ہو۔ اور وہ گھر
مین چھپکر بیٹھ رہے۔ جیساکہ باقر مجلسی شیعہ نے اپنی کتاب حق الیقین مین لکھا ہے۔
(خطاب ہائے غضب آمیز و درشت باسید اوصیاء نمود) الخ اور حضرت زہرا حضرت
علی مرتضی کو کہین کہ (مثل جنان در خانہ نشستہ) شرم۔ شرم۔ شرم اپنے باقر مجلسی کی
تحریر کو دیکھو (حق الیقین صـ۲۳۳) پر اور جواب دو۔

**اقول** مگر اسکو تو عقل سلیم مانتی ہے کہ اوسپر اسقدر ظلم ہو کہ وہ معصومہ فریاد کرے ؎

صبت علیّ مصائب لو انھا  صبّت علی الایام صرن لیالیا

کہ مجھپر ایسے مصائب گذرے کہ اگر وہ مصیبتین دنون پر پڑتین۔ تو دن رات ہو جاتے

پس اگر عقل سلیم اسکو مانتی ہے تو ضرور اوسکو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اوس مظلومیت سے جہانتک ہوسکے ان مصائب کے دفعیہ مین کوشش کرے۔

جناب سید الشہدا روحی لہ الفداء نے جو اسقدر مصائب و آلام کو برداشت کی اوسکی ایک غرض یہ بھی تھی کہ منکرین کے انکار کی حقیقت کھل جائے اور معلوم ہوجائے کہ مخالفت احکام خدا و رسول کا یہی نتیجہ ہے کہ اوسکو خسران دنیا و آخرت نصیب ہوتا ہے۔

آپنے دکھا دیا کہ جس اجماع کو تم حق سمجھتے ہو اور اوسکے ذریعہ سے حکم خدا و رسول کو باطل کیا چاہتے ہو وہ اجماع ایسا ہی ہوتا ہے کہ بیشتر ضلالت پر ہوتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے ولو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموات والارض ومن فيهن بل اتيناهم بذكرهم فهم عن ذكرهم معرضون سورہ مومنون
اگر حق اونکی خواہشون کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور جو کچھ اوس مین ہے سب فاسد ہوجاتے۔ بلکہ ہمنے اونکو نصیحت پہونچا دی اور وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہین۔

جناب امام حسین اگر تمام عالم کو یہ نہ دکھاتے کہ ہم فرزند رسول ہین جنکے بارے مین آنحضرت فرماگئے ہین سید شباب اہل الجنة مگر ۷۲ آدمی کے ہمارا کوئی ساتھی نہین۔ اور یزید پسر معویہ کو سب فاسق و فاجر بھی جانتے ہین اور تمامی مسلمان اوسکے ساتھ ہین حتی کہ خود خلیفہ دوم کے بیٹے عبد اللہ بن عمر اونکی خلافت کو جائز و برحق سمجھ رہے ہین۔ تو کیونکر معلوم ہوتا اجماع باطل پر ہوتا ہے۔ کیونکہ دیکھو خلافت ابوبکر کو تسلیم کرتے ہین یہی اجماع ہوا اور خلافت کامیاب ہوئی لہذا جناب امام حسین کے اس طرز عمل نے بتا دیا کہ جیسا آج اجماع باطل پر ہوا ویسا ہی اوس وقت بھی ہوا تھا۔

اگر جناب سید الشہدا اوس طریق سے اظہار حق نہ فرماتے تو جس طرح نص خلافت جناب امیر چھپا دیا گیا۔ واقعہ غصب فدک پر پردہ ڈالا گیا۔ زہر خورانی امام حسن سے انکار کیا گیا۔ اوسی طرح اس واقعہ شہادت امام حسین سے بھی انکار کیا جاتا اور کہا جاتا

اور کہا جاتا ہو عقل سلیم ہرگز نہین مانتی کہ وہ فرزند رسول جسکو آنحضرت صلعم نے اپنے لعاب دہن سے پرورش کیا اور حسین منی وانا من الحسین فرمایا اوسکو مسلمانون نے جو رسول اللہ صلعم کے کلمہ گو تھے اس طرح قتل کر ڈالا —

غرض جناب امام حسین کے واقعہ شہادت نے اون سب اسرار کو آشکار کر دیا جنکو آپلوگ سیرت خلفا مین چھپاتے تھے۔ کیونکہ جب علانیہ علی رؤس الاشہاد فرزند رسول اس طرح ذبح کر دیا گیا۔ تو ظلم مخفی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہی۔

آپ فرماتے ہین (۱) کہ عقل سلیم ہرگز نہین مانتی وہ مطہرہ جسنے رسول خدا کے پہلو سے عاطفت مین پرورش پائی ہو" اسمین پہلا ظلم یہ ہے کہ آپ صرف تربیت کی نسبت کرتے ہین حالانکہ آپکو کہنا چاہئے وہ بضعۃ الرسول پارہ جگر جسکی رضا کو آنحضرت نے اپنی رضا فرمایا اور جسکے غضب کو اپنا غضب فرمایا۔ پھر کیونکر آپ ایمان شیخین کے قائل ہو سکتے ہین کیونکہ والذین یؤذون اللہ ورسولہ لھم عذاب الیم۔ اور ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابًا مھینا آج تک قرآن مین موجود ہے کہ جو لوگ ایذا دیتے ہین خدا و رسول کو اونپر لعنت خدا ہے دنیا و آخرت مین۔ یہی تو وجہ ہے کہ شیعہ تعمیل حکم خدا و رسول اون موذیون پر لعنت کرتے ہین۔

(۲) آپ کے اخلاق سے اسکی طینت صافیہ نے حصہ لیا ہو"

بیشک جناب سیدہ اوسی نور سے پیدا ہوئین جو نور رسالتمآب تھا اور وہی اخلاق حسنہ اور طینت صافیہ آپکو بھی ملا تھا جو جناب رسالتمآب کو حاصل تھا اسی وجہ سے جس طرح جناب رسالتمآب نے عمر کو بروز قبول اسلام جھٹکا دیا تھا کہ وہ زمین پر منہ کے بل گرا۔ اوسی طرح جناب سیدہ نے آج جھٹکا دیا تاکہ معلوم ہو ہم اوسی باپ کی بیٹی ہین جو اگرچہ مظلوم وستم رسیدہ ہین۔ مگر حقیت کا وہی اثر ہے جو اوس روز تھا کہ جب تو تلوار لیکر میرے پدر بزرگوار کے قتل کو آیا اور حضرت نے ایسا جھٹکا دیا کہ تو زمین پر پڑا دیکھو تاریخ خمیس صفحہ ۳۳۲ جلد اول۔

فخرج الیھم رسول اللہ فاخذ بجامع ثیابہ ثم نترہ نترۃ فما تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ فقال ما انت بمنتہ یا عمر فقال اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

یعنی جب عمر کی آمد حضرت نے سنی تو آپ باہر آئے اور عمر کا کپڑہ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بل گر پڑے اور فرمایا اسے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبپر عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا۔

دیکھئے اوسی رسول کی یہ پارہ جگر و نور نظر ہے جو اپنے پدر بزرگوار کی سیرت کو زندہ کر رہی ہے اور جس طرح حضرت نے لباس عمر کو پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔ اوسی طرح جناب سیدہ جھٹکا دیتی ہین فرق ہو تو اسقدر کہ رسول اللہ چونکہ مرد تھے لہذا ایسا جھٹکا دیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور جناب سیدہ چونکہ از قبیل نسوان ہین لہذا فرماتی ہین کہ اگر بیگناہون کی ہلاکت کا خوف نہوتا تو ضرور مین بد دعا کرتی کہ تو ہلاک ہو جاتا۔ کہئے اب بھی آپ اسپر ایمان لائینگے یا نہین کہ جناب سیدہ در حقیقت بضعۃ الرسول تھین کہ وہی اثر دکھایا جو تعلیم و تربیت رسول کا تھا کہ کافر و منافق کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

آپنے شاید تاریخ طبری مین یہ بھی واقعہ دیکھا ہوگا صفحہ ۲۳۳ جلد ۲

اذ طلع رسول اللہ فوثبوا الیہ وثبۃ رجل واحد فاحاطوا بہ یقولون لہ انت الذی تقول کذا و کذا لما یبلغھم من عیب الھتھم و دینھم فیقول رسول اللہ نعم انا الذی اقول ذلک فقال فلقد رایت رجلا منھم اخذ بجمع ردائہ قال وقام ابوبکر الصدیق وانہ یقول وھو یبکی ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ثم انصرفوا عنہ فان ذلک اشد ما رایت قریشا بلغت منہ قط۔

یعنی حضرت پہلے روز جو خانہ کعبہ مین تشریف لائے تو با وصفیکہ سب آپکا تذکرہ بدی کر رہے تھے مگر آپکو دیکھکر ایسا مرعوب ہوئے کہ کچھ نہ بولے۔ دوسرے روز

اسی کا تذکرہ کر رہے تھے کہ کل حضرت اس طرح آئے اور کوئی نہ بولا کہ آج پھر حضرت تشریف لائے تو سب آپ پر ٹوٹ پڑے اور ایک شخص نے آپکے لباس کو پکڑ لیا ۔ وہان ابوبکر کھڑے رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے ہمارا رب خدا ہے ۔ اسکے بعد وہ چلے گئے ۔ یہ سب سے زیادہ سختی گذری ہے حضرت پر ۔

اس سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر کا کام اس موقع پر صرف بڑھیاؤن کی طرح رونا تھا اور کچھ نہین ہو سکا ۔ اب تاریخ خمیس دیکھیے صہ ۲۳

عن عبد اللہ انہ قال ما رایت رسول اللہ صلعم دعا علی قریش غیر یوم واحد فانہ یصلی ورھط من قریش جلوس وسلا جزور قریب منہ فقالوا من یاخذ ھذا فیلقیہ علی ظہرہ فقال عقبہ بن معیط انا فاخذہ فالقاہ علی ظہرہ فلم یزل ساجدا حتی جاءت فاطمہ فالقتہ عن ظہرہ فقال رسول اللہ صلعم اللھم علیک بالملاء من قریش اللھم علیک بعتبہ بن ربیعہ اللھم علیک بشیبہ بن ربیعہ اللھم علیک بابی جہل بن ہشام اللھم علیک بعقبہ بن ابی معیط اللھم علیک بابی بن خلف اوامیہ بن خلف ۔

یعنی کفار قریش نے حضرت پر کچھ نجاست ڈالی تھی (سلا جزور اوس جھلی کو کہتے ہین جس مین بچہ لپٹا ہوا پیدا ہوتا ہے) تو حضرت اوسی حالت سجدہ مین رہے ۔ یہانتک کہ جناب سیدہ تشریف لائین اور حضرت کی پشت سے اوس نجاست کو دور کیا اور حضرت نے اون کفار پر بددعا کی ۔

تو کیا ان واقعات مین عصمت و شرافت جناب سیدہ جاتی رہی کہ ابوبکر دیکھتے رہے اور بجز رونے کے کچھ نہ بن پڑا ۔ اور جناب سیدہ نے آکر اوس نجاست کو حضرت کی پشت مبارک سے دور کیا ۔

اگر یہ امور آپکے عز و شرف کو بڑھانے والے ہین جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا تو سمجھنا چاہیے کہ وہی مرحلہ یہان بھی پیش ہے کہ ایک ظالم سفاک اس طرح شریعت رسول

مٹا رہا ہے اور بیٹی کو ترکہ پدری سے محروم کر رہا ہے۔ پھر کیونکر جناب سیدہ سکوت کرتین اور نہ بتاتین کہ تو اس قابل ہے کہ تجھپر بد دعا کی جائے کہ ابھی تو اصل میں بھی ہم بد دعا کیا کر دن کہ ابھی بہت سے بیگناہ پیدا ہونے والے ہین جس سے ہم بد دعا نہین کرتے۔
غرض چونکہ اسلامی دنیا مین کسی کو یہ جرات نہین ہوسکتی کہ وہ کہے جناب رسالتمآب نے خلاف داب عصمت و شرافت اور خلاف انک لعلی خلق کریم کام کیا کہ عمر کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ رہے۔ اوسی طرح جناب سیدہ کی نسبت بھی نہین کہہ سکتا کہ حضرت کا یہ فعل کہ لباس عمر گھسیٹکر فرمایا کہ ہم بد دعا کرتے خلاف داب عصمت و شرافت ہے کیونکہ اولاد مین تو وہی خصلت ہونی چاہیئے جو اوسکے باپ دادا مین ہو۔

(۳) خلاف داب عصمت و شرافت راستہ مین غیر لوگون سے مشت و گریبان ہو"
آپنے ہوا داری خلفا مین یہ الفاظ محض عوام فریبی کیلئے لکھا ہے "راستہ مین مشت و گریبان ہو" جو محاورہ مین نہایت بدمعنون مین بولا جاتا ہے کہ بدکار عورتین غیرون سے دست و گریبان ہوتی ہین۔ لہذا اسکی جزا تو آپکو جناب احدیت سے ملیگی کہ کس نیت اور کس ارادہ سے لکھا ہے۔ مگر واقعہ تو پہلے مذکور ہو چکا کہ نہ راستہ تھا نہ سڑک تھی۔ نہ روڈ۔ نہ اسٹریٹ۔ بلکہ مسجد رسول تھی جو دروازہ جناب سیدہ پر واقع تھی کہ گھر سے نکلنا اور آنا جانا اوسکے بغیر ناممکن تھا۔ اوسی مسجد رسول مین ابوبکر نے پہلے غصب فدک کیا۔ پھر نادم ہو کر اوسکے معافی کا کاغذ لکھا جسکو عمر نے چاک کیا او سپر جناب سیدہ نے اوسکا کپڑہ پکڑ کہا کہ اگر خیال ہلاکت بے گناہ نہ ہوتا تو تجھپر ضرور بد دعا کرتی۔ اب آپکو اختیار ہے کہ اسکو خلاف داب عصمت فرمایئے یا خلاف داب شرافت۔

مگر اسکے ساتھ آپکو معیار شرافت بھی قایم کرنا ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ افعال رسول اللہ صلعم سے بھی ہو چکے ہین۔ پس اگر آنحضرت کو شریف اور معصوم مانتے ہین تو جناب سیدہ کو بھی شریف و معصوم ماننا ہوگا۔

(۴) یا دنیاوی فائدہ کیلئے عام کچہری مہاجرین و انصار مین جا کر دعوی کرین"
یہ بہی اوسی قسم کی ابلہ فریب تقریر ہے۔ کیونکہ نہ بغرض دنیوی نفع تہا بلکہ بغرض ابقائے شرع رسول تہا۔ نہ عام کچہری تہی مہاجرین و انصار کی۔ بلکہ مسجد رسول تہی۔ وہان بھی آپ پہلے نہین گئین بلکہ جب ظالمون نے جا کر جناب امیرؑ کو طلب بیعت کے لئے پکڑنا چاہا تب جناب سیدہ دروازہ پر آئی ہین اور فریاد کی ہے۔ چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے صفحہ ۱۲

وان ابابکر تفقد قوما تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنہا علی من فیہا فقیل لہ یا اباحفص ان فیہا فاطمۃ قال وان۔ فخرجوا فبایعوا الا علیا فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فوقفت فاطمہ رض علی بابہا فقالت لا عہد لی بقوم حضروا اسوء محضر منکم ترکتم رسول اللہ ص جنازۃ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم لم تستامرونا ولم تردوا لنا حقا۔

یعنی ابو بکر جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اون لوگون کی خبر لینی شروع کی جنھون نے بیعت نہین کی تھی تو حضرت علیؑ کے پاس عمر کو بہیجا جنھون نے جا کر آواز دی۔ وہ سب گھر مین حضرت علی کے تھے سب نے انکار کیا۔ اوس وقت عمر نے آگ لکڑی منگائی اور کہا قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت مین عمر کی جان ہو کہ یا تو گھر سے باہر نکلو ورنہ ہم گھر کو جلا دینگے مع اون لوگون کے جو اوس مین ہین۔ کسی نے کہا اے ابوحفص اس مین فاطمہ ہین؟ کہا ہوا کرین۔ پس سب نکلے اور سب نے بیعت کی۔ مگر حضرت علیؑ نے کہ اوںھون نے قسم کھایا تھا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لینگے نہ گھر سے باہر نکلین گے نہ ردا دوش پر ڈالینگے اوس وقت حضرت فاطمہ اپنے دروازہ پر کھڑی ہوئین اور کہا ہمکو نہین علم ہے کسی ایسی قوم کا جو تم سے بدتر مقام پر حاضر ہوئی ہو کہ رسول اللہ ص کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے

اور جاکر اپنے امر کا فیصلہ کر لیا جس مین نہ ہمسے مشورہ لیا نہ ہمارے حق کا خیال کیا۔ دیکھئے۔ اس مین کیا بیان ہے کہ اون لوگون نے سب کام کر لیا مگر نہ جناب امیرؑ بولے نہ جناب سیدہ جب پکڑنے گئے ہین کہ بیعت کے لئے لائین اوس وقت جناب سیدہ نے اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑی ہو کر فرمایا تمسے بدتر کوئی قوم آجتک نہوئی۔

کیا اسی کو آپ خلاف داب عصمت و شرافت فرما رہے ہین؟

اب دوسرا واقعہ اسکے بعد کا سنئے اوسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہی صلا

ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتھم نادت یا علی وابن ابی قحافہ فلما سمع القوم صوتہا وبکاءھا انصرفوا باکین وکادت قلوبھم تتصدع واکبادھم تتفطر وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیا فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ۔ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ہو لضرب عنقک قال اذا تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شیٔ ما کانت فاطمہ الی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہؐ یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی صلا

یعنی جب عمر وہان سے واپس آئے اور حضرت علیؑ رہ گئے تو دوبارہ عمر کو ابوبکر نے بھیجا اور وہ ایک جماعۃ کے ساتھ آئے اور دق الباب کیا جس وقت جناب سیدہ نے اونکی آواز سنی باواز بلند فرمایا ہمکو پسر ابو قحافہ سے کیا کام۔

حضرت کی آواز اور رونا سنکر جتنے لوگ آئے تھے وہ سب روتے ہوئے پھر گئے اور یہ حالت تھی کہ قریب تھا اونکا دل پھٹ جائے اور جگر ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جائے۔ مگر عمر اور چند آدمی رہ گئے۔ اور باہر نکالا حضرت علیؑ کو اور پکڑ کر لے گئے ابوبکر کے پاس اور کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر نہ بیعت کرین تو کیا کروگے اونھون نے کہا قسم خدا کی اس وقت ضرور تمکو قتل کر ڈالینگے۔ حضرت علیؑ نے کہا تو ایک بندہ خدا اور

برادر رسول کے تم قاتل ہوگے۔ عمر نے کہا بندہ خدا تو بیشک۔ مگر برادر رسول ہرگز
نہین۔
ابوبکر اس وقت تک چپ ہین اب عمر نے کہا تم کیون اپنا حکم نہین دیتے۔ ابوبکر نے کہا
جب تک حضرت فاطمہؑ اون کے پہلو مین زندہ ہین ہم اونکو مجبور نہین کرتے۔ حضرت
علیؑ وہان سے اوٹھے اور قبر رسول پر روتے اور چلاتے ہوئے آئے اور کہا (ترجمہ آیہ)
اے ماجائے قوم نے ہمکو کمزور کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالتی۔
یہ دوسرا واقعہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہؑ ابھی تک اپنے دولتسرا مین
ہین۔ عمر دو مرتبہ آئے ایک دفعہ اور لوگون کو پکڑلے گئے۔ دوسری مرتبہ خود جناب امیرؑ
کو۔ تب جاکر جناب سیدہؑ باہر نکلی ہین کہ جناب امیرؑ کو چھوڑائین۔ تو کیا ہے کوئی دنیا مین
جو کہے کہ اس مین کوئی فعل خلاف شرافت یا عصمت جناب سیدہؑ سے سرزد ہوا۔
کیا مظلوم کی اعانت اور ظلم کا دفیعہ لازم نہین ہے۔
اہل اسلام یہان عموم صحابہ کی ایمانی کمزوری اور خلیفہ دوم کی قوت ایمانی کا اچھی طرح
فیصلہ کرسکتے ہین کہ جناب سیدہ کی آواز گریہ وبکانے اون صحابہ پر تو یہ اثر کیا کہ وہ
روتے ہوئے واپس گئے قریب تھا کہ دل اون کا پھٹ جائے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے
ہو جائے۔ مگر خلیفہ دوم کو وہ ایمانی قوت ملی تھی کہ ذرہ برابر نہ پسیجے اور اوسی طرح
کھڑے رہے یہانتک کہ جناب امیرؑ کو پکڑ کر لے گئے۔ پھر کیا ممکن تھا کہ جناب سیدہ
ایسے شخص سے وہ کلام نہ فرمائین کہ اگر بے گناہون کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو ہم
ضرور تجھپر بد دعا کرتے۔ قولہ
(۵) کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو روا رکھے گا کہ اوس کی عورت کسی سے
مشت وگریبان ہو"
اقول اگرچہ جن الفاظ سے آپ اپنا مطلب ادا کر رہے ہین اوسکو تو کوئی نہین گوارا کرسکتا
مگر جو واقعہ پیش آیا اس مین تو کسی شریف کو بشرطیکہ وہ شریف ہو اور خدا نخواستہ
ایسی مصیبت مین مبتلا ہو عذر ہی نہین کہ اس سے بدتر کریگا۔ کیا آپکو واقعات

کربلا مین جناب زینبؑ وام کلثومؑ کا دشت کربلا مین جانا نہین معلوم۔ کیا وہ مخدرات عصمت وطہارت دربار کوفہ وشام مین نہین گئین؟ کیا دنیا مین اون سے بڑھکر کوئی شریف ہوسکتا ہو؟

اگرچہ یہ صدمہ بھی رسول اللہؐ ہی پر گذرا کہ جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ کیساتھ اس طرح کا ظلم وستم کیا گیا اور وہ بھی خود حضرت کی مسجد مین حضرت کی قبر کے سامنے مگر بعد وفات آنحضرتؐ بخلاف اسکے حضرت پر تو بہت سے واقعات گذر چکے ہین جس مین حضرت نے اسی طرح صبر وتحمل سے کام لیا تو حضرت کے نسبت بھی کیا آپکا یہ فتویٰ ہوگا کہ یہ کام بے غیرتی کا ہے دیکھئے احوال حضرت زینب جنکو آپلوگ دختر رسول کہتے ہین حالانکہ وہ ربیبہ تھین اونپر کیا گذری تاریخ خمیس مین ہے صـ۳۰۹ کہ جب حضرت زینب مدینہ کو چلی ہین تو ہبار بن اسد نے اونکے اونٹ پر نیزہ مارنا شروع کیا جس سے وہ ایک پتھر پر گرین اور اسقاط حمل ہوا اور خون جاری ہوا۔

کیون صاحب کوئی شریف اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ اوسکی بیٹی کی اس طرح بے عزتی ہو کہ مجمع عام مین اوسکو اسقاط ہو اور خون جاری ہو اور وہ اسکو برداشت کرے اور نہ قتل کرے نہ فوج کشی کرے بلکہ جب قابو ملے فتح مکہ مین تو اوسکا اسلام قبول ہوجائے اور گناہ معاف کردیا جائے ملاحظہ ہو تاریخ خمیس جلد ۲ صـ۱۲۲

کیا اس سے بڑھکر یہان بے غیرتی ہوئی جو آپ طعن کرتے ہین۔

اس سے بڑھکر سنئے کہ اوسی تاریخ خمیس مین ہے صـ۳۰۹

کان الاسلام فرق بین زینب وبین ابی العاص الا ان رسول اللہ لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوباً بمکہ۔

یعنی اسلام نے جدائی ڈالدی تھی درمیان زینب وابوالعاص اور وہ اس وقت تک کافر تھا مگر رسول اللہ کو بوجہ مغلوبیت اتنی قدرت نہ تھی کہ دونو کو جدا کرسکین۔

اس روایت کے نتائج کو غور فرمائیے تیرہ برس حضرت بعد نبوت مکہ معظمہ مین رہے اور اپنی آنکھون سے اس تعلق ناجائز کو دیکھتے رہے کہ ایک مرد کافر آپکی دختر سے۔۔

کرتا ہے مگر بوجہ مظلومیت نہ جدا کر سکے ۔

تو اب انصاف سے کہئے جناب امیر اور جناب سیدہ کا یہ فعل خلاف وا ب عصمت و شرافت تھا کہ عمر کا دامن پکڑ کر جھٹکا دیا ۔ یا جناب رسالتمآب کا یہ فعل کہ آپکی بیٹی ایک کافر کے قبضہ میں رہے اور کچھہ نہ کر سکے اس طرح اوسکا اسقاط حمل ہوتا ہے ۔ اور خلیفہ دوم کو بھی نہیں بھیجتے کہ جا کر اوس کافر کو قتل کر آئیں ۔

آپ ایک دوسرا موقع دیکھئے اور غیرت رسول کا تماشا دیکھئے کہ دل آپکا کباب ہو جائے

استیعاب میں ہے جلد ۲ صفحہ ۵۲۲

انہ دخل علی رسول اللہ صلعم بغیر اذن فقال لہ رسول اللہ واین الاذن فقال ما استاذنت علی احد من مضر وکانت عائشۃ رض مع النبی جالسۃ فقال من ھذہ الحمیرا فقال ام المومنین قال افلا انزل لک عن احمل منہا فقالت عائشہ من ھذا یا رسول اللہ قال ھذا احمق مطاع وھو علی ماترین سید قومہ قال ابو عمر کان عیینہ یعد فی الجاھلیۃ من الجرادین یقود عشرۃ الاف وتزوج عثمان بن عفان ابنتہ فدخل علیہ یوما فاغلظ لہ فقال عثمان لو کان عمر ما اقدمت علیہ بھذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واحسانا فاتقانا ۔

کہ عیینہ بن حصن صحابی فراری ایک روز خدمت رسول میں بلا اذن حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا کہ تنے اجازت کیوں نہ طلب کی ۔ کہا کہ ہمنے تو قبیلہ مضر کے کسی شخص سے بھی اجازت نہیں لی ۔ اوس وقت عائشہ حضرت کے ساتھہ بیٹھی تھیں ۔ پوچھا یہ للّو کون ہے حضرت نے فرمایا یہ ام المومنین ہیں ۔ اوسنے کہا کہئے تو ہم اپنی زوجہ سے بدل دیں جو اس سے بھی زیادہ حسین ہے ۔ حضرت عائشہ بہت غصہ ہوئیں اور پوچھا یہ کون ہے تو فرمایا یہ احمق ہے مگر اپنی قوم کا سردار ہے جیسا کہ تو دیکھتی ہے ۔

ابو عمر کہتے ہیں یہ شخص دس ہزار قوم کا سردار تھا ۔ عثمان نے اسکی بیٹی سے عقد کیا تھا ایک روز اسنے عثمان کو بہت سخت سست کہا اوسپر عثمان نے کہا اگر عمر اس مقام پر ہوتے تو اونکو ایسا نہ کہتا ۔ اوسنے کہا عمر نے تو ہمکو اسقدر دیا کہ غنی کر دیا ۔

کیون مرزا نذر علی صاحب خدا لگتی بات کہیئے گا کیا کوئی شریف اسکو گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اس طرح بے ادبانہ مکان کے اندر چلا آئے اور اوسکی پیاری زوجہ کی بابت ایسا کلمہ کہے اور وہ بھی چپ رہے بلکہ اور اوسکی تعریف کرے۔ مگر رسول اللہ صلعم نے اسکو برداشت کیا۔ حالانکہ نہ حضرت اوس وقت مکہ مین تھے نہ مثل جناب امیرؑ مجبور و مظلوم تھے بلکہ وہ اسلامی شوکت حاصل تھی کہ عمر سا جرنیل فوج موجود تھا جسنے آن کی آن مین روم وایران کو تخت تاراج کر دیا پھر انصافا فرمایئے غیرت جناب رسالتمآبؐ زیادہ تھی یا غیرت جناب امیرؑ۔

آپکو اگر اس مین کسی طرح کی بے غیرتی نہ معلوم ہو تو ہمارے لایق مخاطب مولوی عبد الشکور کا ترجمہ اسد الغابہ صفحہ ۲۳۴ جلد ۲ دیکھئے جس مین مارے غیرت کے اوٹھون نے اس عبارت ہی کو اوڑا دیا اور ترجمہ تک نہ کیا حالانکہ استیعاب مین موجود ہے۔

پھر عثمان صاحب کی غیرت کو دیکھئے کہ وہ جا کر اوسی کی لڑکی سے شادی کرتے ہین اور جب وہ کڑی باتین سناتا ہے تو کہتے ہین اس طرح کی بات عمر سے تو نہ کرتے۔ جسپر وہ بھی کیا دلچسپ جواب دیتا ہے کہ عمر نے تو ہمکو اتنا دیا کہ ہم غنی ہو گئے۔

کیون صاحب کیا یہی انصاف ہے کہ عمر صاحب ایک کافر کو تو اسقدر دین کہ وہ مالدار ہو جائے اور بضعۃ الرسول کے ساتھ یہ سلوک ہو کہ وہ نان شبینہ کو محتاج ہو۔ فدک جو ملا تھا وہ غصب کر لیا جائے۔

آپ تو کہدینگے وہ صحابی تھا لہذا اوسکے لئے سب جائز تھا۔ مگر ہمارے لائق مخاطب اڈیٹر النجم کا ترجمہ اسد الغابہ دیکھ لیجئے وہ کیسا صحابی تھا لکھتے ہین۔

یہ اون لوگون مین سے تھے جو مرتد ہو کر طلیحہ اسدی کے تابع ہو گئے تھے اور اسکی طرف سے لڑتے تھے انھین لڑائیون مین یہ قید ہو کر حضرت ابو بکر کے پاس آئے مدینہ کے بچے انکو دیکھکر کہتے تھے کہ اے دشمن خدا تو ایمان لانیکے بعد کافر ہو گیا تو جواب دیتے تھے کہ مین تو اللہ پر ایک چشم زدن کے لئے بھی ایمان نہ لایا تھا۔ پھر اسکے بعد یہ اسلام لائے اور حضرت ابو بکر صدیق نے انکو رہا کر دیا صفحہ ۲۲۴

افسوس کہ حضرت ابوبکر کی اب کوئی بہن نہین باقی تھی ورنہ جس طرح اشعث بن قیس سے جو اسی طرح مرتد ہوا تھا۔ اپنی بہن ام فروہ کو بیاہ دیا ایک ہمشیر ان کے بھی حوالہ کرتے۔

بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ کبھی بھی مسلمان نہین ہوا بلکہ ہمیشہ کافر و منافق ہی رہا مگر صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا دس ہزار فوج اوسکے تابع تھی اوسکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ ابوبکر نے اوسکو آزاد کردیا۔ بلکہ معافی مین ایک بڑی زمین بھی دی جسکو عمر نے آکر اوس وقت چاک کیا مگر اسقدر بخشش وعنایت سے سرفراز کیا کہ وہ خود کہتا ہے کہ عمر نے ہمکو غنی کردیا اور اسی لالچ مین عثمان نے اوسکی بیٹی سے عقد کیا کہ اگر بلوا ہوگا تو یہ دس ہزار کی فوج سے ہماری مدد کریگا۔ جس سے ناظرین اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ لوگ کیسے جان باز تھے۔

دیکھئے یہی عیینہ حضرت عمر کے منہ در منہ کیا کہتا ہے اوسی اسد الغابہ مین ہے "الغرض چیزون کو حضرت عمر کے پاس لے گئے تو انھون نے کہا اے ابن خطاب تم واللہ انصاف کے ساتھ تقسیم نہین کرتے اور بخشش نہین کرتے یہ سنکر حضرت عمر کو غصہ آیا اور کچھ سزا دینے کا ارادہ کیا صد ۲۴۲"

اگر کسی صحابی کی قسم کا اعتبار ہوسکتا ہے تو نہ معلوم اس صحابی کی قسم پر کیون نہین اعتبار کیا جاتا جو حضرت عمر کی غیر عادلانہ تقسیم پر قسم کھا رہا ہے۔ شاید اسیکا اثر تھا جو پھر حضرت عمر نے اوسکو اتنا دیا کہ وہ غنی ہوگیا اور اپنے داماد عثمان سے کہتا ہے تم کیا عمر کا نام لیتے ہو اونھون نے تو اتنا دیا کہ ہم مالدار ہوگئے۔

اب اسکو کیا کہئے گا کہ ایک منافق نا مسلمان کیلئے تو حضرت عمر کا دریاے کرم اس طرح جوش زن ہورہا ہے اور بضعۃ الرسول کے ساتھ اونکا یہ سلوک ہے کہ حضرت ابوبکر پروانہ واگذاشت فدک بھی لکھتے ہین تو یہ بلائے ناگہانی کی طرح بیچ کود کر اوسکو چاک کرڈالتے ہین۔ اسپر اگر جناب سیدہ اون کا دامن پکڑکر بد دعا کی دھمکی دیتی ہین تو آپ حضرات اوسکو خلاف واب عصمت وشرافت قرار دیتے ہین۔ یا للعجب۔

جس سے رسول کی وہ پارۂ جگر تھین جنکے کنار عاطفت مین پرورش کا آپکو اقرار ہے جس کی طینت صافیہ سے حصہ لینے کا آپکو اعتراف ہے۔ اوس رسول کو غور فرماکے آپنے کس درجہ پر رکھا ہے اور اوسکی عصمت و شرافت کو کیا داغدار بنایا ہے۔ کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و تمامی صحاح ستہ مین یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ کو کھڑے ہو کر حبشیون کا نلچ دکھاتے تھے جسکے لئے بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے باب نظر المراۃ الی الحبش ونحوھم من غیر ریبۃ کہ یہ باب اسکا ہے کہ عورت حبشی مردون کی طرف نظر کرے بلا خیال بدنظری۔ اور اس مین اسی حدیث کو لائے ہین کہ حضرت کھڑے ہو کر عائشہ کو ناچ دکھاتے اور رعبا کا آڑ کرتے۔ حضرت اسی طرح کھڑے رہتے یہانتک کہ خود عائشہ ہی ناچ دیکھتے دیکھتے تھک جاتین۔ جسپر سندی صاحب محشی لکھتے ہین

لو قال الی لعبھم او بعض افعالھم لکان اقرب وھو المراد بقولھا وانا انظر الی الحبشۃ والحاصل الفرق بین ان تقصد النظر الی نفس الرجال و بین ان تقصد الی بعض افعالھم واللہ تعالی اعلم ص۱۲۵ جلد ۳

یعنی اگر بخاری صاحب یہان بجاے نظر المراۃ الی الحبش ونحوہم یہ کہتے باب نظر المرءۃ الی لعب الرجال او بعض افعال الرجال تو اچھا ہوتا کیونکہ دونون مین بہت فرق ہے خود مردون کی طرف دیکھنا یا اون کے افعال کی طرف دیکھنا۔

مگر اس محشی کو یہ نہ معلوم تھا کہ حضرت بخاری آپ سے زیادہ واقف کار اور مزاج دان حضرت عائشہ تھے وہ خوب سمجھتے تھے کہ عائشہ کا مقصود اصلی یہی تھا کہ حضرت ہمکو حبشیون کا تماشا دکھاتے تھے ورنہ اگر یہ مقصود ہوتا کہ بعض افعال رجال کا تماشا دکھانا جائز تھا تو وہ اون روایتون کو لاتے جنمین ہین حضرت عائشہ نے جنگی سوارون کے کرتب کو دیکھا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی باغیرت مسلمان اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ خود اپنی بی بی کو حبشیونکا ناچ دکھائے کہ جبتک وہ خود سیر نہو جائے نہ ہٹے۔

حالانکہ جتنے شرفا ہین وہ اگر ناچ رنگ کی صحبتین بھی قائم کرتے ہین تو زنانہ مکان سے علحدہ کہ مستورات اونکی ناچ و رنگ نہ دیکھ سکین۔ مگر رسول اللہ پر یہ اتہام لگایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی شوخ شنگ عورت کو ناچ دکھا رہے ہین جو اپنے پرایون مین ایک خاص نظر سے دیکھی جاتی اور ہر شخص کو اسکا خیال تھا ع آج فتنہ ہے تو کل جاکے قیامت ہوگی۔

دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل مین ہے ص۱۴۱

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یزید قال انا محمد بن عمرو عن ابیہ عن جدہ علقمہ بن وقاص قال اخبرتنی عائشۃ قالت خرجت یوم الخندق اقفو اثار الناس قالت فسمعت وئید الارض و رای یعنی حس الارض قالت فالتفت فاذا انا سعد بن معاذ ومعہ ابن اخیہ الحرث بن اوس یحمل مجنہ قالت فجلست الی الارض فمر سعد وعلیہ مدرع من حدید قد خرجت منہا اطرافہ فانا اتخوف علی اطراف سعد قالت وکان سعد من اعظم الناس واطولہم قالت فمر وھو یرتجز ویقول ع لبث قلیلا یدرک الھیجا حمل ٭ ما احسن الموت اذا حان الاجل قالت فقمت فاقتحمت حدیقۃ فاذا فیہا نفر من المسلمین واذا فیہم عمر بن الخطاب وفیہم رجل علیہ سبغۃ لہ یعنی مغفرا فقال عمر ما جاء بک لعمری واللہ انک لجریئۃ وما یومنک ان یکون بلاء او یکون تحوز قالت فمازال یلومنی حتی تمنیت ان الارض انشقت لی ساعتئذ فدخلت فیہا قالت فرفع الرجل السبغۃ عن وجہہ فاذا طلحہ بن عبید اللہ فقال یا عمر ویحک انک قد اکثرت منذ الیوم واین التحوز او الفرار الا الی اللہ عز وجل قالت ویرمی سعدا رجل من المشرکین من قریش یقال لہ ابن العرقۃ بسہم لہ فقال لہ خذھا وانا ابن العرقۃ فاصاب اکحلہ فقطعہ فدعا اللہ عز وجل سعد فقال اللھم لا تمتنی حتی تقر عینی من قریظۃ قالت وکانوا حلفاءہ وموالیہ فی الجاھلیۃ قالت فرقی کلمہ وبعث اللہ عز وجل الریح علی المشرکین فکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا فلحق

ابوسفیان ومن معه بتهامة ولحق عیینه بن بدر ومن معه بنجد ورجعت
بنو قریظة فتحصنوا فی صیاصیهم خلاصه اس روایت ظریفه وحکایت لطیفه کا یہ ہے
کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ مین بروز خندق نکل کر آدمیون کے پیچھے چلی کہ اسی اثنا
مین مینے اپنے پیچھے سے زمین پر چلنے کی آواز سنی مینے مڑکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ سعد
بن معاذ اور اونکے ساتھ اونکے بھتیجے حرث بن اوس ایک سپر لئے چلے آتے ہین
یہ دیکھکر مین زمین پر بیٹھ گئی اور سعد اس طرح سے گذرے کہ ایک ایسی زرہ پہنے
تھے کہ اونکے اطراف بدن اوس سے نمایان تھے مجھے اونکے اطراف بدن کی بہ
نسبت خوف ہوا اور سعد بڑے جسم کے اور بلند قد تھے وہ اس طرح گذرے کہ یہ
رجز پڑھتے جاتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تھوڑا توقف کرکہ حمل لڑائی کو آکر پالیگا کیا
اچھی چیز ہے موت جب اجل قریب آجائے جب سعد گذر گئے تو مین ایک باغ مین
چلی گئی مینے دیکھا کہ اوس باغ مین چند لوگ اہل اسلام سے موجود ہین اور اون مین
حضرت عمر بن خطاب بھی ہین اور ایک اور شخص ہے جو مغفر رکھے ہوے ہے عمر نے
مجھسے کہا کہ تو یہان کیون آئی قسم ہے اپنی جان کی اور قسم ہے خدا کی کہ تو بڑی جری
ہے اور کیا اطمینان ہے تجکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب یہان سے سمٹ کر
چلے جاوین حضرت عائشہ کہتی ہین کہ حضرت عمر نے مجکو اسقدر ملامت کی کہ مجھے آرزو
ہوئی کہ کاش اوس وقت زمین شق ہو جاتی اور مین اوس مین سما جاتی کہ اسی اثنا
مین وہ شخص جو مغفر رکھے ہوئے تھا اوسنے مغفر اپنے منہ سے اوٹھا لیا ناگاہ معلوم ہوا کہ
وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہین اونھون نے حضرت عمر سے کہا کہ واے ہو تجھپر اے عمر
تونے آج بکثرت کلام کیا ہم سمٹ کر یا بھاگ کر کہان جاوینگے سواے خدا کی طرف حضرت
عائشہ کہتی ہین کہ اسی اثنا مین سعد کو ایک شخص نے مشرکین سے جسکو ابن العرقہ کہتے
تھے ایک تیر مارا اور کہا کہ لو اسکو اور مین ابن العرقہ ہون وہ تیر سعد کی رگ اکحل پر
پڑا اور اوسکو قطع کرڈالا اونھون نے قریظہ پر دعاے بد کی اور وہ اونکے ہم عہد
تھے جاہلیت مین اور اپنے زخم پر افسون پڑھا اور خدا نے ہوا کو بھیجا مشرکین پر اور

کفایت کی خدا نے قتال کی مؤمنین سے اور خدا قوی عزیز ہے پس ابوسفیان اپنے ساتھیون کے ساتھ تہامہ چلا گیا اور عیینہ بن بدر اپنے ہمراہیون کے ساتھ نجد چلا گیا اور بنی قریظہ اپنے قلعون مین پناہ گزین ہوئے تا باخر حدیث۔

غور کا مقام ہے کہ ۵ھ ہجری کے ماہ شعبان مین یہ قصہ ہو چکا ہے کہ عائشہ ایک سپاہی جسکا نام صفوان تھا کس درجہ متہم ہو چکی ہین کہ تمام مدینہ مین یہ خبر عام تھی کوئی ایسا نہ تھا جو اس وجہ سے خود رسول اللہ پر خشمگ نہ کرتا ہو۔ اور ابوبکر منہ چھپائے پھرتے ہون کہ اسی ۵ھ کے ماہ شوال مین حضرت عائشہ یہ بہادری دکھائین اور ایسی اوچھل کود لگائین کہ عمر صاحب کو بھی اقرار کرنا پڑے تو بڑی بے باک لڑکی ہے۔

کیا ہے دنیا مین کوئی عورت کہ جسپر اتنا بڑا اتہام لگایا جائے وہ مہینہ ہی بھر بعد یہ کام کرے کہ جہان بڑے بڑے سپاہیون کے اوسان خطا ہوتے ہین وہان اس بیباکی سے وہ ٹہلتے جائے۔ پھر اوس سے جو کچھ ہو کیا تعجب ہے۔ اسی کی طرف تو حضرت عمر نے اشارہ کیا جو ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار آدمی تھے۔ اور عورتون کے مکائد سے خوب واقف کہ واللہ انک لجریۃ وما یومنک ان یکون بلاء او یکون تحوز کہ قسم خدا کی تو بڑی جری ہے اور کیا اطمینان ہے تجھکو اس امر سے کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم یہان سے سمٹ کر چلے جائین۔

کیونکہ جملہ ان یکون بلاء بڑا حاوی جملہ ہے جس مین ہر طرح کی بلاؤن کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ جو ایک باغ پھاند کر گئی ہین۔ یہ سمجھ کر تو گئی ہونگی کہ یہان مسلمان ہونگے کیونکہ اسکا ضرور خیال ہوتا کہ ہمین مسلمان دیکھ نہ لین جو آنحضرت سے کہہ دین لہذا ضرور اس کا خیال ہے گئی تھی کہ یہان کفار کا پڑاؤ ہوگا۔ وہ ہمکو کیا پہچانینگے کہ ہم کون ہین۔

بہرحال جہان حضرت عائشہ کی بہادری ثابت ہوئی کہ عمر صاحب انک لجریۃ فرمایا

وہان عمر صاحب کی بہادری بھی ایک اعلی پیمانہ پر ثابت ہوئی کہ عائشہ کو سمجھاتے ہین تجھے کیا معلوم ہم سمٹ کر چلے جائین جسکے صریحی مطلب تو یہ ہے کہ حضرت عمر اپنی دور اندیشی دکھا رہے ہین کہ کیا معلوم ہم کہان جائین۔ یعنی لڑائی مین بھاگنا ہو تو تم کیا ہوگی۔

سبحان اللہ حضرت عائشہ مین تو یہ جرات اور بہادری ہو کہ وہ تن تنہا سپیر کنان لشکر مخالف مین چلی جائین۔ اور عمر صاحب یون سمجھائین کہ بیٹی تمھین کیا معلوم ہمکو کہان بھاگنا پڑیگا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ آخر طلحہ کو طاقت ضبط نہ رہی اور بول پڑے کہ وائے ہو تجھپر کسقدر کلام کیا تو نے ہم سمٹکر کہان جائینگے اور کہان بھاگ کر جائینگے بجز خدا۔

اس سے جہان طلحہ اور عمر کے خیالات مین فرق نمایان ہوا کہ عمر صاحب تو بھاگنے کا ڈرا دکھا رہے ہین۔ وہان طلحہ بتا رہے ہین کہ ہم لوگ کہان بھاگ کر جا سکتے ہین۔ خواہ اس وجہ سے کہ بہ نسبت عمر ان مین شجاعت تھی خواہ اسوجہ سے کہ اگر پہلے بھاگتے تو بھاگتے اب عائشہ کو دیکھکر کیونکر بھاگ سکتے ہین۔

اب اگر کوئی اس واقعہ کو اون واقعات سے ملائے جو حضرت عائشہ اور طلحہ کے درمیانی تعلقات کی بابت آپکے مفسرین نے آیہ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ کی تفسیر مین لکھے ہین تو کیا حضرت عائشہ کی عفت یا پاکدامنی مین کچھ فرق نہین آسکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین بلکہ یہین سے یہ عقدہ بھی حل ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کو بعد آنحضرت کے طلحہ و زبیر کے ساتھ بصرہ جانے اور جنگ جمل برپا کرنے مین کیا کیا راز ہائے خفی موجود تھے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کیا کیا تمہیدین اسکی سابق سے ہو چکی تھین اور کیونکر حضرت عائشہ عہد آنحضرت صلعم سے گھر سے بے اذن نکل جانیکی عادی تھین اور میدان جنگ اور اوسکے حالات و واقعات سے کیسی دلچسپی رکھتی تھین اور غیر مردون سے اونکی معاشرت کے کیا کیا طریقے اور اونکو ایسے مردون سے کیسے کیسے تعلقات تھے اور جنگ جمل مین جو

واقعات گذرے وہ تو اظہر من الشمس و ابین من الامس ہین اور اون سے جسقدر
امور خفیہ ظاہر ہوتے اور جو جو پردے فاش ہوتے ہین اون کی توضیح و تصریح کی
ضرورت نہین - ۱۲

اب جو محشی بخاری نے فرق نکالا تھا کہ خود مردون کی طرف قصداً دیکھنا اور چیز ہے
اور اونکے بعض افعال کی طرف نظر کرنا اور چیز ہے تو وہ بتاین جنگ خندق جو
حضرت عائشہ باغ پھاند کر آئی تھین تو کس غرض سے نفس رجال پر نظر کرنے یا افعال
رجال کو دیکھنے -

اب میان پشاوری غور کرین کہ جناب سیدہ کا اوس حالت مظلومی و بیچارگی مین
کہ عمر نے اوس دستاویز کو بھی چاک کر دیا جو ابو بکر نے لکھا تھا - تو جناب سیدہ نے اوسکے
دامن کو جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اگر بیگناہ ہون کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو ہم تجھپر بد دعا کرتے - یہ
زیادہ بے غیرتی کی بات ہے - یا رسول کا یہ کام کہ ایسی عورت کو گھر مین رکھے ہوے
ہین جسکے یہ افعال ہین - کیونکہ یہ تو ممکن نہین حضرت کو اسکی خبر نہوئی ہو جسپر سکوت ہی کیا
اب بتاے کون زیادہ باغیرت ہے یا بے غیرت -

چونکہ اس واقعہ کو اکثر مخالفین نے نہایت شد و مد سے لکھا ہے اور انواع و اقسام
کا استہزا کیا ہے جس سے اکثر مومنین کے دل زخمی ہوتے ہین لہذا ہم دو چار واقعہ اور
ایسا لکھتے ہین جس سے معلوم ہو اہلسنت نے کیسی کیسی غیرت و حیا کو خود آنحضرت کیلیے
نکالا ہے - کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کر سکتا ہے خواہ وہ شریف ہو یا غیر شریف -
ایک لطیف واقعہ ہم رسالہ ارسال الحاصب سے نقل کرتے ہین جسمین
اس واقعہ کو نہایت لطیف پیرایہ مین لکھا ہے وہو ہذا -

"اور الطف لطائف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے درخواست خاص الخاص مین ایک عجیب و غریب مکالمہ و مناظرہ فرمایا
جسکے باریک لطائف سے کمتر فہم آشنا ہو سکتا ہے اور جسکی تہ تک پہونچکر اونکے اطلاع
واستبلاع کو بیحد لطف آتا ہے حضرت بخاری اپنی صحیح مین لکھتے ہین حدثنا اسمعیل

بن عبد اللہ قال حدثنی اخی عن سلیمان عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت قلت یارسول اللہ ارایت لونزلت وادیا وفیہ شجر قد اکل منہا ووجدت شجرۃ لم یوکل منہا فی ایہا کنت ترقع بعیرک قال فی الذی لم یرتع منہا تعنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یتزوج بکرا غیرہا۔ خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ عروہ بن الزبیر سے بیان فرماتی ہین کہ مینے ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ کسی وادی مین نزول اجلال فرمائین اور اوس وادی مین چند درخت ایسے ہون جن مین سے اونٹون نے پتے کھائے ہون اور وہان آپ ایک درخت ایسا پائین کہ اوس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو تو آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرنے کیلئے چھوڑینگا آنحضرت نے جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چرنے کیلئے چھوڑونگا جس مین سے کسی اونٹ نے کچھ نہ کھایا ہو مینے کہا یارسول اللہ مین ہی وہ درخت ہون عروہ بن الزبیر کہتے ہین کہ مراد حضرت عائشہ کی یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے حضرت عائشہ کے دوسری عورت بکر نہ تھی آے حضرت مخاطب ہمسنا آپنے کہ جناب عائشہ نے اس مکالمہ لطیفہ ومناظرہ خفیفہ مین آنحضرت صلعم سے کیا پرلطف تقریر کی اور کس طرح آنحضرت کو اپنے بکر ہونے کی طرف توجہ دلاکر اپنے ہی طرف ترغیب دی ہے اور کیا کیا لطیف تشبیہین اپنے لئے اور دیگر ازواج کیلئے اور آنحضرت کیلئے تراشے ہین اور کس طرح آنحضرت کو خود آنحضرت کے اقرار کے بموجب اپنے ہی مجامعت پر مجبور کیا ہے اگر اس کے لطائف اور تشبیہات آپکی سمجھ مین نہ آئے ہون تو ہم آپکو سمجھائے دیتے ہین ذرا متوجہ ہو کر گوش دل سے سنیئے دیکھئے اس مکالمہ اور مناظرہ مین حضرت عائشہ نے دولت سرائے نبوی کو تشبیہ حجرات ازواج سے بنہو رہے تھے ایک وادی سے تشبیہ دی ہے اور پھر ہر زوجہ کو ایک ایک شجر سے تشبیہ دی ہے اور سوا اپنے دیگر ازواج کو بسبب اسکے کہ وہ ثیبات سے تھین اور تصرف مین اور شوہرون کے آچکی تھین ایسے درختون سے

مشابہ کیا ہے جن مین سے کچھ لوگون کے اونٹ پتے کھا چکے ہون اور اپنی تئین بسبب
بکر ہونے کے ایسے درخت سے مشابہ کیا ہے جسمین سے کسی کے اونٹ نے کوئی پتا نہ کھایا
ہو اور بوجہ ابوبکر کی بیٹی ہونے کے غضب یہ کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے عضو خاص کو چرنے
والے اونٹ سے تشبیہ دی ہے اور اسی کے ضمن مین اپنے مقام مخصوص کو ہری بھری
شاخ درخت سے تشبیہ دی ہے اور آنحضرت سے دریافت کیا ہے کہ اگر آپ کھائے
ہوئے درختون کے علاوہ ایک ایسا درخت پائین جو نہ کھایا ہوا ہو تو اپنے اونٹ کو کس درخت
سے چرائیگا اور جب آنحضرت صلعم نے یہ جواب دیا کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراؤنگا
جو کھایا ہوا نہو تو کس اداسے فرمایا کہ یا رسول اللہ مین ہی وہ درخت ہون مراد یہ تھی کہ
آپ فرما چکے ہین کہ مین اپنے اونٹ کو اوسی درخت سے چراؤنگا جو کھایا ہوا نہو لہذا قواب
آپ پر واضح ہو کہ مین ہی وہ درخت ہون جو کھایا ہوا نہین ہے یعنی مین آپکی ازواج
مین صرف بکر ہون اور کسی نے مجھپر تصرف نہین کیا اور دیگر بی بیان آپکی اور مردون کے
تصرف مین آ چکی ہین پس آپ کو اپنے اقرار کے موجب چاہیئے کہ اپنے اونٹ کو کسی
کھائے ہوئے درخت سے نہ چرائیے یعنی کسی اور بی بی سے مقاربت نہ کیجئے اور صرف
میری ہی شاخ سرسبز سے اپنے اونٹ کو چرائیے اور مجھی سے مقاربت کیجئے
اے حضرت مخاطب اب آپ سمجھیئے کہ آپکی مادر گرامی نے فرط شوق مقاربت مین
آنحضرت سے کسی عمدہ تقریر کی ہے اور کس طرح آنحضرت کو مجبور کیا ہے کہ صرف انہا
اونھین کی مقاربت مین ہمیشہ مشغول رہین اور کسی اور بی بی کی طرف متوجہ نہون
اور محض اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ مقام فخر مین یہ سارا مکالمہ و مناظرہ عروہ بن الزبیر
سے بیان بھی کر دیا جسکی وجہ سے یہ امر شایع و ذایع ہوگیا اور اعصار متاخرہ تک اسکی
روایت باقی رہی اور آپکے علما کو موقع ملا کہ اس واقعہ سے مشروعیت ضرب المثل
و تشبیہ پر استدلال کرین اور حضرت عائشہ کی بلاغت اور اونکی حسن تانی کو امور
مین ظاہر فرمائین چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری مین اس روایت کی شرح مین
یون رقم فرماتے ہین وفی ھذا الحدیث مشروعیۃ ضرب المثل و تشبیہ شیٔ

موصوف بصفة بمثله مسلوب الصفة وفيه بلاغة عائشة وحسن تاتيها فى الامور یعنی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرب مثل جائز ہے اور ایک شی کو جو موصوف ایک صفت کے ساتھ ہو اوسکی مثل سے جسمین وہ صفت نہو تشبیہ دیسکتے ہین اور اس حدیث سے بلاغت عائشہ کی اور حسن تاتی یعنی نرمی اور سہولت سے کام لینا اون کا امورمین ظاہر ہوتا ہے بالجملہ حضرت عائشہؓ نے اس واقعہ کے بیان سے اپنی خوب ہی فضیلت ظاہر کی جس سے اونکے ابتلاع و اشباع کو تو یہ موقع ملا کہ اونکی بلاغت کو ظاہر کرین اور یہ بتائین کہ وہ سہولت سے کام نکالنے کی ترکیبین خوب جانتی تھین اور ہمکو اسکا محل ہوا کہ ہم اس واقعہ سے اپنے مخاطب کو مطلع کر کے اون کی مادر گرامی کی رغبات نفسانی و جذبات شہوانی کا نمونہ دکھائین۔

میان پشاوری بتاؤ کیا کوئی باغیرت مسلمان اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ سے اس طرح کی تقریر مجمع عام مین کرے اور پھر آنحضرت ایسی عورت کو گھر مین رہنے دین چہ جائیکہ اوس سے خوش ہون اور وہ سب سے زیادہ محبوبہ و معشوقہ ہو۔

آپ اگر خود واقعہ عقد عائشہ کو خیال کرینگے تو آپکو معلوم ہوگا اس درجہ کی حیا داری سے اس مین کام لیا گیا ہے کہ دنیا مین جتنے ارذال ہین وہ اس واقعہ کو سنکر گردن جھکا لینگے اور پھر کسی شریف کے مقابلہ مین گردن نہ اوٹھائینگے ازالۃ الخفا مین ہے۔ ص ۱۱ مقصد دوم

و از انجملہ آنست کہ چون خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت صدیق حضرت عائشہ را در عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آورد و در آن باب ادبی کہ بہتر ازان صورت بند رعایت نمود عن حبيب مولى عروة قال لما ماتت خديجة حزن عليها النبى صلى الله عليه وسلم فاتاه ابوبكر بعائشة فقال يا رسول الله هذه تذهب ببعض حزنك وان فى هذه خلفا من خديجة ثم ردها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يختلف الى ابى بكر الحديث۔

اخرجه الحاکم وعن عائشة قالت قدمنا المدينة فذكرت القصة الى ان قالت قال ابوبكر يارسول الله ما يمنعك ان تبتنى باهلك فقال رسول الله صلعم الصداق فاعطاه ابوبكر اثنى عشر اوقيه ونشا فبعث بها رسول الله صلعم الينا وبنى بى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيتى هذا الذى انا فيه اخرجه الحاكم وابو عمر فى الاستيعاب مثلہ اے حضرت مخاطب ذرا غور فرمایئے کہ آیا کسی شخص با حیا سے ہو سکتا ہے کہ اپنی نا کتخدا بیٹی کو کسی غیر مرد کے سامنے لائے اور اوس سے کہے کہ اگر آپکی زوجہ غمگین ہین تو کچھ غم نہ کیجئے یہ لڑکی آپکے لئے موجود ہے اور یہ آپکے حزن وملال کو دور کردیگی اور آپ کی زوجہ اول کے قائم مقام ہوگی اور بالاتر اس سے یہ ہے کہ جب اوس لڑکی کا عقد اوس مرد سے ہوجائے اور وہ طالب رخصت اوس لڑکی کا ہو تو صاحب دختر خود آکر دریافت کرے کہ کیون آپ اپنی زوجہ سے ہم بستر نہین ہوتے اور اگر وہ عذر کرے کہ میرے پاس ابھی مہر نہین ہے تو یہ صاحب دختر خود اوسکا مہر اوسکو دیکر اپنی دختر کے ساتھ ہم بستری کے سامان فراہم کرائے سبحان اللہ ع این کار از تو آید ومردان چنین کنند۔ مگر یہ نہ سمجھئے گا کہ حضرت نے اس تقاضا پر بھی اودہر رخ کیا ہو کیونکہ مہر وغیرہ تو خود میان ابوبکر نے لاکر دیا۔ اسپر بھی حضرت نہ مخاطب ہوئے چنانچہ مدارج النبوۃ مین ہے جلد ۳ صفحہ ۹۶

ومرویست از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ گفت چون بمدینہ آمدیم پدر من ابوبکر صدیق در محلہ سنح بر حبیب بن یساف یا بر خارجہ بن زید فرود آمد روزی آنحضرت بمنزل آمد ونزد آنحضرت جمعی از مردان وزنان انصار گرد آمدند مادر من مرا گرفت وموی مرا شانہ کرد وفرق نہاد وروی من بشست ومرا میکشید تا بدر خانہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود رسانید نفس من بر من تنگ آمد پس لحظہ توقف کرد تسکینے وآرامی در من پیدا شد پس در اندرون خانہ دیدم کہ آنحضرت بر سریر نشستہ است مادر من مرا برد ودر کنار آنحضرت نشاند وگفت یا رسول اللہ این اہل تست خدا تعالے

برکت گناه دروی ازبرای تو و برکت گناه در تو ازبرای وی پس مردم از خانہ بیرون رفتند وحضرت بن زفاف کرد وہیچ شتر و گوسفندی نکشتند وطعام عروسی کہ آنرا ولیمہ گویند کاسہ شیر بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ آمده بود ومن در آن روز نہ سالہ بودم واز اسماء بنت عمیس مرویست کہ گفت من در روز زفاف عائشہ موجود بودم واللہ کہ در آن روز ہیچ طعام ولیمہ حاضر نبود الا قدح شیری کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مقدارے ازان تناول فرمود بعد ازان بعائشہ داد وی شرم داشت کہ بگیرد ومن گفتم دست پیغمبر را ردمکن وبستان پس بشرم تمام آنرا گرفت ومقدارے ازان بیاشامید۔

جس سے صاف معلوم ہوا نہ حضرت اس تہیہ سے تشریف لائے تھے نہ کسی طرح کی بات چیت تھی بلکہ آپ محلہ سنح مین جو انصار کا محلہ تھا اور ابوبکر صاحب وہین اقامت پذیر تھے۔ وہان حضرت تشریف لائے ہین مردان وزنان انصار سے بات چیت کر رہے ہین کہ مادر عائشہ نے بناؤ سنگھار کرکے دوپہر کے وقت حضرت کی گود مین لاکر بٹھا دیا۔ پھر بتاؤ ایسے وقت مین کون ضبط کر سکتا ہے۔

ان واقعات سے تم خود نتیجہ نکالو کہ حضرت کو محبت تھی یا مجبوری۔

آپکو اور ہمکو بھی حضرت ام المومنین حفصہ سے بھی تو بروز قیامت سامنا کرنا ہے اونکے نسبت بھی جو غیرت آمیز کارروائیان آپنے یا آپکے دوم نے کی ہے اوسکو بھی تو سن لیجئے کہ معلوم ہو آپکے خلفا کیسے باغیرت اور باحمیت تھے اور خلیفہ دوم کا درجہ اول سے کسی طرح کم نہین بلکہ دس گز زیادہ ہے۔ بخاری صاحب اپنی صحیح مین لکھتے ہیں۔

باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ علی اھل الخیر حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ حدثنا ابراھیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شھاب قال اخبرنی سالم بن عبد اللہ انہ سمع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یحدث ان عمر بن الخطاب حین تایمت حفصہ بنت عمر من خنیس بن حذافہ السھمی وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوفی بالمدینۃ

فقال عمر بن الخطاب اتیت عثمان بن عفان فعرضت علیہ حفصہ فقال سانظر فی امری فلبثت لیالی ثم لقینی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی هذا قال عمر فلقیت ابا بکر الصدیق فقلت ان شئت زوجتک حفصہ بنت عمر فصمت ابو بکر فلم یرجع الی شیئا وکنت اوجد علیہ منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتها ایاہ فلقینی ابو بکر فقال لعلک وجدت علی حین عرضت علی حفصہ فلم ارجع الیک شیئا قال عمر قلت نعم قال ابو بکر فانہ لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت علی الا انی کنت علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلتها۔ صـ۱۵۳ جلد ۳

خلاصہ اس روایت لطیفہ کا یہ ہے کہ خلیفہ دوم کے پوتے حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہین کہ خود خلیفہ دوم حضرت عمر فرماتے ہین کہ جب خنیس بن حذافہ سہمی شوہر حفصہ مدینہ مین مرگیا اور حفصہ بیوہ ہوگئی تو مین خود عثمان بن عفان کے پاس گیا اور مینے اوس پر حفصہ کو پیش کیا (معلوم نہین خلیفہ صاحب حفصہ کو بھی اپنے ہمراہ پیش کشی کے واسطے لیتے گئے تھے یا محض زبانی پیش کیا تھا بہرکیف خلیفہ صاحب فرماتے ہین کہ) عثمان نے کہا کہ مین عنقریب اپنے امر مین نظر کرونگا مینے چند شب توقف کیا اسکے بعد عثمان مجھسے ملے اور کہنے لگے کہ مجھے مصلحت یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ مین بالفعل تزوج نہ کرون خلیفہ صاحب فرماتے ہین کہ اسکے بعد مین ابوبکر کی ملاقات کو گیا اور مینے کہا کہ اگر تم چاہو تو مین تمسے حفصہ کی تزویج کردون ابوبکر چپ ہو رہے اور مجھکو کچھ جواب نہ دیا مجھے ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غصہ آیا مینے چند شب اور توقف کیا اور اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے حفصہ کا خطبہ کیا مینے اونکے ساتھ اوسکا نکاح کردیا اسکے بعد ابوبکر مجھے ملے اور کہنے لگے شاید تم اوس وقت مجھسے ناراض ہوگئے جب تمنے حفصہ کو مجھپر پیش کیا اور مینے

تمکو کچھ جواب نہ دیا مینے کہا ہان ابوبکر کہنے لگے کہ مجھے اوس امر کے متعلق جو تم نے پیش کیا تھا تمکو جواب دینے مین کوئی امر مانع نہ تھا سوا اسکے کہ مین جانتا تھا کہ رسول خدا ؐ نے حفصہ کا ذکر کیا ہے اور مجھے مناسب نہ تھا کہ مین رسول خدا کا راز فاش کرون اور اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے یعنی اوس سے عقد نکرتے تو مین اوسکو قبول کرلیتا۔ اے حضرت مخاطب ذرا آپ متوجہ ہوکر سنین کہ اس روایت شریفہ وحکایت لطیفہ مین کیسے کیسے امور قابل التفات مندرج ہین پہلا امر تو یہی قابل غور ہے کہ حضرت ثانی کو حضرت حفصہ کے شوہر اول کے مرتے ہی کسقدر جلد فکر اون کے عقد ثانی کی پیدا ہوئی جسکی وجہ اگر کثرت جذبات نفسانی حضرت حفصہ نہو تو کم سے کم خود حضرت عمر کے نان ونفقہ دختر سے تنگدلی تو ضرور ہوگی اگر اس زمانہ کے وہ حضرات اہلسنت جو عقد بیوگان کیلئے بیحد وبہایت کوشش کرتے ہین اس روایت کو پیش نظر رکھکر حضرت عمر سے دلیل قوم کی دلالت سے رہنمائی حاصل کرین اور باتباع حضرت خلیفہ ثانی فعل کو قول کے مطابق کردکھائین تو پوری کامیابی کی امید ہے دوسرا امر جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے مطلقاً شرم وحیا سے کام نہ لیا اور حضرت حفصہ کو باوصف کبیرۃ السن ہونیکے پہلے حضرت عثمان پر پیش کیا اور اونکے انکار کے بعد ابوبکر پر پیش کیا جسکی وجہ علمائے اہل سنت یہ ظاہر کرتے ہین کہ آدمی کو اپنی بیٹی کا اہل صلاح وخیر پر پیش کرنا جائز ہے جیسا کہ بخاری کے عنوان باب سے ظاہر ہے اور ابن حجر عسقلانی اس قصہ کی شرح مین لکھتے ہین وفیہ عرض الانسان بنتہ وغیرہا من مولیاتہ علی من یعتقد خیرہ وصلاحہ لما فیہ من النفع العائد علی المعروضۃ علیہا وانہ لا استحیاء فی ذلک لیکن ناظر بصیر بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ عذر کہان تک معقول اور قابل قبول ہے اور لطیف تر یہ ہے کہ خود اوسکی حقیقت حضرت عسقلانی ہی کے بعض افادات سے ظاہر ہوئی جاتی ہے کیونکہ شارح موصوف اسی فتح الباری مین اسی واقعہ کے متعلق ایک روایت سعید بن المسیب سے

نقل کرتے ہین جسمین بعد ذکر وفات زوجۂ عثمان مذکور ہے فمر عمر بعثمان وھو حزین فقال ھل لك فی حفصہ فقد انقضت عدتھا من فلان جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ صاحب کو مقصود اصلی کے پیش کرنے سے یہ تھا کہ عثمان کو جو حزن و ملال اپنی زوجہ کے انتقال سے تھا وہ مبدل بسرور وحبور ہو جائے اور انکا دل حفصہ سے بہل جائے اور یہ خیال جیسا بر از شرم وحیا ہے ہر عاقل اوسکو بخوبی جانتا ہے تشریح کی حاجت نہین ہے تیسرا امر قابل ملاحظہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے جب حفصہ کو ابوبکر پر پیش کیا تو خیر سے یہ بھی ذہن شریف مین موجود تھا کہ ابوبکر صاحب زوجہ ہے لیکن باانہمہ پیش کرنے مین حفصہ کے مضائقہ نفرمایا جیسا کہ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری عبارت سابقہ سے متصل تحریر فرماتے ہین وفیہ انہ لاباس بعرضہا علیہ ولو کان متزوجا لان ابابکر کان حینئذ متزوجا یعنی اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹی کے پیش کرنے مین نیک آدمی پر کچھ حرج نہین ہے اگرچہ وہ نیک آدمی صاحب زوجہ بھی ہو کیونکہ ابوبکر اوس وقت مین صاحب زوجہ تھے سبحان اللہ یہ بھی عجب حسن عقیدت ہے کہ جو کچھ حضرت عمر سے صادر ہو وہ ہر پہلو اور ہر عنوان سے مستحسن اور قابل عمل ہے مگر تعجب ہے کہ کیون خود حضرات اہلسنت اس سنت عمری پر عامل نہین ہوتے اور کیون اپنی بیٹیان اہل خیر پر خیرات نہین کرتے اور کیون اپنی بیٹیون کے لئے ایسے ہی شوہر زیادہ تلاش کرتے ہین جو صاحب زوجہ ہوون۔ چوتھا امر قابل تامل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو صرف عثمان وابوبکر ہی پر پیش کیا اور دیگر اصحاب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلقا تعرض نہ کیا کیا اون مین کوئی شخص اہل خیر وصلاح سے نہ تھا کہ جسپر حضرت عمر اپنا یہ تحفہ پیش فرماتے اور اسکے پیش کرنے مین شرم نکرتے اس واقعہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات ثلثہ مین خاص طور پر کچھ ایسے تعلقات خفیہ تھے جنسے اور لوگ آشنا نہ تھے اسی وجہ سے حضرت عمر نے یہ چاہا کہ کھی کھچڑی مین جائے۔ پانچوان امر قابل التفات یہ ہے کہ ماشااللہ حضرت عمر

اسقدر معقول آدمی تھے کہ حضرت عثمان کے عذر کرنے سے خفا ہوگئے حالانکہ کوئی
بات خفا ہونے کی نہ تھی اس لئے کہ حضرت عثمان نے اونکو فوراً جواب نہین دیا
بلکہ وعدہ کیا کہ مین غور کرکے جواب دونگا اور جب جواب دیا تو اچھے عنوان سے
جواب دیا اور کہا کہ مین بالفعل تزویج کا قصد نہین رکھتا ہون اور یہ نہین کہا کہ
آپکی لڑکی بوجہ ثیبہ وکبیرۃ السن ہونے کے میرے قابل نہین ہے لیکن حضرت عمر
باایںہمہ خفا ہوگئے یہ بھی ایک عجیب امر ہے کہ آدمی اپنی ثیبہ اور کبیرۃ السن لڑکی
کو خود ہی تو دوسرے شخص پر پیش کرے اور اگر وہ شخص کسی عذر معقول کے ساتھ
اوسکو جواب دیدے تو اوس سے خفا ہوجائے لیکن غالباً حضرت عمر کے خفا ہونیکی
خاص وجہ یہ ہوگی کہ وہ اپنے آپکو اتالیقی رسول خدا کے منصب پر فائز سمجھتے
تھے اور خدا کو بھی اپنا تابع سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ معاذاللہ اونکی رائے کے موافق
وحی نازل فرماتا تھا پس اگر ایسا شخص شرم کو بالائے طاق رکھکر کسی سے اپنی بیٹی
کے عقد کا سوال کرے اور وہ شخص اس سوال کی قدر نہ کرے اور اوسکو رد
کردے تو درحقیقت مستوجب کمال عتاب ہے چھٹا امر قابل توجہ یہ ہے کہ
حفصہ کے پیش کرنیکے متعلق حضرت عمر کے سوال کو جب حضرت ابوبکر نے قبول نہین
کیا تو وہ اور بھی زیادہ خفا ہوئے جیسا کہ خود کہتے ہین وکنت اوجد علیہ منی
علی عثمان یعنی مین ابوبکر پر بہ نسبت عثمان کے زیادہ تر غضبناک ہوا اسکی توجیہ
مین عسقلانی شارح بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دیکھنے کے ہے لکھتے ہین
قولہ وکنت اوجد علیہ ای اشد موجدۃ ای غضبا علی ابی بکر من
غضبی علی عثمان وذلک لامرین احدھما ماکان بینھما من اکید
المودۃ ولان النبی کان اخی بینھما واما عثمان فلعلہ کان تقدم من
عمر ردہ فلم یعتب علیہ حیث لم یجبہ لماسبق منہ فی حقہ و
الثانی لکون عثمان اجابہ اولاثم اعتذرلہ ثانیا ولکون ابی بکر لم یعد
علیہ جوابا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ عسقلانی صاحب فرماتے ہین کہ حضرت عمر کا حضرت

ابوبکر پر زیادہ غضبناک ہونا دو امرون کی وجہ سے ہوا ایک تو یہ کہ عمر و ابوبکر مین
نہایت گہری دوستی تھی اور اس سلئے کہ آنحضرت صلعم نے ان دونون کے درمیان
مواخات بھی کردی تھی (یعنی ایسی حالت مین حضرت ابوبکر کا اپنے ایسے گہرے
دوست اور بھائی کی بیٹی کو قبول نکرنا نہایت باعث غضب ہے) لیکن عثمان
پس شاید عمر نے پہلے عثمان کو رد کردیا ہو (یعنے شاید عثمان نے پہلے خود عمر سے حفصہ کا
خطبہ کیا ہو اور عمر صاحب نے عثمان کو رد کردیا ہو) پس عثمان نے عرض عمر کو جب قبول
نہ کیا تو عمر نے اونپر عتاب نہین کیا اسلئے کہ سابقًا خود حضرت عمر ایسا ہی کرچکے تھے۔
(یعنی چونکہ پہلے عمر نے عثمان کا کہنا نہ مانا تھا اسلئے جب عثمان نے عمر کا کہنا نہ مانا تو عتاب
کا موقع نہ رہا) اور دوسرے وجہ شدت غضب کی یہ ہے کہ عثمان نے پہلے تو عمر کا
کہنا مان لیا اور کہا مین غور کرونگا پھر عذر کردیا اور ابوبکر نے عمر کو کچھ جواب ہی نہ دیا۔
(یعنی چونکہ عثمان نے حضرت عمر کی اتنی مراعات کی کہ جواب دیدیا اور عذر معقول کیا
اور ابوبکر نے حضرت عمر کو قابل جواب بھی نہ سمجھا اس وجہ سے حضرت عمر اون سے
بہت خفا ہو گئے) لیکن اس افادہ حضرت عسقلانی مین فی الجملہ تامل ہے اسلئے
کہ حضرت عسقلانی کا یہ فرمانا کہ عمر نے عثمان پر عتاب نہین کیا اگر مراد اس سے یہ ہے
کہ حضرت عمر نے اپنی غلظت و فظاظت سے کام لیکر اونکو برا بھلا نہین کہا اور روبرو
سب و شتم کے مرتکب نہین ہوئے تو خیر اور اگر مقصود یہ ہے کہ اونکو عثمان کا جواب
صاف دینا اور حفصہ کو باوصف عرض قبول نکرنا برا نہین معلوم ہوا اور وہ اس سے
غضبناک نہین ہوئے تو یہ امر بالکل غلط ہے کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہین دکنت
اوجد منی علی عثمان یعنی مین ابوبکر پر عثمان سے زیادہ غضبناک ہوا جس سے
صاف ظاہر ہوا کہ وہ عثمان پر ضرور غضبناک ہوے لیکن یہ اور بات ہے کہ حضرت
ابوبکر پر اونکے غیظ کا تھرما میٹر بدرجات عدیدہ مترقی ہوگیا ساتوان امر قابل غور
یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر مین اس واقعہ سے ایسی کشیدگی ہوگئی کہ

حضرت عمر نے حفصہ کا نکاح رسول خدا صلعم سے کر بھی دیا اور حضرت ابو بکر کو اوس مین
شریک تک نہ کیا لیکن حضرت ابو بکر بعد نکاح ہو جانے کے حضرت عمر سے
اور معذرت خواہ ہوئے آٹھوان امر قابل توجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر
سے وقت ملاقات کس لطف سے دریافت کیا ہے کہ شاید تم غضبناک ہوئے مجھپر
جب تمنے حفصہ کو مجھپر پیش کیا اور مینے تمکو جواب نہین دیا اور کس صفائی سے
حضرت عمر نے اوسکے جواب مین کلمہ نعم سے اقرار اپنے غضبناک ہونے کا کیا ہے
واقعا شیخین کی گہری دوستی اعلی درجہ کی مروت اور کمال حیاداری کے
بڑے ایسے ہی مواقع سے ملتے ہین نوان امر قابل تامل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے
حضرت عمر سے یہ عذر کیا کہ مجھے کوئی مانع نہ تھا کہ مین تم سے اس بارہ مین کچھ کہون
سوا اسکے کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول خدا صلعم نے حفصہ کا ذکر کیا ہے اور مین آنحضرت
کا راز افشا کر سکتا تھا حالانکہ یہ عجیب مہمل عذر ہے کیونکہ اگر فرض کیجئے کہ درحقیقت
ایسا ہی تھا کہ حضرت ابو بکر رازداری رسول خدا صلعم کے لحاظ سے یہ نہ کہہ سکتے تھے
کہ مین حفصہ سے اس وجہ سے عقد نہین کر سکتا کہ رسول خدا صلعم نے اوسکا ذکر کیا ہے
لیکن کیا اجمالا اسقدر بھی نہین کہہ سکتے تھے کہ مین آیندہ جواب دونگا یا یہ کہ
بالفعل مجھے اس عقد کی منظور کرنے مین بعض قوی عذر موجود ہین بس مجھے معاف
کیجئے آخر محض چپ ہو رہنے اور مطلقا جواب نہ دینے کی کیا ضرورت تھی جس سے
حضرت عمر بے انتہا خفا ہو گئے اور اونکی نسبت اوجد علیہ جو صیغہ افعل
التفضیل ہے اپنے اظہار غیظ و غضب کیلئے استعمال فرمایا دسوان امر قابل لحاظ
یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے آخر کلام مین عجب لطف سے بیان کیا ہے کہ لو ترکھا رسول
اللہ قبلتھا یعنی اگر رسول خدا حفصہ کو چھوڑ دیتے اور اوس سے نکاح نکرتے
تو مین اوسکو قبول کر لیتا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر ماشاء اللہ صنعت اعداد
مین نابغہ شاعر سے بھی زیادہ فائق ہین اگر درحقیقت اونکو حفصہ ایسی ہی پسند
تھین کہ بصورت رسول خدا صلعم کے نکاح نفرمانے کے وہ اونکو ضرور قبول کر لیتے

تو اونکو لازم تھا کہ جب حضرت عمر نے حفصہ کو اول پر عرض کیا ہے تو اوس وقت کم سے کم ایک جواب معقول دیدیتے اور حضرت عمر کو وجد سے وجہ نہ بتاتے اوس وقت بالکل خاموشی اور اس وقت معذرت میں یہ شاعرانہ لسانی دونوں امر قابل دید و لائق شنید ہیں بالجملہ اس واقعہ سے اگرچہ عہد الامعان دونوں صاحبوں کی حیاداری بخوبی ظاہر ہوتی ہے لیکن حضرت ثانی کا نمبر اول سے بمراتب عدیدہ اول نظر آتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا واقعہ جس میں دوسرے خلیفہ صاحب کی حیاداری واقعہ سابقہ سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور سنیے اور دیکھیے کہ حضرت حفصہ کے بارہ میں اونھوں نے اپنے عہد خلافت میں کس درجہ شرم و حیا سے کام لیا ہے جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں ذکر اخبار و قضایائے عمر میں تحریر کرتے ہیں اخرج عن جریج قال اخبرنی من اصدق ان عمر بینا هو یطوف سمع امراءة تقول ؎ تطاول هذا اللیل واسود جانبه ٭ وارقنی ان لا خلیل الاعبه ٭ فلولا حذاء الله لاشیٔ مثله ٭ لزعزع من هذا السریر جوانبه ٭ فقال عمر و مالک قالت اعزبت زوجی منذ اشهر وقد اشتقت الیه قال اردت سوءا قالت معاذ الله قال فاملکی علیک نفسک فانما هو البرید الیه فبعث الیه ثم دخل علی حفصة فقال انی سائلک عن امر قد اهمنی فافرجیه عنی کم تشتاق المرأة الی زوجها فخفضت راسها واستحیت۔

قال فان الله لا یستحیی من الحق فاشارت بیدها ثلثة اشهر والا فاربعة اشهر فکتب عمر ان لا تحبس الجیوش فوق اربعة اشهر محصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عمر ایک شب گشت لگا رہے تھے کہ اونھوں نے سنا ایک عورت دو شعر پڑھ رہی ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ یہ شب دراز ہوگئی اور اوسکا کنارہ سیاہ ہوگیا۔ اور مجھکو اس امر نے جگایا کہ کوئی میرا ایسا دوست نہیں ہے کہ جس سے میں ملاعبت کروں پس اگر خوف نہوتا اوس خدا کا جسکی مثل کوئی چیز نہیں ہے تو ضرور اطراف اس تخت کی جسپر میں موجود ہوں ہلتی ہوتی ہوتی مراد یہ ہے کہ میں کسی دوست کو بلا کر اوس سے مشغول مباشرت ہوتی حضرت عمر نے یہ شعر سنا

تو اوس عورت سے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے اوسنے کہا کہ مینے میرے شوہر کو چند ماہ سے لڑائی پر بھیجا ہے اور مجھے اوسکا اشتیاق ہی حضرت عمر نے کہا کیا تیرا ارادہ کسی امر بد کا ہے اوسنے معاذ اللہ حضرت عمر نے کہا اپنے نفس کو روکے رہ تیرے شوہر کے آنے مین صرف اتنی دیر ہوگی کہ قاصد اوس تک پہونچے بعد اسکے قاصد اوس عورت کے شوہر پاس روانہ کیا اور اسکے بعد حضرت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ پاس آئے اور اون سے فرمایا کہ مین تمسے ایک امر دریافت کرتا ہون جس نے مجھے رنج مین ڈالا ہے اور اوس امر کو تم مجھسے کھول دو بتاؤ کہ عورت اپنے شوہر کی طرف کتنے دنون مین مشتاق ہوتی ہے حضرت حفصہ نے سر اپنا جھکا لیا اور شرما گئین مگر خلیفہ صاحب نے جملہ فان اللہ لا یستحی من الحق اپنی زبان پر جاری کرکے اونکو بتانے پر مجبور کیا آخرکار اونھون نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین مہینے نہین چار مہینے اسکے بعد حضرت عمر نے یہ لکھ بھیجا کہ لشکر چار مہینہ سے زیادہ کسی مقام پر نہ روکی جائین۔ کیون مخاطب صاحب کچھ سنا آپنے کہ آپکے خلیفہ صاحب نے جوش عدل تقدیری دکھانے مین کیا غضب کیا دیکھئے بیحیائی اسکو کہتے ہین کہ کیسے امر شنیع کا سوال اپنی بیٹی سے کیا اور قطع نظر دختر ہونے کے اسکا بھی خیال نہ کیا کہ یہ تو زوجہ رسول ہین اور میری ماں ہین کیا اونکو کسی اور ذریعہ سے عورت کے اشتیاق کا زمانہ نہین معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ بیحیائی اختیار کی اور مطلقاً نہ خیال کیا کہ ایسے امر شنیع کا اپنی بیٹی سے کہ جو زوجہ رسول ہے دریافت کرنا علاوہ بیحیائی کے حد درجہ کی توہین رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے شاید وجہ اسکی یہ ہوگی کہ کسی اور عورت کو وہ معتبر نہ سمجھتے ہونگے یا یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر کسی اور عورت سے پوچھونگا تو کہین وہ مار نہ بیٹھے یا برا بھلا نہ کہے یا اوسکے عزیز و اقارب درپے انتقام ہون اور چونکہ حضرت حفصہ زوجہ رسول خدا صلعم ہین اور قبل رسول خدا صلعم کے ایک اور شخص کے حبالہ عقد مین رہی ہین اور ہر طرح کا تجربہ انکو ہو چکا ہے لہذا انھین سے اس عقدہ لاینحل کا حل کرنا ٹھیک ہے اور چونکہ خود میری بیٹی ہین تو کیا مجال ہے کہ حقیقت حال نہ بتائین یا کچھ چون و چرا کرین اگر فی الجملہ تامل بھی کرینگی تو مین اونکی قرار واقعی مرمت کر سکتا ہون۔

افسوس یہ ہے کہ اختصار خیال مانع ہے جس سے زیادہ کچھ ہم نہین لکھ سکتے ورنہ صدہا واقعات لکھ

سکتے تھے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرات نے خود رسول اللہ کے نسبت کیسے کیسے بغیر زبان نہ سوختہ
کی ہین اور آپکی ام المؤمنین نے کیا کیا حیاسوز کام کیا ہے کہ چمار و چوہڑ کی عورتین بھی ان
باتون کو زبان پر نہین لا سکتین چہ جائیکہ ام المؤمنین ہوکر ایسے واقعات بیان کرین بخاری
صاحب اپنی صحیح مین تحریر کرتے ہین حدثنا سلیمان بن حرب عن شعبہ عن
الحکم عن ابراھیم عن الاسود عن عائشہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم لاربہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت
صلعم بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے حالت صوم مین اور اپنے عضو خاص کو تم سے
روکے رہتے تھے۔ اصل روایت مین لفظ ارب جو ہے اوسکے معنی عضو کے ہین اور قسطلانی
شارح بخاری نے تصریح کردی ہے کہ مراد حضرت عائشہ کی ارب سے خاص ذکر ہے چنانچہ
لاربہ کی شرح مین لکھتے ہین ای عضوہ وعنت الذکر خاصۃ للقرینۃ الدالۃ علیہ
کیون حضرت مخاطب سنا آپنے کہ حضرت عائشہ کیا فرماتی ہین ایسی باتین اگر زوجہ اپنے شوہر کے
بیان کرے تو کیا کسی دوسری بیوی کے ساتھ کے معاملات پر محمول ہونگے ہرگز نہین بلکہ اوسی کے
حالات سمجھے جائینگے پس بخوبی ظاہر ہوا ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت کا بوسے لینا اور مباشرت
کرنا اور عضو خاص کو روکے رہنا سب اپنی ہی نسبت بیان کیا ہے اور اوس مین کچھ شک نہین مگر
غالبًا ان سب باتون کے ذکر کو آپ خلاف حیا سمجھتے ہونگے اب آپ ایک اور حدیث بخاری کی
سنئیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ایسے حالات بیان کرکے خود ہنس بھی دیا کرتی تھین
تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حالات آنحضرت کے اونھین کے ساتھ گذرے ہین بخاری صاحب صحیح مین لکھتے ہین
حدثنا محمد بن المثنی ثنا یحیی عن ھشام اخبرنی ابی عن عائشہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ھشام
قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقبل بعض ازواجہ وھو صائم ثم
ضحکت۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ عائشہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم اپنی بعض ازواج کے
بوسے لیا کرتے تھے درحالیکہ وہ صائم ہوتے تھے بعد اسکے حضرت عائشہ ہنسنے لگین اگرچہ ہر صاحب
شعور خود ہی اس کرشمہ و ادا سے بخوبی سمجھ جائیگا کہ مقصود حضرت عائشہ کا اس خندہ ناز آلودہ سے

بھا اونکا مخاطب جس سے اونھون نے یہ حدیث بیان کی تھی سمجھ گیا کہ مصداق بعض ازواج کا
خود حضرت عائشہ ہی ہین اور اون مخدرہ نے کمال حیا سے خود اپنے ہی بوسونکا ذکر در پردہ کیا ہے
اور اس امر مین کنایہ سے جو ابلغ من التصریح ہے کام لیا ہے لیکن بحمد اللہ بعض شراح بخاری نے
بھی اس امر کو واضح کر دیا اور اس پردہ کو اوٹھا دیا اور اس ہنسی کی بعض ایسی خاص حکمتین بیان
کین کہ جنکے سننے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے چنانچہ کرمانی اپنی شرح مین لکھتے ہین قیل
کان ضحکها تنبیها علی انها صاحبة القضیة فیکون ابلغ فی الثقة وقیل
ضحکت سرورا بتذکر مکانها من رسول اللہ صلعم وحالها معه۔ حاصل
یہ ہے کہ کہا گیا کہ حضرت عائشہ کے ہنسنے کی وجہ تھی کہ تنبیہ ہو جائے کہ اس حدیث مین صاحب
قضیہ وہی ہین یعنی اونھین کے بوسے آنحضرت لیا کرتے تھے تا کہ سننے والیکو اون کی اس حدیث
پر زیادہ اعتماد ہو۔ یعنی اسلیئے کہ وہ اپنی بیتی کہہ رہی ہین نہ کسی اور کی بیتی اور کہا گیا ہے
کہ وہ اسلیئے ہنسین کہ اون کو سرور ہوا یاد کر کے اوس منزلت کو جو اون کو آنحضرت کی جناب
مین حاصل تھی اور اوس حالت کو یاد کر کے جو اون جناب کے ساتھ اونکو تھی یعنی اون کو
ہنسی اس امر پر آئی کہ وہ اس درجہ حضرت کو محبوب تھین کہ آنحضرت حالت صوم مین
بھی اونکے بوسے لینے سے باز نہ آتے تھے۔ اور میرے خیال مین احتمال اول کرمانی کا
زیادہ قابل اعتماد ہے کیونکہ حضرت عائشہ مجتہدہ تھین اون کو اس ہنسنے سے یہی مقصود ہوگا
کہ لوگ سمجھ جائین یہ واقعہ اونھین کا ہے اور ضرور قابل اعتماد ہے اور لائق اتباع ہے۔
اور بحمد اللہ جو مطلوب حضرت عائشہ کا تھا وہ حاصل بھی ہو گیا تھا کیونکہ قسطلانی نے
اسی حدیث کی شرح مین لکھا وقد روی ابن ابی شیبه عن شریك عن هشام
فضحکت فظننا انها هی یعنی ابن ابی شیبہ کی روایت مین یہ وارد ہے کہ راوی
نے کہا عائشہ ہنسین اور ہم سمجھ گئے کہ وہی ہین۔ اور واضح رہے کہ یہ حالت حضرت عائشہ
کی کہ ان حالات خاص خلوت کو بشرح بیان کرین اور اونکی اپنے نسبت واقع
ہونے مین کنایہ و اشارہ سے کام مین لاوین کر سمجھا وین صرف بعض اوقات کے
ساتھ خاص تھی بلکہ بعض اوقات آپ بالکل محلی بالطبع ہو جاتی تھین اور بصراحت

مردون کو اس امر سے آگاہ فرماتی تھین کہ یہ حالات آنحضرت صلعم سے خاص آپکے ساتھ
ظاہر ہوتے تھے چنانچہ امر مباشرت کی بہ نسبت ابومیسرہ سے آپنے صراحت کیساتھ فرمایا ہے کہ
آن حضرت حالت صوم مین مجھسے مباشرت کرتے تھے اور تم سب سے زیادہ اپنے عضو خاص کو روکے
رہتے تھے جیساکہ صحیح ترمذی مین منقول ہے۔ باب ماجاء فی مباشرۃ الصائم حدثنا
ابن ابی عمر نا وکیع نا اسرائیل عن ابی اسحق عن ابی میسرۃ عن عائشۃ قالت
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یباشرنی وھو صائم وکان املککم لاربہ
اور اسود سے تو حضرت عائشہ نے بیان مباشرت کے متعلق یہان تک مبالغہ فرمایا ہے کہ آنحضرت
اون سے حالت حیض مین بھی مباشرت فرماتے تھے اور علاوہ اسکے بعض اور عجیب عجیب
باتین بیان کی ہین چنانچہ صحیح بخاری مین مرقوم ہے باب مباشرۃ الحائض حدثنا
قبیصۃ قال حدثنا سفین عن منصور عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ
قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد وکلانا
جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج راسہ الی
وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ اسود
سے فرماتی ہین کہ مین اور آنحضرت ساتھ ساتھ ایک ہی ظرف سے نہاتے تھے اور اس حالت
مین کہ ہم دونون جنب ہوتے تھے اور وہ حضرت مجھکو حکم دیتے تھے پس مین لنگی باندھ لیتی تھی
اسکے بعد حضرت مجھسے حالت حیض مین مباشرت کرتے تھے اور حالت اعتکاف مین آن
حضرت اپنا سر میری طرف نکالتے تھے پس مین آنحضرت کا سر حالت حیض مین دھویا کرتی تھی
اور قریب اسکے اور ایک روایت اسی مضمون کی صحیح بخاری مین موجود ہے جس مین حضرت
عائشہ نے اسود سے بھی آنحضرت کی عضو خاص کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا ہے وایکم
یملک اربہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ کون تم مین سے
اپنے عضو کو روک سکتا ہے جس طرح حضرت اوسکو روکے رہتے تھے اور بوسہ لینے کے باب مین
بھی آپنے اسی طرح کی صراحت سے کام لیا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین ہے حدثنا ابوبکر
بن ابی شیبہ نا علی بن مسھر عن عبید اللہ بن عمر عن القاسم عن

عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی
وھو صائم وایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یملک
اربہ۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ابی قاسم سے اس طرح ارشاد فرمایا
کہ آں حضرتؐ حالت صوم مین میرے بوسے لیتے تھے اور تم مین کون اپنے عضو خاص کو روک
سکتا ہے اوس طرح کہ جس طرح وہ حضرت اوسکو روکے رہتے تھے اور علاوہ قاسم کے عروہ سے
بھی آپنے اس راز سربستہ کو بیان کردیا ہے چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح مین لکھا ہے حدثنا
ابوبکر ابن ابی شیبہ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان عن یحیی بن
ابی کثیر عن ابی سلمۃ ان عمر بن عبد العزیز اخبرہ ان عروۃ بن الزبیر
اخبرہ ان عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلہا وھو صائم۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے
کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ آں حضرت حالت صوم مین
اون کے بوسے لیا کرتے تھے اور علاوہ قاسم و عروہ کے طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان قرشی سے
بھی آپنے بصراحت بیان کیا ہے کہ حضرتؐ حالت صوم مین اون کے بوسے لیا کرتے تھے چنانچہ
سنن ابوداؤد مین مرقوم ہے حدثنا محمد بن کثیر انا سفیان عن سعد بن
ابراھیم عن طلحہ بن عبد اللہ یعنی ابن عثمان القرشی عن عائشہ
قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی وھو صائم وانا صائمۃ
اور بعض اوقات تو حضرت عائشہ نے بوسہ لینے کی حالت کو اس انداز سے بیان کیا ہے
غالباً سامع کی نظر مین تصویر اس واقعہ کی پھر گئی ہوگی چنانچہ قسطلانی نے مواہب مین
لکھا ہے۔ وروی النسائی عنہا قالت اھوی الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لیقبلنی فقلت انی صائمۃ فقال وانا صائم فقبلنی۔ حاصل ترجمہ
اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین آنحضرت میری طرف جھکے کہ میرا بوسہ لین
مینے کہا کہ مین روزے سے ہون آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مین بھی روزے سے ہون امراد
حضرت کی یہ ہوگی کہ تم صوم کو اس امر خیر کا کیون مانع سمجھتی ہو کیا مین صوم سے نہین ہون

اور مجھے اپنے روزے کا خیال نہین) بہرکیف حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ بعد اس ارشاد
کے حضرت نے میرا بوسہ بھی لیا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر لطیف یہ امر ہے کہ حضرت
عائشہ نے آنحضرت کا حالت صوم مین علاوہ بوسے لینے کے اون کی زبان چوسنا بھی بعض
مردون سے بیان کیا ہے اور اونکو اس واقعہ سے آگاہ فرماکر حظ کافی ووافی بخشا ہے چنانچہ
سنن ابوداؤد مین مرقوم ہے باب الصائم یبلغ الریق حدثنا محمد بن عیسی نا
محمد بن دینار نا سعد بن اوس العبدی عن مصدع ابی یحیی عن عائشة
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلھا وھو صائم ویمص لسانھا
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے مصدع سے بیان کیا کہ جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم حالت صوم مین اونکے بوسے لیا کرتے تھے اور اونکی زبان چوستے تھے
اور حضرت عائشہ کو یہ فعل آن حضرت کا اس درجہ مرغوب تھا اور اسقدر اونکو اس کی
چاٹ پڑگئی تھی کہ اونھون نے قریب وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہی
چاہا کہ خود بھی اس نعمت سے محروم نرہین اور آن حضرت کو بھی اس نعمت سے محظوظ فرمائین
چنانچہ اس خواہش کے جوش مین اونھون نے ایک نئی ترکیب ایجاد کی اور اوس وقت
نازک مین بذریعہ مسواک اپنا لعاب دہن حضرت کے دہن مبارک تک پہونچایا اور بمفاد
اما بنعمة ربک فحدث خود ہی اس بامزہ واقعہ کا حیرت افزا حال ابوعمرو ذکوان سے
کہہ سنایا صحیح بخاری مین مرقوم ہے حدثنی محمد بن عبید قال حدثنا عیسی
بن یونس عن عمر بن سعید قال اخبرنی ابن ابی ملیکة ان ابا عمرو
ذکوان مولی عائشة اخبرہ ان عائشة کانت تقول ان من نعم اللہ علی
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی فی بیتی وفی یومی وبین سحری
ونحری وان اللہ جمع بین ریقی وریقه عند موته دخل علی عبد الرحمن
وبیدہ السواک وانا مسندة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأیته ینظر
الیه وعرفت انه یحب السواک فقلت آخذہ لک فاشار براسه ان نعم
فتناولته فاشتد علیه وقلت الینه لک فاشار براسه ان نعم فلینته

فامرہ بین یدیہ رکوۃ او علبۃ یشک عمر فیھا ماء فجعل یدخل یدیہ فی الماء فیمسح بھما وجھہ یقول لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات ثم نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلی حتی قبض ومالت یدہ۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ نعمت ہائے خداوند عالم سے مجھپر یہ ہو کہ رسولخدا صلعم نے میرے گھر مین اور میرے دن مین اور میرے کلیجے اور میرے سینے کے درمیان وفات الہی اور تحقیق کہ خدا نے جمع کیا میرا لعاب دہن اور اونکا لعاب دہن اون کی موت کے قریب اس طرح کہ عبدالرحمن میرے پاس آیا اور اوسکے ہاتھ مین مسواک تھی اور مین آنحضرت کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی مینے دیکھا کہ آنحضرت اوسکی طرف دیکھ رہے ہین اور مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت مسواک چاہتے ہین مینے مسواک لیکر حضرت کو دی وہ مسواک حضرت کو سخت معلوم ہوئی مینے کہا مین اس مسواک کو نرم کردون آنحضرت نے سر کے اشارے سے فرمایا ہان مین نے اوسکو چباکر نرم کردیا حضرت نے وہ مسواک اپنے دہن مین پھیری آنحضرت کے سامنے چمڑے کی ڈولچی یا ایک کاسہ چوبی مین پانی رکھا تھا حضرت اپنے دونون ہاتھ اوس مین ڈبو کر اپنے منہ پر پھیرتے تھے اور کہتے تھے لا الہ الا اللہ تحقیق کہ موت کی بہت سکرات ہوتی ہین تا اینکہ آپکی روح قبض ہوگئی اور ہاتھ کج ہوگیا۔

اور اس واقعہ کو حضرت عائشہ نے اپنے مقام فخر و ناز مین علاوہ ابو عمرو ذکوان کے عروہ بن الزبیر اور ابن ابی ملیکہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ دونون روایتین بھی صحیح بخاری مین اسی روایت کے بعد موجود ہین اس سے زیادہ تر قابل حیرت یہ ہے کہ حضرت عائشہ بعض اور معاملہ خفیہ خلوت کہ بوس و کنار و مص لسان وغیرہ سے بھی زیادہ نازک ہین اونکو بھی مردون سے بیان فرمایا کرتی تھین اگرچہ نفی ہی کے پیرایہ مین سہی چنانچہ شمائل ترمذی مین مرقوم ہے حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن منصور عن موسی بن عبداللہ بن یزید الخطمی عن مولی لعائشۃ قال قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ایک غلام حضرت عائشہ کا بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ نے
فرمایا کہ مینے کبھی آن حضرت کے شرمگاہ کی طرف نظر نہین کی یا آنحضرت کی شرمگاہ کبھی نہین دیکھی
اے حضرت مخاطب سنا آپنے کہ آپکی مادر گرامی کس مضمون لطیف نازک کو نفی کے پیرایہ
مین بیان فرما رہی ہین۔ دیکھئے فصاحت اسکو کہتے ہین بلاغت اسکا نام ہے حُسن ادب یہ ہے
حیا ایسی ہوتی ہے بھلا بیچاری حضرت ام سلمہ کو کہان یہ باتین نصیب تھین اونھون نے
تو آپکے شیخین کی جسارت کے جواب مین صرف اتنا کہا تھا ما ھو الا کسائر الرجال یعنی آنحضرت
بھی مثل سائر مردون کے ہین مگر اون کے اتنے سے کلام پر آپ زیادہ برافروختہ ہو کر کہتے ہین کہ کیا
عام لوگون کی بی بیان غیر مردون کو ایسی باتون کا جواب دیسکتی ہین جو ام سلمہ نے دیا) مگر آپکو یہ
نہ معلوم تھا کہ عام لوگون کی بی بیون کا کیا ذکر ہے خاص اندرونِ رسول مین جو سب سے زیادہ آپکے
نزدیک افضل وافقہ و مجتہدہ بلکہ علامہ ہین اونھون نے ایسی ایسی باتین غیر مردون سے
بلا سوال و بلا ضرورت بیان کی ہین کہ جنکا ذکر شاید ادنی عورتین بھی مردون سے نہ کرتی ہونگی
گو مفصلاً سب کچھ گذر چکا ہی گذرتی ہون مجھکو سخت حیرت ہے کہ حضرت عائشہ کو اس بیان کی کیا
ضرورت تھی اگر کہیے کہ اونھون نے اس نظرِ خاص کی نفی اس نظر سے کی کہ اپنی شرم وحیا کا
اثبات فرمائین تو یہ امر بکیر ہے ہر عاقل بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس نظرِ خاص کا وقوع جسکی نفی
کی حضرت عائشہ درپے ہین چندان منافی حیا نہین ہے مگر اسکا ذکر ضرور خلاف حیا و شرم ہے
خصوصاً عورتون کیلیے اور وہ بھی غیر مردون سے مگر آفرین ہے اس جسارت پر آپکی مادر
گرامی کے کہ کس بے تکلفی اور صراحت سے اس امر کو اونھون نے اپنے غلام خاص سے بیان
کیا ہے این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ اور یہ نہ خیال کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے اس امر
مخفی کو بالخصوص اپنے غلام خاص سے بیان کیا ہے اور کسی سے اسکا ذکر نہین کیا نہین ایسا
نہین ہے بلکہ آپنے یہ مضمون لطیف مع شئی زائد ابن عباس سے بھی بیان فرمایا ہے چنانچہ
علی قاری نے شرح شمائل مین لکھا ہے وروی ابو صالح عن ابن عباس قال۔
قالت عائشۃ ما اتی رسول اللہ احد امن نسائہ الا مقنعا یرخی الثوب
علی راسہ وما رایت من رسول اللہ صلعم ولا رای منی او ردہ ابن

الجوزی فی کتاب الوفاء بقلا عن الخطیب حاصل یہ ہے کہ ابن عباس کہتے ہین کہ عائشہ نے کہا آن حضرت کسی عورت سے مقاربت نہین کرتے تھے مگر اس حالت مین کہ مقنعہ باندھے ہوئے تھے اور کپڑا اپنے سر پر ڈال لیتے تھے اور نہ مینے آن حضرت سے دیکھا اور نہ آن حضرت نے مجھسے دیکھی مراد یہ ہے کہ نہ مینے آنحضرت کی فرج کو دیکھا اور نہ آن حضرت نے میری فرج کو دیکھا۔ اس حدیث مین حضرت عائشہ نے پہلے تو عموماً حضرت کی وہ حالت جو وقت مقاربت ہوتی تھی ابن عباس سے بیان کی ہے بعد اوسکے آنحضرت کی فرج کو خود نہ دیکھنا بیان کیا ہے اور ساتھ ہی آن حضرت کا اون کی فرج کو نہ دیکھنا بھی بیان کیا ہے مگر لفظ فرج کو دونون مقامات سے ساقط کر دیا ہے لیکن علمائے اہلسنت نے تصریح کر دی ہے کہ اس حدیث مین مراد حضرت عائشہ کی فرج ہے چنانچہ علامہ مناوی نے شرح شمائل مین حدیث سابق کی شرح مین لکھا ہے یوید رواية ما رایت منه ولا رای منی تعنی الفرج پس ظاہر ہوا کہ اسقاط لفظ فرج اس مقام مخصوص مین کچھ بالحن فیہ کیلئے مضر نہین ہے۔

اب ہم اس داستان فرح فزا کو یہان تمام کر کے پشاوری صاحب سے پوچھتے ہین سچ بتایئے پیغمبری ان واقعات مین ہے یا اسمین جو جناب امیرؑ و جناب سیدہؑ سے معاملہ فدک مین واقع ہوا کہ جناب سیدہ نے دامن عمر کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور فرمایا کہ اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ناحق ناکردہ گناہ مبتلائے عذاب ہوگا تو ہم بد دعا کرتے اور تو اسکا نتیجہ دیکھتا۔

یہ خیال آپکا محض غلط ہے کہ جس وقت جناب سیدہ سے یہ گفتگو ہوئی تھی اوس وقت جناب امیرؑ گھر مین چھپکے بیٹھے تھے کیونکہ ہم پہلے بیان کر آئے ہین یہ واقعہ اوس وقت کا ہے جبکہ عمر نے اوس نوشتہ کو چاک کیا تھا جسے ابوبکر نے واگذاشت فدک کے متعلق لکھا تھا

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ رسالہ ہذا۔

اور یہ واقعہ ثانیاً اندرون خانہ ابوبکر ہوا کیونکہ یہ گرہ بھی جو جاگیر دی تھی اوسکا نوشتہ ابوبکر نے اندرون خانہ ہی لکھا تھا جبکہ عمر صاحب پہونچ گئے اور ابوبکر نے اوسکو بستر کے نیچے چھپا دیا

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ رسالہ ہذا۔

لہذا اس واقعہ کا علم ہونا بھی جناب امیرؑ کو ثابت نہین ہو سکتا جسکا قرینہ یہی ہے کہ روایت حق الیقین

سے آپنے نقل کیا کہ جب جناب سیدہ گھر میں تشریف لائیں تو خطاب ہاشمی غضبناک آمدہ درشتی با پدر او صیا نمود " پھر ایسی حالت میں جناب امیر پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جنکی حضرت کو خبر ہونہ اطلاع۔

حالانکہ اگر اطلاع وخبر بھی ہوتی تو آپ کیا کر سکتے تھے کیونکہ حسب روایت اہلسنت آپکی زندگی۔ وجود اگر دنیا میں باقی تھا تو جناب سیدہ کی بدولت پھر آپ کیا مدد کر سکتے تھے دیکھیے صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۹۱ جلد ۲

وکان لعلی جہۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشہر۔

یعنی حیات جناب سیدہ سے آپکو تھی جناب امیر کی جب حضرت نے انتقال کیا تو سب کے منہ حضرت سے پھر گئے جس سے جناب امیر مجبور ہوئے کہ ابوبکر سے صلح کریں اور ابھی تک ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی۔

اور آپ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں پڑھ آئے ہیں کہ عمر کہہ رہے ہیں علم وقال لا اکرہ علی شیء ماکانت فاطمۃ الی جنبہ صفحہ ۱۳ رسالہ ہذا

یعنی ابوبکر کہتے ہیں کہ جب تک جناب سیدہ آپکے پہلو میں زندہ ہیں ہم کسی امر پر مجبور نہیں کرینگے پھر آپ ہی فرمائیے کہ جب جناب امیر محض اس وجہ سے زندہ چھوڑ دیے گئے کہ جناب سیدہ ابھی زندہ ہیں تو وہ کیا مدد کر سکتے تھے۔

آپ لکھتے ہیں یہ اور حضرت نبر انحضرت علی مرتضی کو ہیں کہ مشل جبان در خانہ نشستہ

**اقول** مگر معلوم نہیں ہمیں آپنے اعتراض کیا تھا کیونکہ خداوند عالم آنحضرت کے نسبت فرماتا ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ اگر شرک کروگے تو ضرور وہ تمہارا عمل حبط کریگا اور ہو جاؤگے تم زیان کاروں سے پھر سورہ الحاقہ میں فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین اگر رسول ہمارے نسبت کوئی جھوٹ بنا لائے تو ہم اوسکا دہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور رگ گردن اونکی کاٹ دیتے پھر تم لوگوں سے کوئی روک نہ سکتا

ان آیات کریمہ کو دیکھکر کہہ سکتے ہین رسول اللہ کے نسبت کیا ارشاد باری ہے۔ مگر کیا اس سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آیا؟ ہرگز نہین کیونکہ ایک طرف خداوند عالم اپنی قدرت قاہرہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ دوسری طرف رسول کی شان کو اس سے ارفع و اعلی بنا رہا ہے کہ کسی طرح وہ غلطیات نہین کہہ سکتے۔ بس اگر ان آیات سے حضرت کی شان مین کوئی نقص آسکتا ہے تو بیشک جناب امیرؑ کی شان مین بھی۔ حالانکہ ادہر بھی کوئی نقص نہین آتا کیونکہ وہان تو خدا اپنے حبیب خاص کے حق مین یہ کلمات استعمال کرتا ہے جسکی شان ایسی ارفع ہے کہ قیاس سے باہر ہے بخلاف جناب سیدہؑ کہ وہ یقیناً مفضول ہین جناب امیرؑ سے۔

جناب سیدہؑ کی تو جو کچھ شکایت ہے اون غاصبین حقوق سے جنھون نے فدک کو غصب کیا تھا اور جناب امیرؑ کو ایسا مجبور کیا کہ کچھ نہ کر سکے۔ پھر تعجب ہے کہ آپکو اون لوگون پر غصہ نہ آیا جو اس قسم کے ظلم کے بانی ہوے جسکی نظیر دنیا مین نہین ملتی۔ اور سارا غصہ آپکا جناب امیرؑ پر ہے جنکی مظلومی پر جناب سیدہ اپنا ملال و افسوس ظاہر کرتی ہین۔

اس قسم کے مخاطبات جو انبیا و اولیا مین ہوتے ہین اوس سے اونکی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور عصمت نہ کسی قسم کی توہین و تہجین چنانچہ قصہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارہ مین خود قرآن مجید مین ہے۔

قال یابن ام لاتاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی سورہ طہ

حضرت ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے میری ڈاڑھی نہ پکڑ نہ میرے سر (کے بال) مین تو اس سے ڈرا کہ کہین آپ یہ نہ کہین کہ تم نے بنی اسرائیل مین پھوٹ ڈالدی اور میرے قول کا خیال نہ کیا۔ تفسیر کبیر مین جلد ۶ ص ۹۰

ان موسیٰؑ اقبل وھو غضبان علی قومہ فاخذ براس اخیہ وجرہ الیہ کما یفعل الانسان بنفسہ مثل ذلک عند الغضب فان الغضبان المتفکر قد یعض علی شفتیہ و یفتل اصبعہ و یقبض علی لحیتہ فاجری موسیٰ اخاہ ھارون نفسہ لانہ کان اخاہ و شریکہ فصنع بہ ما صنع الرجل بنفسہ فی حال الفکر و الغضب

یعنی حضرت موسیٰ حالت غضب میں تشریف لائے تو سر کا بال حضرت ہارونؑ کا پکڑا اور کھینچا
جیسا کہ انسان خود اپنی نفس کے ساتھ کرتا ہے کہ لب چباتا ہے اور انگلیاں کاٹتا ہے۔ تو حضرت
موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو اپنے نفس کی جگہ قرار دیا کیونکہ وہ اونکے بھائی اور شریک تھے
تو جو کچھ اپنے نفس کے ساتھ انسان حال فکر و غضب میں کرتا ہے وہی حضرت موسیٰ نے کیا۔
بس چونکہ جناب سیدہ اور جناب امیر دو نو معصوم تھے مثل حضرت ہارونؑ و موسیٰؑ تو جو معاملہ وہان
پیش آیا اوسکی نظیر اس واقعہ کو سمجھئے کہ جناب سیدہ نے اوسی طرح اظہار ملال کیا۔ اور الزام
کسی پر نہین کیونکہ جو مصلحت حضرت ہارون کے پیش نظر تھی وہی جناب امیرؑ کو روک رہی ہے
کیونکہ آپ ہی تو بنص رسول انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کے مصداق ہین۔
**قولہ**۔ پھر اگر یہی صحیح ہے۔ کہ انھون نے صبر کیا تھا۔ تو کیا حضرت عباسؓ کے پرنالہ کا واقعہ انکو
بھول گیا ہے۔ مولوی دلدار علی نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین جو امام رازی کی کتاب نہایت
العقول کا جواب ہے۔ پرنالہ کے قصہ کو مفصل لکھا ہے۔ پھر ایک پرنالہ پر اس قدر غصہ کہ اگر
کسی نے اسکو اکھیڑا۔ تو اسکو جلتی دھوپ مین صلیب دونگا اور اپنے ناموس کی نسبت
وہ کہتا ہے۔ کہ اسکو غیر آدمی ستاتے ہین حتیٰ کہ گھر جلاتے اور سقط حمل تک نوبت پہونچتی ہے
مگر مولا مشکلکشا اُن کو مُنھ تک نہین کرتے۔ کیا ایسا شخص جو بقول شیعہ اسد اللہ الغالب
غالب کل غالب ہو۔ ایسی باتونکی برداشت کرسکتا ہے۔ فتدبر
**اقول** خدا آپکو عقل دے اور کیا کہون کیونکہ موارد صبر و حلم مختلف ہوتے ہین چونکہ معاملہ غصب
فدک مین خود جناب امیرؑ کی شرکت تھی کہ سب یہی کہتے جناب امیرؑ حضرت سیدہ کو آمادہ کرتے ہین
اسلئے وہان صبر ہی کا موقع تھا کہ معلوم ہو یہ ایسے ظالم ہین جو بنت رسول پر ظلم کر رہے ہین
بخلاف حضرت عباس کے معاملہ کے کہ اوسکا نفع جناب امیرؑ کو نہ تھا۔ اسلئے وہان کوشش کرنا
اپنی کسی ذاتی غرض پر نہ محمول ہوتا۔ بلکہ محض حمایت مظلوم پر جسکو تمام قوم پسند کرتی ہے۔

## بہ استثناء اہلسنت

آپنے ہزارہون روایتین دیکھی ہونگی کہ جناب رسالتمآب کو مغلظات گالیان دیتے ہین جھنڈے کے
قتل کا ارادہ کیا ہے۔ مگر آپنے نہ لعنت کی ہے نہ قتل کیا ہے۔ بلکہ بمصداق فاصبر کما صبر

اولوا العزم من الرسل صبر فرمایا ہے۔
مگر جہان کسی صحابی پر ظلم ہوا یا معمولی کسی رعیت پر تو پھر آپنے صبر نہین کیا اور اوسکا ضرور انتقام لیا
جسکے شواہد و نظاہر کی ضرورت نہین اہل علم کو معلوم ہے۔
آپکو یہان قصہ افک یاد کرنا چاہیے جس مین حضرت عائشہ پر اتہام لگایا گیا ہے۔ مسطح خالہ زاد برادر
ابوبکر پر حد قذف جاری کیا مگر اون سبکا سرآمد و سرغنہ جو عبد اللہ بن سلول تھا اوسپر کوئی
حد نہین لگائی تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے ص۲۳ جلد ۵

فقال عبد اللہ بن ابی سلول للناس فجر بھا ورب الکعبۃ واعانہ علی ذلک
حسان بن ثابت۔ ومسطح بن اثاثہ وحمنہ وشاع ذلک فی العسکر فبلغ ذلک
فکان فی قلب النبی مما قالوا حتی رجعوا الی المدینۃ واشاع عبد اللہ بن
ابی ھذا الحدیث فی المدینۃ واشتد ذلک علی رسول اللہ۔

یعنی جب صفوان بن معطل عائشہ کو اپنے ناقہ پر بٹھا کر لایا ہے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے
کہا قسم رب خانہ کعبہ کی کہ اس شخص نے اسکے ساتھ بدکاری کیا ہے۔ اوسکی تائید کی حسان
بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ حمنہ (خواہر حضرت زینب بنت جحش زوجہ رسول اللہ) نے اور یہ
خبر تمام لشکر مین پھیل گئی جس سے حضرت کے دل مین بھی شک پیدا ہوا جب مدینہ پہونچے تو عبد اللہ
بن ابی سلول نے اس خبر کو خوب شایع کیا اور حضرت پر یہ امر نہایت سخت گذرا۔
اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ بانی فساد اس معاملہ مین تھا۔ وہ عبد اللہ بن ابی سلول تھا جسنے تقسیم
قذف کیا اور تمام مشہور کیا۔ مگر رسول اللہ نے اسپر کوئی حد جاری کی چنانچہ فتح الباری شرح صحیح
بخاری مین ہے ط۲۸ جلد ۳

وفیہ تاخیر الحد عمن یخشی من ایقاعہ بہ الفتنۃ نبہ علی ذلک ابن بطال مستند
الی ان عبد اللہ بن ابی کان ممن قذف عائشۃ۔ ولم یقع فی الحدیث انہ ممن حد

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہان حد قائم کرنے سے خوف فتنہ ہو وہان جائز ہے کہ اوس حد
کو ملتوی کر دے کیونکہ عبد اللہ بن ابی بھی اون لوگون سے تھا جسنے قذف عائشہ کیا تھا اور
حدیث مین اسکا ذکر نہین ہے کہ اوسپر حد لگائی گئی ہو۔

پس جب ایسے امر عظیم میں کہ عائشہ سی محبوبہ پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ دوسرے سے آشنائی رکھتی ہیں حضرت نے باوجود قوت و شوکت کہ عمر ایسا جبران فوج موجود ہے۔ کوئی حد نہ لگایا اوسکی سزا کی۔ تو جناب امیر نے اگر اوس ظالم کی سزا نہ کی جسنے جناب سیدہ کو تکلیف پہونچائی تو کونسا جائے تعجب ہے کیونکہ کسی قسم کا ظلم کرنا از قسم مارپیٹ وہ درجہ نہیں رکھتا جو ایسی تہمت لگانے کا درجہ ہے کہ غیرتمند انسان ایسی عالت میں جان سے گذر جاتا ہے۔

حالانکہ جناب امیر اور جناب رسالتمآب کی مجبوری اور اقتدار میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب کو وہ اختیار حاصل ہے جو کسیکو نہوا اور جناب امیر کو وہ مجبوری ہے کہ ویسی مجبوری کسیکو ہوئی نہ ہوگی طرہ تو یہ ہے کہ حضرت نے صرف عبد اللہ بن ابی سلول پر بھی حد قذف ہی نہیں جاری کیا بلکہ جب وہ مرا ہے تو اس طرح کی عزت افزائی فرمائی ہے کہ آجتک کسی صحابی کیلئے وہ باتیں نہیں منقول ہوئیں۔ خود اپنا قمیص اوسکو پہنایا۔ اوسکے منہ میں لعاب دہن دیا۔ دیر تک اوسکی قبر میں بیٹھے رہے۔ اوسکی نماز جنازہ پڑھی جس سے عمر نہایت اصرار سے مانع رہے یہانتک کہ حضرت کا دامن پکڑکر کھینچا مگر حضرت نے ایک نہ مانا اور اوسکو اوس عزت و احترام سے دفن کیا جو کسی صحابی کو نہیں نصیب ہوا جس سے گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت کو یہ فعل اوسکا ایسا پسند آیا کہ اس طرح کی نوازش کی۔ بلکہ ماوردی تو اسکے مدعی ہیں کہ حضرت نے قاذفین عائشہ سے کسی پر بھی حد نہیں لگائی۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے۔ ونقل عن الماوردی انکار وقوع الحد بالذین قذفوا عائشۃ اصلا لما تقدم وا عتل قائلہ بان حد القذف لا یجب الا بقیام بینۃ۔ او اقرار ولا زید غیرہا او بطلب المقذوف قال ولم ینقل ذالک کذا قال صفحہ ۳۴۶

کہ ماوردی اسکے قائل ہیں کہ حضرت نے اون لوگوں پر جنھوں نے قذف عائشہ کیا تھا مطلق حد نہیں جاری کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور اسکی وجہ بیان کی ہے کہ حد قذف تو اوس وقت جاری ہوتا ہے جبکہ بینہ قایم ہو یا اقرار کرے اور اور دوسری صورت میں یہ زیادہ کیا ہے کہ جسپر قذف کیا گیا ہے وہ طالب حد ہو۔ حالانکہ حدیث میں مطلق ذکر اسکا نہیں ہے۔

اتنو مطلع بالکل صاف ہے کیونکہ ماوردی نے صاف صاف انکار کر دیا کہ حضرت نے قاذفین عائشہ

پر مطلق حد لگایا ہی نہین۔ تو پھر فرمایئے جو شخص ایسے نبی کا تابع ہو جسنے برضا و رغبت یا بمجبوری ایسے لوگونپر بھی حد نہ لگایا جو ایسے امر عظیم کے مرتکب ہوے کہ عائشہ سی محبوبہ کو متہم بزنا کیا اوسکا وصی جانشین اگر بمقتضاے مجبوری ہین اون ظالمونکو سزا نہ دی جنھون نے جناب سیدہ پر ظلم کیا تو آپکو کیون تعجب ہوتا ہے۔

حضرت زینب جو بنت رسول اللہ کہی جاتی ہین اور زینب خیر پناہی اونکے حق مین روایت کی جاتی ہے اونکا حال سابقاً مذکور ہو چکا کہ باوصفیکہ اونپر کیسا ظلم ہوا تھا جس سے وہ ہلاک ہوئین۔ مگر رسول اللہ نے اوسکا بدلہ نہ لیا۔ تو جناب امیر نے اگر حضرت کی تاسی کی۔ تو اس سے کیا ظالم کا ظلم محو ہو جائیگا یہی تو صفت ہے انبیا و اولیا ء کی کہ وہ اپنے نفس کیلئے کچھ نہین کرتے اور غیرونکے لئے جان تک دے ڈالتے ہین۔

افسوس تو زیادہ تر اسی کا ہے کہ آپنے یا آپکے اسلاف نے آجتک نہ رتبہ انبیا کو پہچانا نہ درجہ اولیا کو اپنے نفس پر قیاس کر سکتے ہین کہ جن باتون سے ہم متاثر ہوتے ہین اونھین باتونسے وہ حضرات بھی متاثر ہوتے ہین حالانکہ اونکا وہ درجہ ہے جو آپکے قیاس مین نہین آسکتا کہ محض احیاء شریعت اور انفاذ حکم خدا کیلئے وہ کن کن صعوبات کو برداشت کرتے ہین اور وہی شخص رسول اللہ ہو سکتا ہے یا اسد اللہ الغالب کہلا سکتا ہے جو اپنے نفس پر اتنا قادر ہو کہ ذرہ سا نفسانیت کو بھی نہ دخل دے۔ کیا قصہ عمرو بن عبدود بھول گئے کہ اوسنے جناب امیر پر معاذ اللہ تھوکا ہے اور حضرت نے تلوار روک لیا ہے اور یہی فرمایا ہے کہ اگر اسوقت مین اوسے قتل کرتا تو نفسانیت شریک ہوتی روضہ ندیہ مین ہے۔ صہ ۱۹

قلت وفی ہذہ القصۃ ما تقصر عنہ العبارات من الدلالۃ علی شجاعۃ الوصی وعلی بذلہ نفسہ للہ ولرسولہ صلعم لانہ بذل نفسہ ثلاث مرات وقد احجم الناس ولو ہیبۃ واحد من ابطال المومنین المسلمین ثم ما احسن ما خاطب بہ عمرا و من الثلاث الخلال التی عرضہا علیہ فللہ ما اثبت ذلک الجنان وما اقوم تلک اللسان ان کلم باللسان اتقن وان کلم بالسنان اثخن وفی بعض روایات القصۃ انہ لما برک علی صدر عمرو لیقتلہ عمرو وشکن علیہ السلام عن

ولہ المسارعۃ بقتلہ فسئل علیہ السلام فی ذالک فقال فرکتہ حتی یسکن غضبی لنفسی لاقتلہ للہ فصدق فی قولہ علیہ السلام ارجو ان اکون من اہل النجاۃ فاین قال بعضہم ان وجود الریق فی فم عمرو فی تلک الساعۃ التی تقلص منہا الشفاہ وتجف الافواہ دلیل علی ان عمروا فی رتبۃ من الشجاعۃ لاتدانی لولا انہ لاقاہ من لم تلد النساء مثلہ قبلہ وبعدہ - ص ۳۰

یعنی اس واقعہ مین وہ شجاعت جناب امیرؑ ظاہر ہوئی اور اس طرح کی جان نثاری کہ تین مرتبہ حضرتؑ نے اپنی جان فدا کرنیکا قصد کیا ایسے مقام مین کہ تمامی مسلمین نے سکوت کرلیا تھا اور کسی نے اوسکے مقابلہ کی جرأت نہ کی حالانکہ مسلمانون مین کیسے کیسے بہادر تھے - پھر جو خطاب جناب امیرؑ نے عمرو بن عبدود سے کیا ہے اوس مین کیسے کیسے تین امرونکو ظاہر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسا دل تھا اور کیسی زبان کہ اگر بات کرتے زبان سے تو محکم اور اگر نیزہ سے کام لیتے تو زخمی کرتے بعض روایات مین ہے کہ جناب امیرؑ جب سینۂ عمرو پر سوار ہوے اور قصد کیا کہ قتل کرین تو اوس ملعون نے حضرتؑ پر لعاب دہن اپنا ڈالا - حضرتؑ نے ہاتھ اپنا روک لیا اور فوراً ہلاک نہ کیا - کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا اسلئے ہمنے توقف کیا کہ اس حرکت پر جو غیظ مجکو آیا تھا اپنی نفس کیلئے وہ ساکن ہوجائے تاکہ قتل کرنا اوسکا محض خدا کیلئے ہو تو حضرتؑ نے جو خبر مین فرمایا تھا یرجو بذالک نجاۃ فائزا اوسکی پوری طور سے تصدیق ہوئے کہ حضرتؑ فرماتے ہین ہم اس غرض سے تجھسے جہاد کرتے ہین کہ نجاۃ فائز حاصل ہو -

بعض علما کہتے ہین کہ عمرو کے منہ مین اس وقت تھوک کا ہونا اسکی دلیل ہے کہ وہ کمال درجہ کا شجاع تھا - کیونکہ یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لب رخ ہو جاتے ہین منہ خشک ہوجاتا ہے اوس مین اسقدر تھوک ہونا کمال درجہ کی شجاعت کی دلیل ہے - مگر کیا کرین کہ اوسکو ایسے شخص سے مقابلہ ہوا جسکی نظیر دنیا نہ لاسکی -

کیون صاحب کیا آپ قیاس کرسکتے ہین کہ جو اس طرح کا خدا ترس ہو وہ اپنے اغراض نفسانی سے کوئی کام کرسکتا ہے اوسکی نظیر تو جب تھی کہ حمایت مظلوم یہی وجہ ہے کہ جناب امیرؑ نے قصہ پر نالہ مین جسکا تعلق حضرت عباس سے تھا وہ غیظ وغضب دکھایا - اور حمایت جناب

سجدہ مین وہ کام کیا جو رسول اللہ ص کام کرتے۔
اب اسکے برعکس اگر آپ نمونہ دیکھنا چاہین تو قصہ عمر و خالد بن ولید ملاحظہ فرمائے کہ چونکہ بچپنے
مین خالد نے عمر کی ٹانگ توڑ دی تھی۔ اوسکا معاوضہ یون نکالا کہ خلافت پاتے ہی اوس کو
امارت لشکر شام سے موقوف کیا سیرۃ الحلبیہ مین ہے صفحہ ۲۲۰ جلد ۳

وفی کلام السہیلی انہ روی عن عمر بن الخطاب انہ قال لابی بکر الصدیق
ان فی سیف خالد رھقا فاقتلہ وذلک حین قتل مالک بن نویرۃ وجعل راسہ
تحت قدر حتی طبخ بہ وکان مالک ارتد ثم رجع الی الاسلام ولم یظھر ذلک
لخالد وشھد عندہ رجلان من الصحابۃ برجوعہ فقال اعزلہ فقال لا اغمد
سیفا سلہ اللہ تعالی علی المشرکین ولا اعزل والیا ولاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قیل واصل العداوۃ بین خالد وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما علی ما حکاہ
الشعبی انہما وھما غلامان تصارعا وکان خالد ابن خال عمر فکسر خالد ساق
عمر فعولجت وجبرت ولما ولی سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ الخلافۃ اول
شیء بدأ بہ عزل خالد لما تقدم وقال لا یلی لی عملا ابدا وقیل لکلام بلغہ عنہ
ومن ثم ارسل الی ابی عبیدۃ ان اکذب خالد نفسہ فھو امیر علی ما کان
علیہ وان لم یکذب نفسہ فھو معزول فانتزع عمامتہ وقاسمہ مالہ نصفین
فلم یکذب نفسہ فقاسمہ ابو عبیدۃ مالہ حتی اخذ احدی نعلیہ وترک لہ الاخری
وخالد یقول سمعا وطاعۃ لامیر المومنین۔

یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا خالد کی تلوار مین بہت تیزی ہے اوسکو قتل کر یہ واقعہ اوس
وقت کا ہے جبکہ خالد نے مالک ابن نویرہ کو قتل کیا تھا اور اوسکے سر کا چولہا بنایا اوس
کو ناپکایا گیا۔ مالک پہلے مرتد ہوا تھا پھر اسلام لایا تھا خالد کو اوسکا حال نہ معلوم ہوا حالانکہ
دو صحابی نے گواہی دی کہ یہ مسلمان ہو گیا مگر خالد نے نہ مانا اور اوسکی زوجہ سے
عقد کر لیا پھر عمر نے ابوبکر سے کہا اوسکو قتل کرو اوسکو معزول کرو ابوبکر نے نہ مانا کہ وہ تاویل کرنے والا
گر نے تھے پھر عمر نے کہا اچھا معزول کردو ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو نیام مین نہین کرینگے

جسکو خدا نے بھیجا ہو شریکین پر اور نہ ایسے شخص کو معزول کرینگے جسکو رسول اللہ نے
امیر کیا ہو۔ کہا گیا ہے کہ اصل عداوۃ خالد اور عمر مین یہ تھی کہ امام شعبی نے روایت کی
ہے کہ عمر اور خالد دونو خالہ زاد بھائی تھے بچپنے مین دونون مین کشتی ہوئی۔ خالد نے
عمر کا پیر توڑ دیا جو علاج کے بعد اچھا ہوا۔ جب عمر خلیفہ ہوے تو پہلا کام یہی کیا کہ خالد
کو موقوف کیا جیسا کہ مذکور ہوا اور کہا وہ ہماری طرف سے کبھی کوئی کام نہین کر سکتا
اور لکھیا ابو عبیدہ کو کہ خالد اگر اپنی نفس کی تکذیب کرے تو وہ امیر ہے۔ اور اگر تکذیب
نکرے تو وہ معزول ہے اوسکا عمامہ سر سے اوتار لو اور جتنا مال اوسکے پاس ہو
اوسکو تقسیم کر لو۔ نصف تم لو نصف اوسکو دو۔ خالد نے اپنی تکذیب نہ گوارا کی۔ اور
ابو عبیدہ نے تقسیم کر لیا یہانتک کہ ایک جوتا اوسکو دیا اور ایک خود لیا اور خالد کہتا جاتا ہے
سمعا وطاعۃ لامیرالمومنین۔
دیکھئے ذرا یہ دونون شخص کیسے ذاتی غرض کے ماتے تھے کہ ابوبکر تو صرف اس وجہ سے
اوسکے طرفدار ہین کہ وہ انکی خلافت اور حکومت کا سکہ بٹھا رہا ہے اگرچہ قتل ناجائز ہی کیون
نہ مرتکب ہوا ہو۔ زنا کیون نہو مگر چونکہ وہ انکا پیسہ سالا ہے ساری تقصیرات اوسکی معفو ہین
مگر عمر کو وہ بچپنے کی عداوت کہ ٹانگ توڑ دی تھی۔ اسپر اوبھار رہی ہے کہ خالد کو ابوبکر کے
ہاتھون قتل کرائین۔ جب اسکو بھی نہ مانا تو معزولی پر زور دیا۔ اوس مین بھی جب کامیابی
نہوئی تو خلیفہ ہوتے ہی پہلا کام یہی کیا کہ اوسکو معزول کیا اور کہا کہ کبھی وہ ہماری
طرف سے کوئی کام نہ کرے۔ حالانکہ خداوند عالم بھی توبہ قبول کرتا ہے۔ مگر عمر صاحب کا
فرمان ہے کہ کبھی وہ ہماری طرف سے کوئی کام نہ کرے۔ صرف یہی نہین کیا کہ
اوسکو معزول کیا۔ بلکہ ساری عمر کی کمائی اوسکی بانٹ لی اور اوسکو فقیر محض کر دیا۔
دیکھئے آپ چونکہ اونھین اخلاق و آداب کے تعلیم یافتہ ہین اسلئے یہ کہتے ہین کہ حضرت
عباس کی کیون حمایت کی اور جناب سیدہ کی کیون حمایت نہ کی حالانکہ آپکو معلوم ہے کہ
جناب امیر اوس وقت ایسا معذور و مجبور تھے کہ حضرت کی زندگی ہی جناب سیدہ کے
سبب سے محفوظ رہی ورنہ آپکے خلفا تو کب کا نہ خاتمہ کرے ہوتے۔

مگر چونکہ جناب امیر نفس رسول اللہ ص تھے لہذا آپکی نظر ہمیشہ اسپر رہی کہ رسول اللہ نے اپنے
یا اپنی اولاد امجاد کیلئے کیا کیا ہے اوسکی تعمیل فرماتے اور بتاتے کہ خدا کے کامون مین
نفسانیت کو نہ دخل دینا چاہیئے یہی سبب ہے کہ وہان آپنے باوصف مجبوری سکوت
کیا۔ اور یہان یہ غیظ و غضب دکھایا۔

قولہ (۶) شیعون کو مسلم ہے کہ خلفائے ثلثہ ظالم۔ فاسق۔ فاجر۔ مرتد۔ منافق سب کچھ
تھے۔ اسلئے جناب سیدہ کو ظالم حاکم کے پاس محاکمہ لیجانا از روئے قرآن منع تھا۔ اور اگر
فدک اُنکو مل بھی جاتا۔ تاہم جناب سیدہ پر حرام تھا۔ بمصداق آیہ
یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ اور اس آیت کے
مطابق ایک حدیث مین مذکور ہے۔ (دیکھو اصول کافی باب اختلاف الحدیث کتاب العلم صفحہ ۳۸)
اس حدیث مین لکھا ہے۔ کہ عمر بن حنظلہ نے جناب امام جعفر صادق سے اپنی جماعت
کے دو شخصون کی بابت دریافت فرمایا کہ وہ قرضہ یا میراث مین جھگڑا کرتے ہین۔ اور پھر
وہ بادشاہ یا قاضی سے انصاف چاہینگے۔ کیا اُنکا ایسا کرنا درست ہے۔ اسپر امام علیہ السلام
کا جواب ہے۔ من تحاکم الیہم فی حق او باطل فانما تحاکم الی الطاغوت و
من لم یحکم لہ فانما یاخذ سحتا وان کان حقا ثابتا لہ لانہ اخذ بحکم الطاغوت
وقد امر اللہ ان یکفر وا بہ۔ یعنی یہ محاکمہ خواہ حق پر ہو یا باطل پر تحاکم الی الطاغوت
ہے۔ اور جو کچھ عدالت سے اُن کو حق ملیگا۔ وہ حرام ہے اور سحت ہے۔ خواہ وہ اوسکے
حق دار بھی ہون۔ کیونکہ وہ مال طاغوت کے حکم سے دیا گیا ہے۔

اقول جو صفات خلفائے ثلثہ کے لکھے ہین اون سے تو کسیکو انکار نہین کیونکہ یہ سب باتین
تو آپکی صحاح ستہ اور کتب تفاسیر و احادیث سے ثابت ہین۔ جسکا مکرر ثبوت دیا گیا۔ مگر یہ
کہان سے دعوی کیا کہ جناب سیدہ اونکی طرف محاکمہ لیگئین کیونکہ وہ سب تو مدعا علیہم تھے
اون سے مطالبہ کیا گیا تھا نہ کہ اونکے پاس محاکمہ کیا گیا۔
یہی تو اونکا اعظم ظلم ہے کہ وہ مدعا ہو کر جج بنگئے اور من مانا فیصلہ خلاف حکم خدا و رسول کیا
دیکھئے صحیح بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲ جلد ۳

عن عروہ عن عائشہ ان فاطمۃ علیہا السلام بنت نبی ارسلت الی ابی بکر تسالہ میراثہا عن رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر۔

کہ جناب سیدہ نے کسی کو بھیجا ابو بکر کے پاس کہ طلب کرے حضرت سیدہ کی میراث کو اون چیزون سے جو رسول اللہ صلعم نے چھوڑا تھا خمس سے مدینہ مین اور فدک کو اور جو کچھ خمس خیبر تھا۔

مسند احمد بن حنبل مین ہے عن ابی الطفیل قال لما قبض رسول اللہ صلعم ارسلت فاطمۃ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اهلہ فقال لا بل اهلہ قالت فاین سہم رسول اللہ قال فقال ابو بکر انی سمعت رسول اللہ یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ جعلہا للذی یقوم من بعدہ فرایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم۔

یعنی ابو الطفیل راوی ہین کہ بعد وفات رسول اللہ حضرت سیدہ نے ابو بکر سے کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ صلعم کے وارث ہو۔ یا اونکے اہل ابو بکر نے جواب دیا۔ بلکہ اہل رسول اللہ اونکے وارث ہین تو جناب سیدہ نے کہا پھر سہم رسول اللہ کیا ہوا تو ابو بکر نے کہا ہمنے خود آنحضرت سے سنا ہے کہ بعد وفات رسول جو کچھ اونکا طعمہ ہوتا ہے وہ اوسکا حق ہوتا ہے جو رسول اللہ کا قائم مقام ہوتا ہے جناب سیدہ نے کہا تو تم جانو جو کچھ تمنے سنا ہے رسول اللہ صلعم سے۔

ان احادیث سے اور جتنی حدیثین اس بارہ مین فریقین کے یہان منقول ہین اون سے بداہتہ ظاہر ہے کہ جناب سیدہ اپنے حقوق کا مطالبہ کیا تھا ابو بکر سے۔ نہ محاکمہ کیا ہو کہ اس معاملہ مین تم فیصلہ کر دو جس سے کہا جائے کہ محاکمہ الی الطاغوت ہو۔

اب آئیے اسکو دیکھئے کہ ابو بکر نے جو مدعا علیہ تھے اور اسکا فیصلہ خود کیا۔ کسقدر نا جائز تھا جو صحیح بخاری مین ہے کتاب الاحکام باب الشہادۃ صفحہ ۱۶۱ جلد ۴

قال اهل الحجاز الحاکم لا یقضی بعلمہ شہد بذلک فی ولایتہ او قبلہا ولو اقر خصم عندہ لاخر بحق فی مجلس القضاء فانہ لا یقضی علیہ فی قول بعضہم حتی یدعو بشاهدین فیحضرہ واقرارہ صفحہ ۱۶۱

کہ اہل حجاز نے کہا ہے حاکم اپنے ذاتی علم سے فیصلہ نہ کریگا خواہ اسکی شہادت اوسکی ولایت مین دی گئی ہو یا اوسکے قبل اور اگر خصم اقرار کرے اوسکے سامنے کسی دوسرے کیلئے کسی حق کا مجلس قضا مین پس بنابر قول بعض کے اوسکے مطابق فیصلہ نہ کریگا جب تک کہ طلب کرے دو شاہد کو جو اقرار کرین اوسکے سامنے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری مین شرح اس حدیث کے لکھتے ہین صفحہ ۲۰۳ جلد ۶

(قولہ وقال اہل الحجاز الحاکم لا یقضی بعلمہ شہد بذلک فی ولایتہ او قبلہا) ہو قول مالک قال ابو علی الکرابیسی لا یقضی القاضی بما علم لوجود التہمۃ اذ لا یؤمن علی التقی ان یتطرق الیہ التہمۃ قال واظنہ ذہب الی ما رواہ ابن شہاب عن زید بن الصلت ان ابابکر الصدیق قال لو وجدت رجلا علی حد ما اقمتہ علیہ حتی یکون معی غیری ثم ساقہ بسند صحیح عن ابن شہاب قال ولا احسب مالکا ذہب الا الی ہذا الحدیث فان کان الیہ ذہب فقد قلد اکثر ہذہ الامۃ فضلا وعلما قلت ویحتمل ان یکون ذہب الی اثر المقدام ذکرہ عن عمر وعبد الرحمن بن عوف قال ویلزم من اجاز للقاضی ان یقضی بعلمہ مطلقا انہ لو عمد الی رجل مستور لم یعہد منہ فجور قط ان یرجمہ ویدعی انہ رآہ یزنی او یفرق بینہ وبین زوجتہ ویزعم انہ سمعہ یطلقہا او بینہ وبین امتہ ویزعم انہ سمعہ یعتقہا فان ہذا الباب لو فتح لوجد کل قاض السبیل الی قتل عدوہ وتفسیقہ والتفریق بینہ وبین من یحب ـ

یعنی یہ جو حدیث مین ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، تو یہ قول مالک کا ہے کہا ابو علی کرابیسی نے کہ اپنے علم سے فیصلہ نہ کرے کیونکہ موقع تہمت ہے کیونکہ کوئی متقی ایسا نہین ہے جسکی طرف تہمت کا گمان نہو۔ وہ کہتے ہین کہ مالک نے یہ فتوی اس بنیاد پر دیا تھا کہ ابوبکر نے کہا اگر ہم کسی کو ایسا کام کرتے دیکھین کہ اوسپر حد جاری کی جائے تو جب تک ہمارے ساتھ دوسرا نہو تو ہم اوسپر حد نہ لگا سکینگے۔ اگر ایسا ہے تو مالک نے اکثر اس امت کی تقلید کی جو علماء و فضلا اکثر تھے۔ مین کہتا ہون کہ ممکن ہے اثر مقدام کے مطابق یہ حکم دیا ہو جو عمر و

عبد الرحمان بن عوف سے روایت ہے اور کہا کہ جو شخص اسکی اجازت دیتا ہی کہ قاضی اپنے
علم پر عمل کرے اوسپر لازم آتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی ایسے شخص مستور پر جس سے کبھی فجور
نہین دیکھا گیا حد جاری کرے اور کہے کہ ہمنے اسکو زنا کرتے دیکھا ہے اسی طرح اوسکے
اور اوسکی زوجہ مین اور لونڈی تفریق کردے اس بنیاد پر کہ کہے وہ اسکو آزاد کرچکا ہے پس اگر یہ
راہ کھولی جائے تو ہر قاضی اپنے دشمن کو قتل کرسکتا ہے اور زن وشو مین تفریق کرسکتا ہی
افسوس ہے کہ ابو بکر صاحب خود اسکے مدعی ہین کہ ہم اپنے ذاتی علم پر عمل نہ کرینگے
جب تک ایک گواہ اور نہو۔ مگر معاملہ فدک مین اپنا اصول مقررہ بھی بھول گئے اور من مانا
فیصلہ کردیا جس سے قیامت تک یہ جھگڑا پیدا ہوگیا۔
غضب خدا کا کہ خود عمر صاحب کا قول صحیح بخاری مین موجود ہے قال عمر لعبد الرحمان
بن عوف لو رایت رجلا علی حد زنا او سرقۃ وانت امیر فقال شہادتک شہادۃ
رجل من المسلمین قال صدقت قال عمر لولا ان یقول الناس زاد عمر
فی کتاب اللہ لکتبت ایۃ الرجم بیدی صـ۱۴۷ جلد ۴
کہ عمر نے عبد الرحمان بن عوف سے کہا اگر ہم کسی کو زنا کرتے دیکھین اور تو امیر ہو تو کیا کریگا
عبد الرحمان نے کہا تیری شہادت بھی بمنزلہ ایک شہادت کے ہوگی مسلمین سے عمر نے کہا
سچ کہا اگر ایسا نہوتا کہ لوگ کہین عمر نے قرآن مین بڑھا دیا تو اپنے ہاتھ سے آیۃ الرجم کو لکھدیتے۔
اس سے معلوم ہوا کہ تنہا شہادت کسی شخص کی اگرچہ وہ خلیفہ دوم ہی کیون نہو ایسی
کمزور ہے کہ اوس سے کسی طرح فیصلہ نہین ہوسکتا۔ مگر معاملہ فدک مین وہ سب قواعد وضوابط
بالائے طاق رکھدیے گئے اور جو مدعا علیہ تھا وہی قاضی اور جج بن گیا۔
سبحان اللہ جناب رسالتمآب تو یہ فیصلہ کرین کہ قتل پر بھی گواہ کی ضرورت ہے کہ جب گواہی
دی ہے تب مقتول کا لباس سلاح جنگ وغیرہ دیا جائے۔ مگر ابو بکر صاحب اپنے ذاتی علم
پر جو محض وضعی ومصنوعی علم تھا۔ فیصلہ فدک کرتے ہین۔
صحیح بخاری مین ہے وقال القاسم لا ینبغی للحاکم ان یمضی قضاء بعلمہ دون
علم غیرہ مع ان علمہ اکثر من شہادۃ غیرہ ولکن فیہ تعرضا لتہمۃ نفسہ

عند المسلمین وایقاعا لھم فی الظنون وقد کرہ النبی ص الظن فقال انما هذا ه صفحہ ۱۴۷

یعنی امام قاسم کہتے ہین جائز نہین ہے حاکم کو کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے جبتک غیر کا علم بھی نہ شریک ہو حالانکہ اوسکا ذاتی علم اکثر ہے شہادت غیر سے مگر چونکہ یہ موضع تہمت ہے مسلمین کے نزدیک اور اونکو ظنون مین ڈالنا ہے لہذا اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے۔

پھر حیف ہے کہ ان سب روایات واحادیث کی موجودگی مین ابوبکر صاحب نے خلاف حکم شرع یہ فیصلہ کیا حالانکہ اونکا فرض تھا کہ جب اون سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور اونکا علم اسکے خلاف تھا تو وہ کسی کو فیصلہ کیلئے منتخب کرتے اور اوس سے فیصلہ کراتے جیسا کہ اکثر مواقع پر خود رسول اللہ ص نے دوسرے شخص کو حکم مقرر کیا ہے اور اوسکے فیصلہ پر عمل کیا ہے جیسا کہ قصہ ذوالشہادتین مشہور ہے مگر یہان تو داعی ہی دوسرا تھا مطلب ہی دوسرا تھا کہ جس طرح ہوسکے جناب سیدہ کو اس حق سے محروم کرین لہذا خود جج بن گئے۔

اب یہان اہلسنت یہ کہہ سکتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ ابوبکر نے جو حدیث نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث پیش کی ہو وہ ایسی حدیث ہے کہ اسکے اور لوگ بھی راوی ہین چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ مین لکھا ہے

وانچہ گفتہ اند کہ فاطمہ را کہ بجز یک کس کہ خودش بود جواب داد دروغ محض است زیرا کہ این خبر در کتب اہلسنت بروایت حذیفہ بن الیمان وزبیر بن العوام وابودردا وابوہریرہ وعباس وعلی وعثمان وعبدالرحمان بن عوف وسعد بن ابی وقاص صحیح وثابت است وایہنا اجلہ صحابہ اند۔

جس سے معلوم ہوا کہ تنہا روایت ابوبکر کی نہین ہے۔ بلکہ اور لوگ بھی راوی ہین۔ مگر افسوس اس واقعہ فدک مین نہ ان سب کی روایت پیش کی گئی نہ کسی کی شہادت لی گئی بلکہ جو کچھ کہا یا روایت کیا صرف ابوبکر نے پس اگر بالفرض روایتین ہون بھی انکی تو کیا فائدہ کیونکہ جو الزام ابوبکر پر تھا کہ اپنے ذاتی خبر پر اونھون نے فیصلہ کیا وہ تو کسی طرح نہ رفع ہوا۔

مگر ہم اوس سے قطع نظر کرکے دکھاتے ہین کہ یہ روایت صرف ابوبکر کی ہے جسمین اور

کوئی اون کا شریک نہین چنانچہ تاریخ الخلفا سیوطی مین ہے۔
اختلفوا فی میراثہ ؐ فما وجد وا عند احد من ذلک علما فقال ابو بکر سمعت
رسول اللہ ؐ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقۃ۔ ص
یعنی حضرت کی میراث کے بارہ مین اختلاف ہوا تو کسی کے پاس اسکا علم نہ تھا ابو بکر نے کہا ہمنے
رسول اللہ ؐ سے سنا ہی کہ ہم معاشر انبیا وارث نہین چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہی۔
صواعق محرقہ مین ہے واختلفوا فی میراثہ فما وجد وا عند احد من ذلک علما
فقال ابو بکر سمعت رسول اللہ ؐ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ماترکنا ہ
صدقۃ ص
یعنی حضرت کی میراث کے بارہ مین اختلاف ہوا تو کسیکو اسکا علم نہ تھا ابو بکر نے کہا ہمنے رسول اللہ
سے سنا ہی کہ ہم معاشر انبیا کسی کو وارث نہین چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہی۔
شرح مختصر الاصول ابن حاجب مین علامہ عضد الدین لکھتے ہین۔
وعمل الصحابۃ بخبر ابی بکر الائمۃ من قریش والانبیاء ید فنون حیث یموتون
ونحن معاشر الانبیاء لا نورث الی غیر ذلک
یعنی تمامی صحابہ نے عمل کیا خبر ابو بکر پر کہ ائمہ قریش سے ہونگے۔ اور انبیا وہین دفن ہوتے
ہین جہان مرتے ہین اور ہم گروہ انبیا کسی کو اپنا وارث نہین چھوڑتے۔
شرح مسلم الثبوت مولوی عبد العلی بحر العلوم مین ہے۔
فمن ذلک انہ عمل الکل من الصحابۃ بخبر خلیفۃ رسول اللہ ؐ ابی بکر الصدیق
الائمۃ من قریش ونحن معاشر الانبیاء لا نورث ص
کشف الاسرار شرح اصول بزودی مین ہی وکذلک الصحابۃ عملوا بالاحاد وحاجوا بھا
فی وقایع خارجۃ عن العدد والحصر من غیر نکیر منکر ولا مدافعۃ دافع فکان
منہم اجماعا علی قبولھا وصحۃ الاحتجاج بھا فمنھا ما تواتر ان یوم السقیفۃ
لما احتج ابو بکر علی الانصار بقولہ ؐ الائمۃ من قریش قبلوا من غیر انکار علیہ
ومنھا رجوعھم الی خبر ابی بکر فی قولہ ؐ الانبیاء ید فنون حیث یموتون وقولہ

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ۔
یہی مضمون بتفصیل تمام منخول امام غزالی ۔ اور صبح صادق مولوی نظام الدین وغیرہ مین بحث خبر احاد مین مذکور ہے ۔

جس سے معلوم ہوا کہ بجز ابوبکر کوئی اس حدیث کا راوی نہین ہے ۔ پھر اس مین کسکو عذر ہو سکتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو ابوبکر کا عمل کرنا اسپر ناجائز تھا اور اُسکے مطابق فیصلہ کرنا بالکل ناروا کیونکہ شریعت اسلامی نے ہرگز اسکی اجازت نہین دی ہے کہ قاضی محض اپنی ذاتی علم پر فیصلہ کرے ۔

اب اسکے ساتھ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ خود جناب سیدہ نے اس روایت کو کیسا سمجھا اور جناب امیرؑ و حضرت عباس اسکو کیا سمجھتے رہے مسند احمد بن حنبل مین ہے قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم اور کنز العمال مین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم ثم رجعت اور ریاض النضرہ مین ہے قالت انت و رسول اللہ اعلم و رجعت کہ جو کچھ تمنے سنا ہے اوسکو تم جانو ۔

اس سے بڑھکر کیا تکذیب ہو سکتی ہے اور جناب امیرؑ اور حضرت عباس کا شیخین کو اس مادہ مین کاذب غادر خائن آثم سمجھنا تو آجتک صحیح مسلم مین موجود ہے فرایتماہ کاذبا غادرا خائنا آثما کہ عمر نے جناب امیرؑ اور حضرت عباس سے کہا کہ تم دونو نے ابوبکر کو کاذب غادر خائن آثم سمجھا حالانکہ یہ وہ صفتین ہین جو مخصوص علامات نفاق سے ہین چنانچہ صحیح بخاری مین ہے ۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر ۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ کہا آنحضرتؐ نے علامات نفاق چار ہین جس مین چارون صفتین پائی جائین وہ منافق خالص ہے اور جسمین ایک علامت ہو اوس مین ایک علامت نفاق ہوگی یہانتک کہ چھوڑ دے ۔ جب امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے ۔ اور جب بیان کرے تو جھوٹھ بولے ۔ اور جب عہد کرے تو غدر کرے اور جب جھگڑا کرے

تو نجور کرے یعنی گالی گلوچ کرے۔

پس لا اقل اقرار کرنا پڑیگا کہ جناب امیر اور حضرت عباس کے نزدیک شیخین منافق تھے کیونکہ بقول عمر جناب امیر اور حضرت عباس شیخین کو کاذب غادر خائن آثم جانتے تھے جو بنص رسول الحق مع علی و علی مع الحق کبھی غلط نہین ہو سکتا۔

غرض یہان جو کچھ ہے وہ مطالبہ ہے کہ جناب سیدہ اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہین ابو بکر سے نہ کہ ابو بکر کی طرف محاکمہ کرین جسکو ہر شخص ظالم و غاصب جانتا تھا۔

ابو بکر کا یہ فعل بمعاندت خدا و رسول ہونا ایسا ظاہر ہے کہ کسی عاقل کو اوس مین شک و شبہہ نہین ہو سکتا کیونکہ اگر در حقیقت وہ اس نص کو خود رسول اللہ سے بھی سے ہوتے تو اونکا یہ فرض تھا کہ یا حضرت آپ تو فرماتے ہین کہ ہم خلاف قرآن کوئی حکم نہین دیتے پھر کیا حکم ہے جو صریح مخالف قرآن ہے کہ خدا فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین پھر اوسکے خلاف یہ حکم کس طرح جاری کرتے ہین۔

اگر اسمین چوک گئے تھے تو لازم تھا اوسی زمانہ مین جناب سیدہ اور جناب امیر سے کہتے کہ رسول اللہ نے آپلوگون کو ترکہ و میراث سے محروم کر دیا ہے۔

اگر اس مین بھی غلطی ہوئی تو لازم تھا جس وقت جناب سیدہ نے اپنا دعوی پیش کیا تھا اوسی وقت جماعت صحابہ کو بلا کر حکم اور پنچ مقرر کرتے نہ یہ کہ از خود ایک حدیث وضعی بنا کر فیصلہ کر دیتے جس مین خود تناقض ہے کہ ایک دفعہ کہتے ہین حضرت کا متروکہ صدقہ ہے دوسری دفعہ کہتے ہین وہ حق خلیفہ ہے نہ حق اولاد رسول۔

اب خوبی معلوم ہوا کہ یہ جو قاعدہ اسلام نے مقرر کیا تھا کہ قاضی اپنے ذاتی علم پر فیصلہ نہ کرے وہ کسقدر صحیح اور درست ہے کہ قاضی ہزار متقی ہو مگر جب اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کریگا وہ موضع تہمت مین رہیگا اور کبھی وہ فیصلہ بحق نہ سمجھا جائیگا یہی وجہ ہے کہ جناب رسالتمآب فرماتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے عن ام سلمہ ان رسول اللہ قال انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی علی نحو ما سمعت فمن قضیت لہ بحق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ

من النار ۔ فتح الباری صفحہ ۱۰۶ جلد ۸

یعنی حضرت نے فرمایا ہم بھی بشر ہین اور تم لوگ ہمارے پاس اپنا جھگڑا لاتے ہو۔ ممکن ہی کہ بعض اپنی محبت کو دوسرے سے زیادہ صاف طور پر بیان کرے۔ تو ہم جیسا سنتے ہین ویسا فیصلہ کرتے ہین تو اگر کسی کیلیے خلاف حق فیصلہ کرین تو وہ اوسکو نہ لے کہ وہ قطعہ جہنم ہی اوسکے لیے

اس حدیث مین حضرت نے صاف کر دیا کہ ہمارا فیصلہ ذاتی علم پر نہین ہوتا۔ بلکہ گواہی و شاہدی پر تو اگر کسی کیلئے خلاف حق فیصلہ ہو جائے تو اوسکو حق نہ سمجھے۔

مگر ابو بکر صاحب نے نہ کسی کی گواہی دلوائی نہ کسی کو حکم مقرر کیا۔ بلکہ مدعا علیہ نے خود ہی فیصلہ کر دیا جو بالکل ناجائز تھا۔

رہا آیہ کریمہ جسکا آپنے تذکرہ کیا تو وہ سورہ نسا مین اس طرح ہے الم تر الی الذین یزعمون انھم امنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا۔

کیا تم نہین دیکھتے اون کی طرف جو گمان کرتے ہین کہ ہم ایمان لائے اوسپر جو تیری طرف نازل ہوا اور قبل تیرے۔ وہ ارادہ کرتے ہین کہ محاکمہ لیجاوین طاغوت کی طرف حالانکہ علم دے گئے ہین اس کا کہ انکار کرین۔ اور ارادہ کرتا ہے شیطان کہ اونکو گمراہ کرے۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ آو طرف اوس چیز کے جسے خدا نے نازل کیا ہی۔ اور طرف رسول کے تو تو دیکھتا ہے منافقین کو کہ تجھسے اعراض کر رہے ہین۔

اگر اس آیہ کریمہ مین آپ غور کرتے تو معلوم ہوتا کہ اسکے مصداق وہی صحابہ وخلفا ہین جو خلاف حکم خدا و رسول عمل کرتے ہین کیونکہ تفسیر کبیر مین ہی صفحہ ۳۶۵ جلد ۳

اعلم انہ تعالی لما اوجب فی الایۃ الاولی علی جمیع المکلفین ان یطیعوا اللہ ویطیعوا الرسول ذکر فی ھذہ الایۃ ان المنافقین والذین فی قلوبھم مرض لا یطیعون اللہ ولا یرضون بحکمہ وانما یریدون حکم غیرہ

یعنی جب پہلے آیہ مین خدا نے جمیع مکلفین پر اس کو واجب کیا کہ وہ اطاعت خدا و رسول کرین
تو اس آیہ مین اسکو بیان کیا کہ منافقین اور وہ لوگ جنکے دل مین مرض ہے خدا کی اطاعت
نہین کرتے اور حکم خدا پر راضی نہین ہین بلکہ غیر خدا کا حکم جاری کیا چاہتے ہین ۔

آپ خود غور فرمائین کہ یہ صفت آپکے خلفا مین تھی یا نہین ۔ کیونکہ جناب سیدہ آیات
قرآن مجید اپنے اثبات حقیت مین پیش فرمائی ہین کہ خدا و رسول نے بیٹی کو باپ کا وارث
بنایا ہے ۔ اور ابوبکر صاحب مطابق رواج و رسم اہل جاہلیت ایک وضعی حدیث سے جسکے
خود ہی راوی ہین اور کوئی اوسکا جاننے والا نہین ہے اوس حکم خدا و رسول کو رد کر رہے ہین
پھر انکے منافق ہونے مین کیا عذر ہے کیونکہ یہی صفت منافق ہے کہ وہ دل سے مطیع احکام خدا
و رسول نہین ہوتا ۔

اگرچہ یہ باتین ایسی نہین ہین کہ اسپر کسی دلیل کی حاجت ہو ۔ مگر ہم چند فقرے خطبہ جناب
سیدہ کے نقل کرتے ہین تاکہ معلوم ہو وہ ابوبکر صاحب کو کیا سمجھتی تھین ۔ اس خطبہ کی
تصدیق اور توثیق کتب اہلسنت سے آپ کتاب مستطاب تشیید المطاعن جلد اول صفحہ ۲۹۷
مین ملاحظہ فرمائیے ۔

جناب سیدہ فرماتی ہین ثم انتم تزعمون ان لا ارث لیہ افعلی عمد ترکتم
کتاب اللّٰہ و نبذتموہ وراء ظہورکم یقول اللّٰہ عز و جل ثناءہ و ورث
سلیمان داؤد مما اقتص من خبر یحیی بن زکریا اذ قال رب ہب لی
من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا وقال
تبارک و تعالی یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فزعمتم
ان لا حظ لی ولا ارث لی من ابی افحکم اللّٰہ بانہ اخرج ابی منہا ام تقولون
اہل ملتین لا یتوارثان ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی
افحکم الجاہلیۃ تبغون ومن احسن من اللّٰہ حکما لقوم یوقنون
کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہم کو میراث نہین ملیگی ۔ کیا جان بوجھکر تمنے کتاب خدا کو ترک کیا
اور اوسکو پس پشت ڈال دیا ہے خدا تو کہتا ہے کہ سلیمان وارث داؤد ہوئے اور اونکے علیہما السلام

قصہ یحیی بن زکریا ذکر کیا ہے کہ دعا کی خداوندا ہمکو ایک فرزند عطا کر جو ہمارا وارث ہو اور وارث آل یعقوب ہو اور اوسکو پسندیدہ قرار دے۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ اللہ وصیت کرتا ہے دربارہ تمھاری اولاد کے کہ بیٹا کو دو حصہ ہے۔ پس تمنے گمان کیا کہ ہمکو حصہ نہین ہے اور ہم وارث نہین ہین اپنے باپ کے۔ کیا خدا نے اسکا حکم دیا ہے کہ ہمارے باپ کو اس حکم سے خارج کیا۔ یا تم یہ کہتے ہو کہ دو ملت والے باہم وارث نہین پاتے۔ یا تملوگ زیادہ اعلم ہو عموم و خصوص قرآن کے ساتھ بہ نسبت ہمارے باپ کے کیا حکم جاہلیت چاہتے ہو کہ جاری کرو حالانکہ خدا سے بہتر کس کا حکم ہوسکتا ہے اوس قوم کیلئے جو یقین رکھتی ہے۔

اب آپ ہی خیال کیجئے کہ جناب سیدہ کے خیال مین یہ فیصلہ ابوبکر کیسا تھا اور وہ معصومہ اس حکم کو اونکے حکم جاہلیت قرار دیتی ہین یا نہین۔ پھر اس آیہ کریمہ کے تذکرہ سے آپنے کیا نتیجہ پایا بجز اسکے کہ ابوبکر کا نفاق کہلا اور وہ اس آیہ کے مصداق بنے۔

آخری حصہ آیہ نے تو اور بھی رہا سہا پردہ نفاق ابوبکر کا اوٹھا دیا کیونکہ اسمین خداوند عالم فرماتا ہے جب اون سے کہا جاتا ہے آؤ طرف اوسکے جو خدا نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو منافقونکو دیکھتا ہے کہ تجھسے روکتے ہین۔ اسکی کیسی تطبیق ہوئی کہ جناب سیدہ قرآن کی طرف بلاتی ہین اور ابوبکر صاحب نہین ملتے اور اپنی وضعی حدیث پر اڑے ہوے ہین اور حکم خدا و رسول کو نہین مانتے۔

یہ نہ سمجھئے گا کہ صرف ابوبکر ہی اس صفت سے متصف تھے۔ بلکہ غالب اکثریت ایسے صحابہ کی یہی تھی اسیلئے خدا فرماتا ہے الم تر الی الذین یزعمون انھم امنوا کیا تم اون کی طرف نہین دیکھتے جو گمان کرتے ہین کہ ایمان لائے وہ چاہتے ہین کہ محاکمہ الی الطاغوت لے جائین چنانچہ تفسیر کبیر مین ہے۔

مقصود الکلام ان بعض الناس ارادان یتحاکو الی بعض اھل الطغیان ولم یرید التحاکم الی محمد ص صفحہ ۳۶۶

کہ بعض آدمیون نے چاہا کہ اہل طغیان کو حکم بنائین اور یہ نہ چاہا کہ آنحضرت کو حکم بنائین پس جب عام طور پر یہ مرض اون صحابہ مین تھا۔ تو پھر اسپر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے کہ ابوبکر نے

فیصلہ خدا اور رسول سے عدول کرکے اپنا من مانا فیصلہ کیا۔

آخر میں نتیجہ نکالتے ہین وفی ھذہ الایات دلائل علی ان من ردشیئاً من اوامر اللّٰہ او اوامر الرسول فھو خارج عن الاسلام سواء ردہ من جھۃ الشک او من جھۃ التمرد ص۳۶

یعنی ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی حکم خدا یا حکم رسول کو رد کرے تو وہ خارج ہے اسلام سے خواہ وہ رد بسبب شک ہو یا بوجہ تمرد۔

تو اب حضرات اہلسنت کو بجز اسکے چارہ نہین کہ کفر خلیفہ اول کے قائل ہون جھون نے ایسی آیات صریحہ کو قبول کرتے اور اوسکے مطابق فیصلہ کرنے سے انکار کیا۔ یا اسکے قائل ہون کہ معاذاللہ جناب سیدہ اور جناب امیر ایسے تھے جنھون نے حدیث نحن معاشر الانبیا کی تکذیب کی جو بقول ابوبکر قول رسول اللہ ہے۔ مگر اس تردید مین بھی پھر کفر ابوبکر کا اقرار مقدم ہوگا کیونکہ وہ منکر قرآن ہین۔ اور یہان تکذیب ابوبکر ہے اور ظاہر ہے کہ منکر قرآن یقینی کافر ہے۔

**قولہ** (۷) امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابق وحی جبریل یہ وصیت کی تھی۔ کہ اگر حق تمھارے چھینے جاوین۔ خمس تمھارا غصب کیا جاوے۔ حرمت تمھاری ضایع کی جاوے ان سب پر صبر کرنا اور غصہ نہ کرنا۔ اور یہ تمام واقعات تمھارے ساتھ گذرینگے۔ علی مرتضی علیہ السّلام نے یہ سب کچھ منظور فرما کر آمنّا وصدّقنا کہا پھر حضرت سیدہ اور حسنین علیہ السّلام سے اسی طرح کا عہد لیا (دیکھو اصول کافی ص۱۶۷) پھر حضرت سیدہ نے جبکہ اُن سے فدک غصب کیا گیا۔ کیون برخلاف وصیت پدری جو مطابق وحی جبریل تھی۔ انحراف کرکے دعوی دائر کیا۔ ہان اگر یہ صحیح ہے تو نا کامیابی ضرور ہونی چاہیے۔ کیونکہ انھون نے حکم اللہ عمل کیا۔

**اقول** بیشک یہ وصیت رسول اللہ تھی اور اسی وصیت رسول اللہ نے جناب امیر کو مجبور کیا کہ آپکے خلفائے ثلثہ اور اونکے ہمراہیون کا ذوالفقار صاعقہ بار سے فیصلہ نہ کیا۔ ورنہ وہ لوگ بھی آج عمرو بن عبدود اور مرحب کے ساتھ ہوئے رہتے بلکہ اس وصیت سے نتیجہ نکالتے کہ

جناب سیدہ یا جناب امیر اتمام حجت بھی نہ کرتے اظہار حق بھی نہ فرماتے آپکی خوش فہمی اور غرض اعتقادی کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو حکم رسول اللہ نے جناب امیر و جناب سیدہ کو دیا ہے۔ وہی حکم تو خدا نے بھی رسول اللہ کو دیا تھا۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید سورہ یونس۔

واتبع مایوحی الیک واصبر حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین۔

یعنی اے رسول تم اوسکی پیروی کرو جو وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہانتک کہ خدا حکم کرے اور وہ خیر الحاکمین ہے۔

سورہ ہود تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک وماکنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین۔

اے رسول یہ غیب کی خبرین ہین جسکی ہم وحی کرتے ہین تیری طرف اس سے پہلے نہ تم جانتے تھے نہ تمھاری قوم پس صبر کرو کہ آخرت کی خوبیان متقیون کیلئے ہین۔

واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (ہود)

اور صبر کرو کہ خدا نہین ضایع کرتا اجر محسنین۔

واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون (نحل)

تم صبر کرو اور خدا بغیر تم نہین صبر کرسکتے۔ اور اونپر غم نہ کھاؤ اور دل تنگ نہو اوس سے جو وہ مکر کرتے ہین۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی۔

اے رسول تم اپنے نفس پر صبر کرو اونکے ساتھ جو خدا کو صبح و شام یاد کرتے ہین۔

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک (طہ) جو کچھ کفار کہتے ہین اوسپر صبر کرو اور خدا کی تسبیح کرو صبح و شام۔

فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون (روم)

یعنی صبر کرو کہ وعدہ خدا ضرور سچا ہے اور کہین ایسا نہو کہ بے یقین لوگ تمکو خفیف کرین۔

فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبک (مومن)

یعنی اے رسول صبر کرو کہ خدا کا وعدہ حق ہے اور استغفار کیا کرو۔

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (احقاف)

اے رسول صبر کرو جیسا کہ اولو العزم رسولون نے صبر کیا ہے۔

فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وھو مکظوم (ن)

پس صبر کرو اپنے رب کے حکم کیلئے اور نہ ہو جاؤ مچھلی کے نوالا ہونے والے کی طرح جبکہ پکارا اور وہ غصہ مین بھرے ہوئے تھے۔

غرض ایسی صدہا آیات ہین جن مین خداوند عالم نے اپنے حبیب خاص کو کس درجہ صبر و علم کا حکم دیا ہے کہ اونکی بد خلقی۔ بدگوئی ایذا و ظلم پہ صبر و تحمل کرو۔ مگر آپکے اصول پر لازم آتا ہے کہ حضرت نے مطلق صبر نہ کیا اور ہر طرح سے انتقام لیا۔ بلکہ ایک کی جگہ سو آدمی کو قتل کیا قید کیا گھر بار سے و بید کیا پس اگر رسول اللہ نے ان احکام الٰہی کی مخالفت کی اور اوسکے خلاف رفتار کیا تو ناکامیابی ضرور ہونی چاہیئے جس سے آجتک دین کفار باقی ہے اور برسر ترقی ہے بلکہ برعکس اسکے روز بروز مسلمانون کو تنزل ہے جسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ حضرت نے خلاف حکم اللہ عمل کیا۔

افسوس یہ ہے کہ اس دشمن خدا و رسول کو نہ یہ معلوم ہے کہ صبر کس جانور کا نام ہے۔ اور صبر کہان ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے حالانکہ صبر جناب سیدہ سے متعلق وہ خود اوس نوبت کو لکھ چکے ہین جس مین جناب سیدہ نے دامن عمر کو جھٹکا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر اسکا خیال نہوتا کہ ناکردہ گناہ لوگ بھی (جو نسل عمر سے ہونے والے تھے) عذاب مین مبتلا ہونگے۔ تو ہم خدا سے دعا کرتے اور تو دیکھتا کہ ہماری دعا رائیگان نہین جاتی۔

یہ ہے صبر جناب سیدہ کا باوصف امکان و قدرت اوسکو انجام دیا کیونکہ ناممکن تھا کہ حضرت کی بددعا قبول نہوتی۔

اسی طرح جناب امیر کا صبر کرنا بمقابلہ شیخین ایسا ہے کہ خود جناب امیر خطبہ شقشقیہ مین فرماتے ہین فرایت ان الصبر علی ھاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری تراثی نھبا۔

یعنی ہمنے دیکھا کہ صبر کرنا اس مصیبت پر بہتر ہے پس صبر کیا حالانکہ آنکھ مین قذی (غبار تھا

اور حلق بین بنچا (جو خنجر حلق بین پھنس جائے) اور دیکھتے تھے کہ ہماری میراث لٹ رہی ہے۔

کیا ان فقرات سے بھی آپکو صبر جناب امیرؑ مین شک ہے۔

پہلے معنی صبر کو مجمع بحار الانوار مین ملاحظہ فرمائیے صـ ۲۲۹

فانه فیه الصبور تعالی من لا یعاجل الانتقام وهو کالحلیم الا ان المذنب لا یامن فی الصبور کما یامن فی الحلیم ومنه لا احد اصبر علی اذی یسمعه من الله اشد حلما عن فاعله وترک المعاقبة علیه

یعنی صبور بھی اسماء باری تعالی سے ہو کہ انتقام مین تعجیل نہین کرتا۔ اور وہ مثل علیم کے ہے مگر گناہگار جس درجہ علیم کے مقابلہ مین بیخوف ہوتا ہے اوسقدر صبور کے بارہ مین نہین ہوتا۔ اور حدیث مین ہے کہ خدا سے بڑھکر کوئی صابر نہین ہے کہ خداوند عالم سبکی سنتا ہے ور عقاب نہین کرتا۔ غرض صبر کے معنی یہی ہین کہ انتقام لینے مین جلدی نہ کرے اور ہر ایذا و تکلیف کو برداشت کرے نہ یہ کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ بھی نہ کرے اور کسی وقت مین انتقام بھی نہ لے دیکھئے تفسیر کبیر مین ہے۔

وذلک لان الکفار کانوا یوذونه ویوحشون صدره فقال تعم فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ای اولو الجد والصبر والثبات وفی الاٰیة قولان الاول ان تکون کلمة من للتبعیض ویراد باولوا العزم بعض الانبیاء قیل هم نوح صبر علی اذی قومه وکانوا یضربونه حتی یغشی علیه وابراهیم علی النار وذبح الولد واسحق علی الذبح ویعقوب علی فقدان الولد وذهاب البصر ویوسف علی الجب والسجن وایوب علی الضر وموسی قال له قومه انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیهدین وداؤد بکی علی زلته اربعین سنة وعیسی لم یضع لبنة علی لبنة وقال انها معبرة فاعبروها ولا تعمروها وقال الله فی ادم ولم نجد له عزما فی وفی یونس ولا تکن کصاحب الحوت صـ ۱۰۵ جلد ۲

یعنی چونکہ آنحضرت کو کفار ایذا دیتے تھے تو خدا نے فرمایا صبر کرو جس طرح پیغمبران اولو العزم یعنی صاحبان ثبات و صبر نے صبر کیا۔ اس آیہ مین دو قول ہے ایک یہ کہ کلمہ من بعض کیلئے ہے

یعنی بعض پیغمبر اور مراد بعض انبیا ہین جو اولو العزم کہے جاتے ہین حضرت نوحؑ جنھون نے اسقدر ایذاے قوم پر صبر کیا کہ وہ انکو اسقدر مارا کرتے کہ غش آجاتا۔ حضرت ابراہیم نے آگ پر اور ذبح فرزند پر صبر کیا اور حضرت اسحق (اسمعیل) نے ذبح ہونے پر صبر کیا اور حضرت یعقوب نے گم گشتگی حضرت یوسف پر اور زوال روشنی چشم پر صبر کیا اور یوسف نے مصیبت چاہ اور قیدخانہ پر صبر کیا اور ایوب نے بیماری پر اور موسیٰ نے قوم کے اس کہنے پر کہ ہم گرفتار ہوئے اور حضرت داؤد ایک زلہ پر چالیس برس تک رویا کئے اور حضرت عیسیٰ نے اینٹ پر اینٹ نہین رکھی (مکان نہین بنایا) اور کہتے تھے کہ دنیا گذرگاہ ہے اس سے گذرجاؤ گھر بناؤ اور خدا نے حضرت آدم کے بارہ مین فرمایا و لم نجد لہ عزما اور حضرت یونس کے بارہ مین کہا لا تکن کصاحب الحوت۔

اب دو ہی صورت ہے یا کہا جائے کہ آنحضرت نے صبر نہین کیا کیونکہ یہ حالات حضرت پر نہین گذرے تو مخالفت کلام خدا لازم آتی ہو کہ اسقدر تاکید پر بھی حضرت نے ایسا صبر نہین کیا جیسا کہ اون انبیا نے کیا تھا۔

یا یہ کہا جاے کہ حضرت نے پورے طور پر تعمیل حکم الٰہی کیا اور جو امور وقوع ہوے انتقام لینے کے وہ منافی صبر نہین ہے۔ پس یہی تقریر جناب سیدہ کے بارہ مین اور جناب امیرؑ کے بارہ مین جاری ہوگی کہ جناب امیرؑ اور جناب سیدہ نے مطابق وصیت رسول اللہ صبر کیا اور جو کچھ استغاثہ کیا یا اپنے حق کا مطالبہ کیا وہ از راہ اتمام حجت تھا نہ منافی صبر۔

کیسی ناپاک ہے وہ قوم جو مطالبہ حق جناب سیدہ کو خلاف حکم صبر کہہ رہی ہے بلکہ حق کیونکر صحیح ہوتا اور یہ کیونکر معلوم ہوتا کہ حضرت پر ظلم کیا گیا اور آپ نے صبر کیا۔

اب ہم مختصر طور پر پورا واقعہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ بعینہ سے لکھکر ناظرین کے حوالہ کرتے ہین کہ وہ غور کرین جناب امیرؑ اور جناب سیدہ نے اس ظلم صریح پر صبر کیا ہی یا نہین اور جو کچھ اظہار حق کیا وہ ضروری تھا یا نہین۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے صفحہ مطبوعہ قسطنطنیہ

کیف کانت بیعۃ علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ تفقدوا

قوما تخلفوا عن بيعته عند على كرم الله وجهه فبعث اليهم عمر فجاء فناداهم وهم
فى دار على فابوا ان يخرجوا فدعا بالحطب وقال والذى نفس عمر بيده لتخرجن
او لاحرقنها على من فيها فقيل له يا ابا حفص ان فيها فاطمة فقال وان فخرجوا
فبايعوا الا عليا فانه زعم انه قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبى على عاتقى
حتى اجمع القرآن فوقفت فاطمة رضى الله عنها على بابها فقالت لا عهد لى بقوم
حضروا اسوأ محضر منكم تركتم رسول الله صلعم جنازة بين ايدينا وقطعتم امركم بينكم
لم تستأمرونا ولم تردوا لنا حقا فاتى عمر ابا بكر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف
عنك بالبيعة فقال ابو بكر لقنفذ وهو مولى له اذهب فادع عليا قال فذهب الى
على فقال له ما حاجتك فقال يدعوك خليفة رسول الله فقال على لسريع ما كذبتم
على رسول الله فرجع فابلغ الرسالة قال فبكى ابو بكر طويلا فقال عمر الثانية ان لا تمهل
هذا المتخلف عنك بالبيعة فقال ابو بكر رضى الله عنه لقنفذ عد اليه فقل له امير
المومنين يدعوك لتبايع فجاءه قنفذ فادى ما امر به فرفع على صوته فقال
سبحان الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ فبلغ الرسالة فبكى ابو بكر طويلا ثم قام
عمر فمشى معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم
نادت باعلى صوتها باكية يا رسول الله ماذا لقينا بعدك من ابن الخطاب و
ابن ابى قحافة فلما سمع القوم صوتها وبكاءها انصرفوا باكين وكادت قلوبهم
تنصدع واكبادهم تتفطر وبقى عمر ومعه قوم فاخرجوا عليا فمضوا به الى ابى بكر
فقالوا بايع فقال ان انا لم افعل فمه قالوا اذا والله الذى لا اله الا هو نضرب
عنقك قال اذا تقتلون عبد الله واخا رسول الله قال عمر اما عبد الله فنعم
واما اخو رسوله فلا وابو بكر ساكت لا يتكلم فقال له عمر الا تامر فيه بامرك فقال
لا اكرهه على شىء ما كانت فاطمة الى جنبه فلحق على بقبر رسول الله صلى الله
عليه وسلم يصيح ويبكى وينادى يا ابن ام ان القوم استضعفونى وكادوا
يقتلوننى فقال عمر لابى بكر رضى الله عنهما انطلق بنا الى فاطمة فانا قد

اغضبناها فانطلقا جمیعاً فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن لهما فاتیا علیا فکلماه فادخلهما علیها فلما قعدا عندها حولت وجهها الی الحائط فسلما علیها فلم ترد علیهما السلام فتکلم ابو بکر فقال یا حبیبۃ رسول اللہ صلعم واللہ ان قرابۃ رسول اللہ احب الی من قرابتی وانک لاحب الی من عائشۃ ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا ابقی بعده افترانی اعرفک واعرف فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ فقالت ارأیتکما ان حدثتکما حدیثا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعرفانہ وتفعلان بہ قالا نعم فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ یقول رضا فاطمۃ من رضای وسخط فاطمۃ من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی فقد احبنی ومن ارضی فاطمۃ فقد ارضانی ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم سمعناه من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فانی اشهد اللہ وملائکتہ انکما اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی لاشکونکما الیہ فقال ابو بکر انا عائذ باللہ تعالی من سخطہ وسخطک یا فاطمۃ ثم انتحب ابو بکر یبکی حتی کادت نفسہ ان تزهق وهی تقول واللہ لادعون اللہ علیک فی کل صلاۃ اصلیها ثم خرج باکیا فاجتمع الیہ الناس فقال لهم یبیت کل رجل منکم معانقا حلیلتہ مسرورا باهلہ وترکتمونی وما انا فیہ لا حاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی بیعتی قالوا یا خلیفۃ رسول اللہ ان هذا الامر لا یستقیم وانت اعلمنا بذلک انہ ان کان هذا لم یقم للہ دین فقال واللہ لولا ذلک وما اخافہ من رخاوۃ هذه العروۃ ما بت لیلۃ ولی فی عنق مسلم بیعۃ بعد ما سمعت ورأیت من فاطمۃ قال فلم یبایع علی کرم اللہ وجهہ حتی ماتت فاطمۃ رضی اللہ عنها ولم تمکث بعد ابیها الا خمسا و سبعین لیلۃ۔

کیونکر ہوئی بیعت حضرت علیؑ کی۔ کہا کہ ابو بکر نے اوس قوم کا حال دریافت کیا جنہوں نے

ابوبکر سے کنارہ کشی کیا تھا جس مین حضرت علی بھی تھے اونکے پاس عمر کو بھیجا وہ سب گھر مین حضرت علیؑ کے تھے۔ اونکو آکر پکارا سب نے انکار کیا۔ تو عمر نے جلانے کی لکڑی مانگی اور کہا قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت مین عمر کی جان ہی کہ تم سب نکل آؤ ورنہ ہم اس گھر کو مع اون لوگون کے جلا دینگے جو اس مین ہین کسی نے کہا اسمین فاطمہ ہین۔ عمر نے کہا ہو اکرین پس سب نکلے اور بیعت کی۔ مگر حضرت علی نہ نکلے اور کہا کہ ہمنے قسم کھائی ہے کہ نہ گھر سے باہر نکلین گے نہ دوش پر کپڑہ ڈالینگے جب تک قرآن کو نہ جمع کر لین۔ جناب سیدہ دروازہ پر آکر کھڑی ہوئین اور فرمایا ہمکو کسی قوم کا علم نہین جو تمسے بدتر حالت پر جمع ہوئی ہو کہ رسول اللہ کا جنازہ ہم مین چھوڑ کر چلے گئے اور امر خلافت کو باہم خود طے کر لیا جسمین نہ ہمسے کسی طرح مشورہ لیا نہ ہمارا حق ہمکو دیا۔

عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا اس متخلف کو کیون نہین پکڑتے جو بیعت سے علحدہ ہی تو ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ جاکر علی کو بلا لاؤ۔ قنفذ نے جاکر کہا خلیفہ رسول اللہ آپکو بلاتے ہین حضرت نے جواب دیا اللہ اکبر کسقدر جلد تم نے جناب رسولخدا پر افترا کیا (کیونکہ ان حضرت نے تو سوائے میرے کسی کو اپنا خلیفہ کیا ہی نہین) قنفذ نے ابوبکر سے اس جواب کو بیان کیا تو ابوبکر دیر تک روتے رہے لیکن عمر نے دوبارہ ان سے کہا کہ تم اس متخلف بیعۃ کو ہرگز نہ چھوڑو جب ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ علی کے پاس پھر جا اور کہہ امیر المومنین آپکو بلاتے ہین تا کہ آپ اون کی بیعت کرین جب قنفذ نے حضرت علی تک یہ پیغام پہونچایا تو حضرت دفعۃً چیخ اوٹھے اور فرمایا سبحان اللہ تیرے آقا نے تو ایسے عظیم الشان امر کا دعوی کیا جسکی ذرہ بھی اہلیت اوس مین نہین ہے۔ قنفذ نے جب یہ حالت ابوبکر سے بیان کی تو پھر ابوبکر دیر تک گریان رہے۔ بعد ازان عمر ایک جماعۃ کے ساتھ روانہ ہوئے اور جناب سیدہؑ کے دروازہ پر آکر دق الباب کیا خاتون جنت کے گوش مبارک مین جب یہ آواز پہونچی تو حضرت با آواز بلند چیخا ... و ... اور فریاد کی کہ اے بابا رسولخدا آپکے آنکھ بند کرتے ہی ... عمر نے ... ہمپر ... عمر کی ... انھیون نے جب حضرت ... تو ... باتین ... جگر ... [illegible]

ٹکڑے ہوجاتے وہ سب روتے ہوئے پلٹ گئے لیکن عمر مع چند اشخاص کے اوسی طرح
کھڑے رہے یہ لوگ علیؑ کو گھر سے نکالکر ابوبکر کے پاس لیگئے اور وہان آپسے کہا کہ ابواب
بیعت کرو حضرتؑ نے فرمایا اور جو نہ کرون تب؟ جواب ملا کہ قسم بخدا پھر آپکے جسم پر سر نظر نہ
آئیگا حضرتؑ نے ارشاد فرمایا پھر ایک بندہ خدا اور ابن عم رسولخدا کے قاتل ہوگے۔ عمر نے
جواب دیا کہ بندہ خدا تو بیشک ہو لیکن رسولخدا کے بھائی تو ہرگز نہین۔ اس اثنا مین
ابوبکر خاموش بیٹھے تھے اور کوئی بات زبان سے نہین نکالتے۔ عمر نے ان سے مخاطب
ہوکر کہا کہ علی کو بیعت کا حکم کیون نہین دیتے ابوبکر نے کہا جب تک فاطمہ زندہ ہین
ہم انکو مجبور نہین کرسکتے۔ علی وہان سے اوٹھکر قبر رسولخدا پر تشریف لائے اور مضطر ہوکر
باواز دردناک یون رسولخدا سے خطاب فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا ان
یقتلوننی (یہ وہ آیہ ہے جو قصہ حضرت ہارون وموسیٰ مین ہے) بھائی آپکی امت نے مجھے
بالکل حقیر کردیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کرڈالتے۔ وہان عمر نے جب دیکھا کہ علی قبضہ سے
نکل گئے اور بیعت نہین کی تو ابوبکر سے کہا کہ ہمنے سیدہؑ کو سخت غضبناک کیا ہے
تم ہمکو وہان لیچلو پس دونون ساتھ آئے اور جناب سیدہ سے حاضر ہونیکی اجازت چاہی
حضرت نے اجازت نہ دی تو دونون علی کے پاس حاضر ہوئے اور اس معاملہ مین
گفتگو کی آپ دونون کو جناب سیدہؑ کی خدمت مین لائے جب دونون وہان بیٹھے
تو سیدہؑ نے اپنا منہ پھیر لیا بعدہ دونون نے حضرت سیدہ پر سلام کیا لیکن آپ نے
جواب سلام بھی نہ دیا پس ابوبکر یون عرض پرداز ہوئے اے رسول اللہ کی پیاری ہملوگون
نے آنحضرت کی میراث لیکر اور آپکے شوہر کو اذیت دیکر آپکو سخت رنجیدہ کیا آپنے ارشاد فرمایا
تمھاری عجیب حالت ہے کیا تملوگون کی اولاد تو تمھاری وارث ہو اور ہم رسول اللہ
کے وارث نہین ہوسکتے؟ ابوبکر نے کہا واللہ رسولخدا کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب
ہے حتی کہ مین آپکو عائشہ سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہون اور کیا اچھا ہوتا کہ آپکے پدر بزرگوار کے
انتقال ہی کے دن مین بھی مرگیا ہوتا تاکہ حضرت کے بعد زندہ نہ رہتا۔ اب دیکھیے
کیا یہ ہوسکتا ہے کہ مین آپکی جلالت قدر آپکا فضل آپکا شرف پہچانکر آپکو رسولخدا کی

میراث سے روکونگا البتہ بات یہ ہے کہ میں نے آپکے والد ماجد رسولخدا کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے کہ ہم لوگ کسی کو وارث نہیں کرتے بلکہ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے آپنے جواب دیا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر میں تملوگوں سے کوئی حدیث رسولخدا صلعم کی بیان کروں تو تم لوگ اوسپر عامل ہوگے دونوں نے جواب دیا کہ ضرور عمل کرینگے حضرتؑ نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ کیا رسولخدا صلعم کو یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ فاطمہ کی خوشی سے میں خوش ہوتا ہوں اور فاطمہ کے غضب سے میں غضبناک ہوتا ہوں جس نے میری بیٹی فاطمہ کو دوست رکھا اوس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہ کو راضی کیا اوس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اوس نے مجھے غضبناک کیا دونوں نے جواب دیا بیشک ہم نے آنحضرت سے یہ حدیث سنی ہے اب سیدہ نے فرمایا کہ اچھا میں خدا اور اوسکے فرشتوں کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا اور مجھے خوش نہیں کیا جب میں رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہونگی تو تم دونوں کی شکایت ممدوح سے ضرور کرونگی۔ ابوبکر نے کہا فاطمہ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اوسکے اور آپکے غضب سے بعدہ چیخ چیخ کر اس طرح رونے لگے کہ قریب تھا کہ انکا دم نکلجائے مگر سیدہ یہی فرماتی رہیں کہ قسم بخدا میں ہر نماز کے بعد تمہارے لیے بددعا کرتی رہونگی۔ بعدہ روتے ہوئے ابوبکر وہاں سے چلے آئے۔ لوگوں نے انکو گھیر لیا تو اون سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں کا ہر شخص اپنی زوجہ کے ساتھ لپٹ کر آرام کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم بسر کرتا ہے لیکن تم نے مجھے اس مصیبت میں گرفتار کر رکھا ہے۔ اب مجھے تمہاری بیعت کی حاجت نہیں تم لوگ اپنی بیعت اوٹھالو۔ لوگوں نے اسکا جواب دیا کہ خلیفہ رسول! پھر تو یہ امر درست نہیں رہنے کا اس امر کو آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو دین خدا قائم نہیں رہ سکتا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ ہاں اگر یہ بات نہوتی تو اور حبل اسلام کے ضعیف ہونیکا خوف نہوتا تو فاطمہ کے اس معاملہ کے بعد میں ایک دن بھی خلافت کا بار گران نہ اوٹھاتا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مختصر یہ ہے کہ فاطمہؑ کی زندگی تک جو رسولخدا صلعم کے انتقال پر ۷۵ روز سے زیادہ نہ زندہ رہیں علی نے بیعت نہیں کی۔

اس روایت کو مخاطب صاحب ملاحظہ فرما کر تصفیہ کرلیں کہ اس سے بڑھ کر بڑی نیہ

ہوسکتی ہی کیا مطالبہ حق کو آپ منافی صبر جانتے ہین۔

حق تو یہ ہے کہ جو مصائب جناب سیدہ پر گذرے ہین اور جیسا آپنے صبر فرمایا ہی اوس کی نظیر دنیا کی تاریخ مین نہین ملتی جسکو مختصر لفظون مین خود جناب معصومہ نے بیان فرمایا ہے ؎

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

مصیبت وفات رسول اللہ خود ایسی مصیبت تھی کہ اوسکی عظمت کو کوئی واقعہ نہین پہونچ سکتا۔ اوسپر طرہ یہ ہوا کہ جتنے حضرات مدعی جان نثاری وفاداری تھے۔ وہ سب حضرت کا جنازہ چھوڑکر سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے کہ نہ کسی کو حضرت کے دفن کفن کی فکر تھی نہ تجہیز و تکفین کی کہ تین روز تک حضرت دفن نہو سکے۔

اوسپر یہ اضافہ ہوا کہ خانہ جناب سیدہ مین مطالبہ بیعت کیلئے چڑھ دوڑے اور آگ لگانے کی تدبیر کی جیسا کہ ابھی کتاب الامامۃ والسیاسۃ سے گذرا اور ازالۃ الخفا مین ہے ابوبکر عن اسلم باسناد صحیح علی شرط الشیخین انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمہ بنت رسول اللہ ص ویرجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمہ فقال یا بنت رسول اللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھولاء النفر عندک ان امرھم ان یحرق علیھم البیت۔ فلما خرج عمر جاؤھا فقالت لتعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فرأوا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا الیھا حتی بایعوا لابی بکر ص۔

ابوبکر نے اسلم سے باسناد صحیح علی شرط الشیخین روایت کی ہے کہ بعد وفات رسول اللہ جب ابوبکر کی بیعت ہوئی تو جناب امیر اور زبیر خدمت جناب سیدہ مین آیا کرتے اور مشورہ کرتے جب عمر کو یہ خبر پہونچی تو وہ خدمت جناب سیدہ مین حاضر ہوے اور کہا اے بنت رسول اللہ آنحضرت سے بڑھکر کوئی احب خلق نہ تھا۔ اور نہ اونکے بعد آپسے بڑھکر کوئی احب خلق ہی۔ مگر قسم بخدا یہ امر اس سے مانع

نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ لوگ آپکے پاس جمع ہوں تو ہم حکم دیں کہ یہ گھر اونپر جلا دیا جاے۔ عمر کے چلے جانے پر
وہ لوگ آئے تو جناب سیدہ نے فرمایا کہ ابھی عمر آے تھے اور ایسی بری قسم کھا گئے ہیں اور وہ ضرور اپنی
قسم کو پورا کرینگے لہذا تملوگ چلے جاؤ اور اپنی رائے دیکھو اور ہمارے پاس نہ آؤ جسپر وہ سب چلے گئے۔
کیا تواریخ عالم میں کوئی واقعہ اس قسم کا مل سکتا ہے کہ جراءت کسی نبی کی کلمہ گو ہو اور وہ دختر رسول کا گھر جلائے
یا گھر جلانے کی دہمکی دے۔
آپنے کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی عبارت میں یہ ضرور پڑھا ہے کہ جناب سیدہ نے گریہ و بکا شروع کیا ہے تو تمامی
صحابہ کی یہ حالت ہوئی تھی کہ اونکے قلب پاش پاش اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں جسپر وہ سب واپس ہوئے
مگر عمر مع چند اشخاص اوسی طرح کھڑے رہے جس سے معلوم ہوا کہ انکے دل پہ گریہ و زاری اور نالہ و
بیقراری جناب سیدہ کا کوئی اثر نہوا۔
ہاں ابوبکر صاحب نے بھی مرتے وقت اسپر ندامت ظاہر کی مگر عمر کو کبھی افسوس نہ آیا کہ ہمنے کیا ظلم کیا
تاریخ طبری میں ہے صفحہ ۵۲ جلد ۴

حدثنا یونس بن عبد الاعلی قال حدثنا یحیی بن عبد اللہ بن بکیر قال حدثنا اللیث
بن سعد قال حدثنا علوان عن صالح بن کیسان عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف
عن ابیہ انہ دخل علی ابی بکر الصدیق رض فی مرضہ الذی توفی فیہ فاصابہ مہتما
فقال لہ عبد الرحمن اصبحت والحمد للہ بارئا فقال ابوبکر رض اتراہ قال نعم قال انی ولیت
امرکم خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ من ذلک یرید ان یکون لہ الامر دونہ ورایتم
الدنیا قد اقبلت ولما تقبل وہی مقبلۃ حتی تتخذوا ستور الحریر ونضائد الدیباج وتالموا
الاضطجاع علی الصوف الاذری کما یالم احدکم ان ینام علی حسک واللہ لان یقدم
احدکم فتضرب عنقہ فی غیر حد خیر لہ من ان یخوض فی غمرۃ الدنیا وانتم اول ضال
بالناس غدا فتصدونہم عن الطریق یمینا وشمالا یا ہادی الطریق انما ہو الفجر او البحر
فقلت لہ خفض علیک رحمک اللہ فان ہذا یہیضک فی امرک انما الناس فی امرک
بین رجلین اما رجل رای ما رایت فہو معک واما رجل خالفک فہو مشیر علیک
وصاحبک کما تحب ولا نعلمک اردت الا خیرا ولم تزل صالحا مصلحا وانک لا تاسی
علی شیء من الدنیا قال ابوبکر رض اجل انی لا آسی علی شیء من الدنیا الا علی ثلاث فعلتہن وددت
انی ترکتہن وثلاث ترکتہن وددت انی فعلتہن وثلاث وددت انی سالت عنہن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما الثلاث اللاتی وددت انی ترکتہن فوددت
انی لم اکشف بیت فاطمۃ عن شیء وان کانوا قد غلقوہ علی الحرب ووددت انی لم اکن حرقت

الفجاءة السلمی وانی کنت قتلته سریحا او خلیته نجیحا و وددت انی یوم سقیفة بنی ساعدة
کنت قد قذفت الامر فی عنق احد الرجلین یرید عمر و ابا عبیدة فکان احدهما امیرا وکنت
وزیرا واما اللاتی ترکتهن فوددت انی یوم اتیت بالاشعث بن قیس اسیرا کنت ضربت
عنقه فانه تخیل الی انه لا یری شرا الا اعان علیه و وددت انی حین سیرت خالد بن
الولید الی اهل الردة کنت اقمت بذی القصة فان ظفر المسلمون ظفروا وان هزموا کنت
بصدد لقاء او مدد و وددت انی کنت اذ وجهت خالد بن الولید الی الشام کنت وجهت
عمر بن الخطاب الی العراق فکنت قد بسطت یدی کلتیهما فی سبیل الله ومد یدیه
و وددت انی کنت سالت رسول الله صلعم لمن هذا الامر فلا ینازعه احد و وددت انی کنت
سالته هل للانصار فی هذا الامر نصیب و وددت انی کنت سالته عن میراث ابنة الاخ
والعمة فان فی نفسی منهما شیئا قال لی یونس قال لنا یحیی ثم قدم علینا علوان بعد
وفاة اللیث فسالته عن هذا الحدیث فحدثنی به کما حدثنی اللیث بن سعد حرفا حرفا
واخبرنی انه هو حدث به اللیث بن سعد وسالته عن اسم ابیه فاخبرنی علوان بن داؤد
عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ جب ابوبکر اپنے مرض الموت میں مبتلا تھے تو مین اونکی عیادت کو گیا دیکھا
کہ وہ مغموم بیٹھے ہوے ہین مینے کہا ابوبکر الحمد للہ آج تم اچھے معلوم ہوتے ہو۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ کیا واقعا
ایسا ہی ہے مینے کہا ہان۔ ابوبکر نے (دوسرا ذکر چھیڑ دیا اور) کہا کہ مینے اپنے ذہن مین تم سب لوگون مین افضل
ترین شخص کو تملوگونکا خلیفہ قرار دیا لیکن تملوگون نے اسپر ناک بھون چڑھالیا اور ہر شخص کو یہی
خواہش ہے کہ خلافت اوسی کو ملے۔ تملوگ دنیا کو اپنی طرف متوجہ پاتے ہو حالانکہ ابھی نہین متوجہ ہوئی مگر
متوجہ ہونیوالی ہے اس طرح کہ تملوگون کے یہان ریشم کے پردے چھوٹ جاینگے۔ دیباکے مسند بچھا جاینگی
اور آذربائجانی اونی ایسے نرم کپڑے پر بھی آرام کرنا تمکو ایسی قدر ناگوار ہوگا جسقدر اندنون کانٹونکے
فرش پر سونا تمکو اذیت دہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم مین کا ایک ایک شخص گرفتار کرکے لایا جاے
اور بلا خطا وہ قتل کردیا جائے تو اوسکے لیے اگر کہین زیادہ بہتر ہوگا اس سے کہ طلب دنیا مین منہمک
ہووے۔ اور مین تو سمجھتا ہون کہ تم ہی سب سے پہلے لوگون کو گمراہ کروگے اور اون مین پھوٹ
ڈالکر اونکو پراگندہ کردوگے۔ اے ہادی طریق یعنی عمر مثل صبح کے لوگون کا ہادی ہوگا اور مثل بحر
ذخار کے اوسکا علم ہے مین (عبد الرحمن بن عوف) نے عرض کیا کہ ابوبکر ذرا تم اپنے غصہ کو موقوف کرو
کیونکہ اس سے تمھارے مرض مین اور زیادتی ہوگی اسوقت لوگ دو پارٹی ہوگئے ہین ایک پارٹی
کی تو وہی راے ہے (خلافت ثانیہ کے بارہ مین) جو تمھارا خیال ہے دوسری پارٹی تمھارے اس خیال
کی مخالف ہے لیکن وہ تمھاری ناصح ہے اور صاحب تمھارا جیسا کہ تم جانتے ہو ہے۔ اور ہم تو یہی

سمجھتے ہین کہ مینے عمر کو منتخب کر کے بھلائی پہونچانا چاہا ہے اور اسکے قبل بھی تم صالح و مصلح رہے ہو اور اب
تمکو کسی دنیاوی امر پر افسوس نہوگا۔ ابو بکر نے جواب دیا ہان بھائی مین کوئی غم دنیا کا نہین رکھتا
البتہ تین امر ہین جنکو اگر مین نہ کئے ہوتا تو بہتر ہوتا اور تین امر ہین کہ اگر مین اونکو کئے ہوتا تو خوب
تھا اور تین امر ہین جنکو اگر مین آنحضرت صلعم سے دریافت کر لئے ہوتا تو نہایت مناسب ہوتا۔ وہ امور جنکے
ترک کرنیکی اب تمنا کرتا ہون یہ ہین کہ مین سیدہ کے دروازہ کو نہ کھلوائے ہوتا اگرچہ لوگ
اوسکو جنگ ہی کی غرض سے کیون نہ بند کئے ہوتے۔ دوسرے یہ کہ فجاءۃ سلمی کو جلائے نہوتا بلکہ
محض قتل ہی کئے ہوتا یا بالکل چھوڑ دیئے ہوتا۔ تیسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کا بار
نہ اوٹھاتا بلکہ عمر یا ابو عبیدہ کو اس پھندہ مین پھنسا دیتا کہ اون کا کوئی خلیفہ ہوتا اور مین اوسکی وزارت
کرتا۔ اور وہ امور جنکے متعلق تمنا ہے کہ کئے ہوتا اول یہ ہے کہ جب اشعث بن قیس مقید ہو کر میرے
پاس لایا گیا تھا تو اوسے قتل کر دیئے ہوتا کیونکہ اب مجھے معلوم ہوا وہ شرارت کے کام مین معین ہوتا
ہے۔ دوسرے یہ کہ جب مین نے خالد بن ولید کو اہل ردہ پر حملہ کرنیکے لئے روانہ کیا تھا تو کاش مین
مقام ذی القصہ مین اقامہ کئے ہوتا کہ اگر مسلمان فتحیاب ہوتے تو خیر ورنہ مین اون سے ملجاتا یا اونکو
مدد پہونچاتا۔ تیسرا یہ امر ہے کہ جب مینے خالد بن ولید کو شام روانہ کیا تھا تو عمر بن الخطاب کو عراق روانہ
کرتا تاکہ میرے دونون بازو راہ خدا مین بڑھے ہوتے رہے دریافت طلب امور تو اول یہ ہے کہ آنحضرت
صلعم سے دریافت کر لئے ہوتا خلافت کس کا حق ہے تاکہ پھر کسی کو نزاع کا موقع نہ ملتا۔ دوسرے
یہ کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کئے ہوتا آیا انصار کا بھی خلافت مین کوئی حق ہے تیسرے یہ کہ آنحضرت
سے دریافت کر لئے ہوتا بھتیجی اور پھوپھی کا میراث مین کیا حصہ ہوتا ہے کہ ابتک مجھے اسکے متعلق
شک ہے۔

اس روایت سے جہان تمامی صحابہ کا عمر کی خلافت سے ناراض ہونا معلوم ہوا کہ سبکی ناک بھون
گئی یعنی غصہ سے بھر گئے۔ وہان کشف خانہ جناب سیدہ معلوم ہوا کہ ابو بکر کو سپر افسوس ہو رہا ہے کہ
کیون ہم اسکے مرتکب ہوئے کاش نہ کئے ہوتے۔
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی طرح کا علم اون کو اپنے استحقاق خلافت کے متعلق نہ تھا اسپر وہ ظلم کیا کہ آسمان
و زمین اوسپر قیامت تک روتے رہینگے۔ وهذا آخر الكلام في هذا المقام
ولله الحمد وعليهم الصلوٰة والسلام في البدء والختام۔

تمت

الحمد للہ کہ یہ دوسرا حصہ کشف الظلمات کا تمام کر دیا گیا اب انشاء اللہ تیسرا حصہ شروع ہوگا
جس مین آیات بینات کا جواب ہوگا اور پھر رسالہ فدک کا۔
کیونکہ مولوی مهدی علی خان نے آیات بینات مین دوسری فصل یہ لکھی ہے۔
"فدک کیونکر آن حضرت صلعم کے قبضہ مین آیا۔"